رجسٹرڈ نمبر ۳۳۶۰ — [illegible] ۱۹۲۲ء

[illegible]

بانی

علامہ نیاز فتح پوری

نگار پاکستان

مدیر

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

معاونین

انجم اعظمی — سرشار صدیقی — امراؤ طارق

دفتر

۶۰- [illegible] روڈ، گارڈن ایسٹ، کراچی

مراسلت: سی-۲۸- بلاک ۱۳ ڈی گلشن اقبال کراچی

فون: [illegible]

زرِ قیمت شمارہ — ۲۰ روپے

زرِ سالانہ — [illegible] روپے

ملاحظات

"مکتوباتِ نیاز" پر مبنی یہ خاص شمارہ "علامہ نیاز فتح پوری یادگاری لکچر" کے موقع پر بطور سالنامہ شائع ہو رہا ہے۔ اس میں ماہ نومبر کے پرچے کا مواد بھی شامل ہے۔ یادگاری لکچر کی تقریب میں پاک و ہند کے متعدد نامور اسکالر شریک ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ اس کی تفصیلات بہت جلد نگار کے قارئین تک پہنچیں گی۔

"مکتوباتِ نیاز" پہلے بھی چھوٹی تقطیع میں تین جلدوں میں شائع ہو کر اپنی افادیت و معنویت اور ادبیت و جاذبیت کا جادو جگا چکے ہیں۔ اردو زبان و ادب کے قارئین کو مسحور کر چکے ہیں۔ ایک مدت سے یہ مکتوبات نایاب تھے۔ مناسب معلوم ہوا کہ انھیں دستیاب بنایا جائے۔ چنانچہ نگار کے خاص نمبر کی صورت میں اس وقت صرف "مکتوبات نیاز" کی جلد اوّل آپ کے سامنے ہے۔ انشاء اللہ جلد دوم و سوم کے علاوہ وہ خطوط بھی جلد سامنے لائے جائیں گے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہیں اور پاک و ہند کے مختلف ادیبوں اور شاعروں کی ملکیت ہیں۔

فرمان فتح پوری

۱

قصۂ عشق کہ ناید بہ بیاں ناگفتہ ہے
تا تو گوئیم بشنو کہ نہ گوئی بکسے

ظالم! یہ کیا خبر سنائی —— ہاں! ہاں یاد ہے، اور خوب یاد ہے —— ذرا پھر کہنا —— اُف وہ! وہ قاتل شام! ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب غروب ہو کر اب کیا کبھی نکلے گا، پھر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ سلسلہ پورے چالیس دن کا تھا اور کسی کافر ہی کو خبر ہوئی ہو کہ صبح کب طلوع ہوتی ہے اور شام کیسے کٹتے ہیں —— میری اس کیفیت وحالت کو ایک شاعر مجھ سے پہلے یوں نظم کر چکا تھا۔

یک چراغست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند!

اب اس شعر کو میں "مذہبیات" میں صرف کروں یا "رہتیا سوفیات" میں لیکن اس وقت تو میرے سامنے اس کا مصرف صرف وہی ایک ذات تھی جو بقول وکٹر ہیوگو "وہ میرے سامنے سے گزری اور میرا زمین وآسمان سب اپنے ساتھ لے گئی" جل جلالہٗ! تو ہاں سچ بتاؤ! کیا اُنہوں نے مجھے پوچھا؟ خود یا تمہارے یاد دلانے سے۔ خدا کے لئے اس کے جواب میں کچھ ایسی بات نہ کہہ دینا کہ کپڑے پھاڑ کر ——

کسی طرح کو نکل جاؤں ـــــ آداب
"ناز بر فلک و حکم بستارہ کنم" اس کے زمانے کی باتیں تم اب سنا رہے ہو اب
کے (FORCE) کو کچھ سمجھے یا نہیں عمر کا وہ دور جب ایک انسان یہ کہنے پر
مجبور ہو جائے کہ۔

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکنے جائیں

اور انسان بھی وہ کہ ـــــ "رہا ہو جس کے سر کا تکیہ دوش نازنین برسوں"
اللہ بس باقی ہوس!

مرزا صاحب سے کہو کہ خدا کے لئے نہ خود مجھے بلائیے، نہ کسی سے بلوائیے
اور ہاں سنو! میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ اب لکھ دیا تو لکھ دیا، لیکن آئندہ اگر کوئی ذکر
اس قسم کا کیا تو یاد رکھنا مر جاؤں گا اور پھر ظاہر ہے کہ تمہیں بھی خودکشی کرنا ہی
پڑے گی، ہاں جی، اب تو اسی حسن ظن پر زندگی بسر ہو رہی ہے۔

ـــــ ۲ ـــــ

میرے عزیز دوست۔

یہ آپ نے کیا فرمایا ـــــــــ میں اور آپ کو بھول جاؤں۔ واللہ
خود فراموشی کے بعد بھی ممکن نہیں ـــــــ ... میری زندگی کی تمام گذشتہ
ساعتیں تقسیم ہو چکی ہیں اور اب ان میں سے کسی پر میرا قبضہ نہیں، لیکن انہیں میں
ایک ساعت ایسی بھی ہے جسے میں نے ابھی تک دل سے لگا رکھا ہے اور اس پر
کسی کو قابض نہیں ہونے دیتا ـــــ آپ باور کریں تو کہہ دوں کہ وہ ساعت وہی ہے
جب آپ کے "ہو بے پناہ" خلوص کے سامنے میں نے اعتراف تو خیر کیا مگر اعتراف
کی سپر ڈال کر اپنی مفتوحیت و مغلوبیت کا اعلان کر دیا تھا، دنیا صرف اپنی فتح و
نصرت کی داستان یاد رکھنا چاہتی ہے مگر مجھے تو اپنی زندگی کا صرف وہی فسانہ
یاد ہے، جب مجھے کوئی مغلوب کرے، پھر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کیا آپ

ایسے زبردست "قہرمانِ محبت" فطرت روز روز پیدا کرتی ہے کہ ان کے کارناموں کو یوں آسانی سے بھلایا جا سکے! میاں! تعویقِ جواب کا سبب صرف "فراموش کاری" ہی نہیں ہوا کرتا، بلکہ "خود فراموشی" بھی ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ اس کا یقین تو آگیا اور اس کا خیال تک ذہن میں نہ آیا ——————

اچھا معاف کرتا ہوں کہ "بدگمانی" محبت کی علامت ہے ——————

مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا

چاہتے وہ ہیں کہ اظہارِ شکایت چھوڑ دوں
یعنی اُلفت چھوڑ دوں اس کی حکایت چھوڑ دوں

پھر اگر آپ کی یہ شکایت از قبیل "حکایتِ الفت" تھی تو خیر "خونم ہدر" ورنہ توبہ کیجئے قبل اس کے کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو کر "درِ توبہ" ہمیشہ کے لئے بند کر دے۔

—— ۳ ——

بندہ نواز!

یہ کیا قیامت ہے کہ آپ نہ خود یاد کریں نہ دوسرے کو یاد کرنے دیں۔ یعنی وہ تو اس طرح کہ آپ لکھنؤ سے گزر جائیں اور مجھے اطلاع تک نہ دیں۔ اور یہ اسی طرح کہ جب پیام بر بھیجیں تو اس سے یہ تاکید کر دیں کہ دیکھو کوئی تحریر نہ لانا، معقول! —————— اچھا اگر آپ نے خود منع نہیں کیا تو کیا وجہ تھی کہ وہ ظالم پھر کبھی نہ پلٹا —————— جو خط دستی بھیجنے والا تھا اُسے چاک کر کے اب یہ دوسرا عریضہ لکھ رہا ہوں ——— میرا نقصان تو خیر کیا ہوتا بجائے ایک کے دو مرتبہ آپ سے باتیں کر لیں، لیکن آپ ہی پر بجائے ایک کے دو الزام قائم ہو گئے ——— حیران ہوں کہ اس کی تلافی آپ سے کیونکر ممکن ہو گی؟ —————— "کیونکہ آپ یہاں آنے کے نہیں اور میں محض زبانی یا تحریری معذرت سننے کا نہیں۔ البتہ اگر آپ نے ایک بڑا پارسل "دوسو نمر بہشت" کا بھیج

دیا تو مجبوری ہے۔

۴

حضرت!

جی ہاں، کل میر صاحب تشریف لائے تھے اور جلی کٹی سنا گالیاں، انہیں یاد تھیں، سب صرف "دربان" کر گئے ــــ میں آپ کا "دربان" ہی ہوں نا۔! میں نے لاکھ کہا کہ قبلہ میں نے آپ کے متعلق ان سے کوئی بات کہی ہو تو حشر کے دن خدا کا دیدار حرام، سایۂ طوبیٰ، کوثر و تسنیم حرام، حور و تصور حرام، مگر میرے پاس اس کا کیا جواب تھا کہ "اگر تم نے نہیں کہا تو انہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں نے اُن کے متعلق کس سے کیا بات کہی تھی!"

لاحول ولاقوۃ۔ ذرا سوال و الزام کی اس الجھن کو ملاحظہ کیجیے ـ

میرے پاس اتنا دماغ کہاں کہ ان ضمائر کے ایک ایک مرجع کی جستجو کروں، بہرحال آپ انہیں ایک خط لکھ کر میرے سر سے اس الزام کو دور کیجیے ورنہ قسم ہے آپ کے سرِ عزیز کی کہ اگر . . . . . انہوں نے پھر آکر اس قسم کی گفتگو کی تو کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں گا ــــ توبہ توبہ آدمی کیا ہیں، کانٹوں کا جھاڑ ہیں کہ اُلجھ جائیں تو جان چھڑانا مشکل ہو جائے۔

۵

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

یہ تو فرمائیے آپ نے دیوانِ حیاتی کیا کیا۔

بر سبیل شکایت نہیں، بلکہ بہ طریق مجاجت پوچھ رہا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ یہ نسخہ کمیاب ہے، اور میری ملکیت ہے بھی نہیں، اگر اصل مالک مجھ سے مانگ بیٹھا تو کیا میں اس سے بھی یہی کہہ دوں کہ ایک "دشمنِ دین و ایمان" لوٹ لے گیا۔؟ اور یہ آخر مجھ سے کہا کیونکر جائے گا۔!

خدا "حسن" کے ساتھ "حسن ظن" کسی کو نہ دے

خیر میں تو کچھ نہ کہوں گا کہ شر دع سے
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہئے

لیکن وہ شقی کیوں ماننے لگا، آپ کا تو کچھ نہ جائے گا، لیکن میں خواہ مخواہ چور بن جاؤں گا، اگر آپ کو میری رسوائی میں مزہ آتا ہے تو خیر اسے بھی گوارا کر لوں گا، لیکن یہ یاد رہے کہ اگر حشر میں میرا آپ کا معاملہ پیش ہوا تو آپ کا یہی ایک ظلم ایسا ہوگا جسے میں کبھی معاف نہ کروں گا اور آپ کے دادا یا نانا سید الشہدا سے التجا کروں گا کہ اس شخص کو کوثر و تسنیم کا ایک قطرہ بھی نہ دیجئے کیونکہ یہ شخص نسبًا سید زادہ ہو یا نبی زادہ لیکن اخلاقًا نہایت مکروہ قسم کا یزید ہے ——————

پھر بتایئے آپ کیا کریں گے ۔ ؟

بہر حال اگر اس قضیہ کو زیادہ بڑھانا مقصود نہیں تو اس کتاب کو واپس فرما دیجئے ورنہ آپ جانیں اور آپ کا کام، پھر مجھ سے شکایت نہ ہو کہ . . . . -

—— ۶ ——

مکرمی!

آپ کی غزل دیکھی —————— آپ کو معلوم نہیں میں مقالاً عرصہ ہوا اپنے آپ کو بیگانۂ "سخن" بنا چکا ہوں اور اسی لئے فکر و احساس کے لحاظ سے میری رائے اس باب میں بہت سخت ہوتی ہے ۔ بہ تعمیل ارشاد غزل دیکھ لینے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے لیکن اگر "دیکھنا" اصلاح و مشورے کے مفہوم میں آپ نے استعمال کیا ہے ۔ تو میری معذرت قبول فرمایئے کیونکہ استاد بننے کا نہ مجھ میں سلیقہ، نہ اہلیت، میری زندگی خود یکسر متعلمانہ ہے اور ہر وقت استاد و رہبر کی آرزومند، البتہ ایک مشورہ آپ کو ضرور دوں گا اور وہ یہ کہ آپ اس مشغلہ کو ترک کر دیں تو بہتر ہے کیونکہ آپ میں غزل گوئی کی اہلیت بہت کم پاتا ہوں ۔ ممکن ہے مشق و مطالعہ کے بعد آپ نظمیں اچھی کہنے لگیں لیکن غزل میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے ؛ ۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی کیا عمر ہے، کیا مشغلہ ہے، لیکن یہ فرض کر لینے کے بعد

بھی کہ آپ نوجوان ہیں، مگر معاش سے آزاد ہیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ غزل کی طرف کیوں مائل ہیں ——— کہنے کی بات نہیں لیکن کہنا پڑتی ہے کہ پہلے کہیں دل لگائیے۔ پھر واردات قلب لکھئے، محض وصل و ہجر کی سنی سنائی باتیں لکھ دینا غزل نہیں ہے ——— "ز انچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کے اصول کو ہمیشہ سامنے رکھئے۔ معاف فرمایئے اگر میری صاف گوئی سے آپ کو تکلیف پہونچی ہو۔

۷

کیسی دُعا، کہاں کا سلام،

"زمانہ در پئے جنگ است یا علی مددے" کا وقت ہے اور حواس گم —— آپ کو معلوم ہے نہ میں جسمانی لذت کا طالب کہ کھانے میں مرغ و ماہی کی جستجو ہو، نہ عیش و طرب کا خواہشمند کہ ریشمی گدوں میں پڑے پڑے زہرہ کی بھیرویں سننے کی تمنا ہو—— ایک گدایانہ سکون قلب چاہتا ہوں سو فطرت اس کی بھی روادار نہیں، اور فطرت کیا میں تو احباب کی بھی یہی حالت دیکھتا ہوں، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ آپ ادھر سے گزرتے اور مجھے اسٹیشن تک پہونچنے کا بھی موقعہ نہ دیتے۔

بہتر ہے، ستائے جایئے، ظلم کئے جایئے، یہاں تک کہ میں ہلاک ہو جاؤں لیکن اگر مقصود یہی ہے تو آپ کیوں اپنا ہاتھ کسی کے خون سے رنگین کریں۔

چہ لازم ست کہ بدنام قتل من باشی
ستارہ و فلک و بخت و روزگار ہست

۸

ریل میں ہوں اور یہ شعر گنگنا رہا ہوں۔

ہفت آسماں بگردش و ما در میانہ ایم   غالب دگر مپرس کہ برما چہ می رود

ناممکن تھا کہ آسمان اور جور آسمان کے ساتھ آپکا خیال نہ آجاتا۔ اس لئے یہ اطلاعی تحریر بھیج رہا ہوں ——— اگر مُہر سے آپ کو معلوم ہو سکے

کہ کس اسٹیشن سے پوسٹ کر رہا ہوں تو مجبوری ہے ورنہ میں تو بتانے کا نہیں۔
اگر کشمیر چلنے کا عزم راسخ ہے، تو لکھیے، میں بھی در عمرِ رفتہ، کے واپس بلانے کا اہتمام کروں اور لالہ رُخ کے ویران باغ کے پائیں میں کسی جگہ دفن ہو جانے کی دعا مانگوں ا ——— ایک ہفتے کے اندر واپس آجاؤں گا اور ڈاک میں سب سے پہلے آپ کے جواب کی جستجو کروں گا۔

——— ۹ ———

محترم!

آپکا افسانہ یعنی آپکا لکھا ہوا ——— نظر سے گزر چکا ہے لیکن دل و دماغ سے نہیں ——— بُرا نہ مانئے تو عرض کروں کہ اس نے دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہی نہیں ——— الفاظ پاکیزہ ہیں، زبان صاف ہے، خیالات بلند ہیں، موضوع پسندیدہ اور نتیجہ برمحل ہے لیکن پھر بھی جب یہ غور کرتا ہوں کہ یہ فسانہ کیوں کر ہوا تو حیران رہ جاتا ہوں ——— میں آپ کو بتاؤں کہ فسانے کے ضروری اجزا کیا ہیں ایک ——— کسی واقعہ میں بحیثیت واقعہ ہونے کے "واقعیت" کا پایا جانا ——— دوسرے نفسیاتی طور پر کسی کے کردار یا سیرت کو نمایاں کرنا اسے انگریزی میں ——— کہتے ہیں، تیسرے پلاٹ کو اتنے اور ایسے اجزا میں تقسیم کرنا کہ پڑھنے والے کو ایک سے زائد خلا خود اپنے ذہن سے پُر کرنا پڑیں۔ چوتھے ہلکا سا مزاح، خواہ وہ محض الفاظ سے پیدا کیا جائے یا مفہوم سے ——— اگر پلاٹ میں کوئی کیفیت رومان کی پیدا کر کے تھوڑا سا تمثیلی رنگ DRAMATIC TOUCH دے دیا گیا تو اور زیادہ دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ کسی ایک مسئلہ پر مکالمہ میں صفحات کے صفحات رنگین کر دینا خلاف آئین فسانہ نگاری ہے ——— یہ درست ہے کہ بہترین فسانے وہی ہوتے ہیں جن میں ٹریجیڈی کا عنصر غالب ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک مشہور فسانہ نگار کی طرح اس کو ایک مستقل عذاب کی طرح سر پر نازل کر دیا جائے کہ ایک خاندان کی تباہی

دکھانے پر آئے تو باپ کو ہیضے میں مبتلا کر کے فنا کر دیا، ماں کو طاعون سے ہلاک کرا دیا، بھائی کو سانپ سے ڈسوا دیا اور بہن کو کنویں میں ڈھکیل کر ختم کر دیا — ؟

یورپ میں فسانہ نگاروں کے طبقے علیحدہ علیحدہ ہیں، بعض محض معاشری افسانے لکھتے ہیں، بعض نے جاسوسی و سراغرسانی کے واقعات لکھنا اپنا فن بنا لیا ہے۔ بعض صرف علمی مسائل پیش کرتے ہیں، بعض نے تاریخ کو لے لیا ہے اور بعض نے صرف عشق و محبت کو اختیار کیا ہے —— میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا رجحان اس آخری قسم کی طرف زیادہ ہے، سو بہتر ہے اس کو اختیار کیجئے، لیکن خدا کے لیئے ہیرو اور ہیروئن کو اسی دنیا کی مخلوق رہنے دیجئے، ملاء اعلیٰ کی اس آبادی سے جہاں گناہ و لغزش سے کوئی واقف نہیں، اپنے فسانے کے افراد منتخب نہ کیجئے، امید ہے کہ آپ اس کو خالص دوستانہ مشورہ سمجھ کر برہم نہ ہوں گے۔

—— ۱۰ ——

ادہر دیکھئے! میں آپ کا نہ زرخرید غلام ہوں نہ آپ نے کہیں جہاد کیا، کہ تقسیم مال غنیمت کے وقت قیدی کی حیثیت سے آپ کی ملکیت میں مجھے سونپا گیا ہو۔ پھر آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا دین و ایمان کیوں ہو؟ محبت کا قیدی ہوں، نگاہ لطف کا غلام ہوں، سو مجھ سے محبت کیجئے اور اپنا سمجھئے، نظر الفت سے کام لیجئے اور اپنا زندانی جانیئے، اگر ایک لمحہ کے لیئے بھی سرتابی کروں، تو ذبح کر ڈالیئے —— مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ نفرت کر کے مجھ سے خدمت لیجئے، گریز و احتراز بھی کیجئے اور مالک و آقا بھی بنے رہیئے —— کلیوپیٹرا سے زیادہ ظالم تو آپ ہو نہیں سکتے، سو وہ بھی صبح کے وقت ایک غلام کے سامنے، اسی وقت زہر کا پیالہ پیش کرتی تھی جب اپنی زندگی کی ایک پوری رات پہلے اس کے آغوش میں بسر کر لیتی تھی۔

یہاں تشریف لایئے اور جب تک میں آپ سے بیزار نہ ہو جاؤں میرے

پاس رہیے، اس کے بعد اگر مجھے عذر ہو تو جو سزا ایں تجویز کروں مجھے دیجئے سرسری نظر کیسی، میں تو ایک ایک فقرہ ایک ایک لفظ پر دشمن کی سی نگاہ ڈالوں گا اور نہایت بیدردی کے ساتھ قطع و برید سے کام لوں گا، آپ آئیں تو سہی ——— لیکن ہاں، ایک شرط اور ہے اُسے بھی سن لیجئے ———

اپنے ساتھ آپ اُن حضرت کو نہ لائیے گا جو "جوابی پوسٹ کارڈ" کی طرح آپ سے کسی وقت جدا ہونے کا نام ہی نہیں لیتے ——— مانا وہ نہایت معزز معقول ہیں لیکن کیا کروں مجھے تو اُن کی صورت دیکھتے ہی خفقان سا ہونے لگتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہوں کہ معلوم نہیں کس وقت خدا کا کوئی شدید عذاب مجھ پر نازل ہو جائے۔ لیکن اگر آپ بغیر اُن کے نہ آ سکتے ہوں تو انہیں کہیں اور ٹھہرا دیجئے گا اور آدھی رات کے بعد جب میرے سو جانے کا یقین ہو جائے اُن سے مل آیا کیجئے گا۔

——— ۱۱ ———

محترم!

یہ آپ نے کیونکر سمجھ لیا کہ آپ کا مضمون "نگار" میں درج نہ ہو گا، آپ بھیجیں تو سہی ——— اے خوشا وقت کہ آئی و بصد ناز آئی

ہر چند میری راہ ترکستان ہے اور آپ سیدھے کعبے کی طرف جا رہے ہیں لیکن میں اتنا کافر بھی نہیں ہوں کہ وہاں کی باتیں سننا مجھے گوارا نہ ہوں اور پھر یوں بھی ——— "دو کیا بت خانہ ویران ہو گیا" ایسا معمولی واقعہ ہے کہ میں اسے بھول جاؤں، اس لیے میرے آپ کے درمیان اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں کہ آپ نے جو راہ اختیار کی ہے اس پر بھی اطمینان نہیں اور ہر وقت کسی کی بے نیازی کا ڈر لگا ہوا ہے، یہاں یہ عالم ہے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو کڑک کر ایک بار کہہ اُٹھتے ہیں کہ

بیار بادہ کہ ہستم غنیمتم بسے

اور پھر کسی تازہ گناہ کی طرح ڈال دیتے ہیں ـــــ میں آپ کے مرتبے تک پہنچنا نہیں چاہتا اور آپ میرے مرتبے تک پہونچ نہیں سکتے ـــــ ایک شعر اس وقت یاد آگیا ہے۔ اسے بھی سن لیجئے اور دو چار گالیاں مجھے سنا دیجئے۔ ہنسیں گے تو آپ کیا۔

جمالِ صورت اگر واژ گوں کنم بینید
کہ خرقۂ پشمینی طلا د مو باف است

۱۲

غضب خدا کا پورے ۳۶۵ دن تم کو کانگریس کے بتوں کی سیوا کرتے گزر جائیں اور اس وقت تک کافری کی ایک ادا بھی تم میں نہ آئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

برہمن می شدم گر ایں قدر زناری بستم

یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ ہندو کوئی "دین" ہے ـــــ ہندو نام ہے ایک خاص سوشل جماعت، ایک مخصوص معاشری نظام کا، اچھا یہ بتاؤ، کہ جس طرح تمہارے یہاں کے مولوی ہر ایک مسلمان کو کافر و ملحد بنا دیتے ہیں کبھی ہندوؤں کی طرف سے بھی کسی کو اپنی جماعت سے خارج کر کے "غیر ہندو" ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے؟ یہ گوشت سے ناخن جدا کرنے کی رسم آپ ہی کے یہاں ہے ـــــ بہرحال میری نصیحت تو تمہارے لئے وہی ایک ہے کہ:

بال بکشا و صفیر از شجر طوبیٰ زن
حیف باشد چو تو مرغیست اسیر قفسے

طوبیٰ سے یہاں مراد "قامت دوست" ہے۔

اگر خدا کا اعتقاد ناگزیر ہے تو نوعِ انسانی میں تفریق مذہب و مسلک کا خیال اتنی بڑی توہین خدا کی ہے کہ شاید ہی اس کو معاف کیا جا سکے۔

کس وہم میں مبتلا ہو؟ انسان پیدا ہوئے جیو اور انسانوں کی طرح جان دو ـــــ یہ نزاعِ کفر و دیں کیسی؟

بہر سخن کفر سے دایمانے کجاست   خود سخن در کفر و ایماں می رود

۱۳

بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تم اس وقت پاس ہوتے اور میں سب کے سامنے تمہاری پذیرائی یوں کرتا کہ "آپ ہے جناب یزید علیہ الرحمۃ یزید اس لئے کہ تم نے ایک سید زادے کا خون کیا اور علیہ الرحمۃ اس لئے کہ تم بھی بہر حال اولاد رسول میں شامل ہو ــــ بندۂ خدا یہ تو سوچا ہوتا کہ قصور اس غریب کا تھا یا اس کے ننھے ننھے بچوں کا، بہر حال مجھے تو تمہیں اس کی سزا یہاں دینے کی قدرت نہیں ہے اور میں یہ چاہتا بھی نہیں، تاہم ایک تدبیر میرے ذہن میں ہے اور وہ یہ کہ تمہارے اس جرم کی پاداش میں میں اپنے آپ کو ایک مستقل عذاب میں مبتلا کر دوں یعنی جب تک وہ غریب کہیں برسر کار نہ ہو جائے اس کے تمام مصارف اٹھاؤں پھر ظاہر ہے کہ تم اس کے ساتھ نہیں تو کم از کم میرے ساتھ ضرور ہمدردی کرو گے ورنہ تم کو معلوم ہے کہ "دہنیا" دینے میں مجھے کتنا کمال حاصل ہے، بھائی اب بھی ممکن ہو تو اسے اپنی جگہ پر بحال کر دو آئندہ اگر ایسی غلطی اس سے سرزد ہو تو پھر رحم نہ کھانا ــــ میں جانتا ہوں کہ وہ حد درجہ نالائق و نا معقول ہے لیکن تم تو ایسے نہیں ہو، تمہارے آباؤ اجداد تو برائی کا بدلہ ہمیشہ بھلائی سے دیا کرتے تھے، یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ میں جواب کا منتظر ہوں اور بے چینی کے ساتھ۔

۱۴

ابھی کہاں کی دعا اور کیسی زاری و التجا؟ کون سنتا ہے، کسے فرصت کہ ہم تم ایسے خس و خاشاک کو ہم دبرق سے محفوظ رکھے ــــ آپ مسلمان ہیں تو ہوا کریں، خدا تو مسلمان نہیں، پھر آپ کس دلیل پر محض پیرو اسلام ہونے کی وجہ سے فلاح و فراغ کا مستحق جانتے ہیں۔

فریدالدین عطار پر بھی ایک بار یہی کیفیت احساس طاری ہوئی تھی "منطق الطیر" میں ایک جگہ انہوں نے اسی خیال کو یوں ظاہر کیا ہے۔

ایک بار نہایت ہی دین دار لیکن حد درجہ خستہ حال شخص کھڑا ہوا تھا کہ امیر وقت کے چند زریں کمر غلام شال و حریر میں لپٹے ہوئے گھوڑوں پر سوار سامنے سے گزرے۔ اس مفلس دین دار کو جسے نہ پیٹ بھر کھانا نصیب ہوتا تھا نہ ستر پوشی کے لیئے کپڑا یہ منظر دیکھ کر پہلے تو اپنی حالت پر افسوس ہوا اور پھر غصہ آیا کہ میں باوجود اتنی شب زندہ واریوں کے یوں پریشان ہوں اور امیر وقت جو ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے اتنا دولتمند ہے کہ اپنے غلاموں کو بھی اس شان سے رکھتا ہے یہ سوچ کر اس نے خدا سے شکایت کرنا شروع کی اور آخر کار خدا پر یہ الزام قایم بھی کر دیا کہ۔

بندہ پروردن بیا موز از عمید

یعنی اسے خدا۔ غلاموں کی پرورش کرنا امیر وقت سے سیکھ ،،

تم کو معلوم ہے اسی لیئے میں نے زندگی کا ایک ڈھب ایسا اختیار کیا ہے جس میں منت و سماجت کا سوال ہی نہیں یعنی بھوکا رہتا ہوں ، اور ہنستا ہوں، بیوی بچوں کی وجہ سے تکلیف ہے تو سب کو زہر دے دو ، میں مہیا کر دوں گا، ان فضول شکایتوں سے کوئی فائدہ نہیں، دنیا داری اور خوشامد تم سے ہوتا نہیں، اسے! جب تک جیو انسان بن کر جیو، اور انسان رہ کر جینا یہی ہے کہ اپنے سوا ساری دنیا کو حرف غلط سمجھو ـــــ اگر فاقہ کر کے زندگی بسر کرنا ہے تو آجاؤ تو میرے پاس رہو، مگر میں نے تمہیں پہلے ہی کب رخصت کیا تھا کہ اب بلاؤں ـــــ خیر۔

ـــــ ۱۵ ـــــ

اسوقت تم پر اتنا پیار آ رہا ہے کہ بے اختیار " میری جان ،، لکھنے کو جی چاہتا ہے دراں حالیکہ تمہارا " دشمن جان و دل ،، ہونا " نص قطعی ،، سے ثابت ہے ـــــ " نص قطعی ،، سے مراد کلام اللہ نہیں بلکہ تجربۂ نیاز ہے بات یہ

ہے کہ آج صبح مولانا تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے اُن تمام مہمان داریوں کا حال بیان کیا جو تم نے ان کے لئے صرف کیں اور محض اس لئے کہ انہوں نے میرا نام لے دیا تھا۔ کیا یہ پیار آنے کی بات نہیں —— میں سوچتا ہوں کہ کیا ہو اگر میں خود کبھی پہونچ جاؤں —— عرصہ ہوا کچھ اسی نوع کے جذبات دل میں موجزن تھے کہ بے اختیار یہ شعر ہو گیا تھا۔

جفاؤں پر ہے اُن کی جب یہ حالت اپنی الفت کی
میں کہتا ہوں کہ کیا ہو چھوڑ دیں گر وہ دل آزاری

ہو کیا؟ انتقال ہو جائے —— اچھا تیار رہو ہولی میں آرہا ہوں اور دہیں تمہارے مکان پر خورشید کی زبان سے کافی میں پورے دو گھنٹہ تک . . . . . " ہولی آج جلے چلے ہے کال۔ یہاں نہیں آئے جیا گھبرائے" سنونگا مگر شرط یہ ہے کہ سوائے شاہد مشہود کے اور کوئی وہاں نہ ہو، یہاں تک کہ تم بھی نہیں،

—— ۱۶ ——

میرے بھائی۔

کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہو۔ میں سچ کہتا ہوں غزل کہنا تم کو کبھی نہ آئے گا۔ کیوں کہ یہ مشغلہ بغیر کہیں دل لگائے کوئی معنی نہیں رکھتا اور دل لگانے سے تمہیں ٹھہری ازلی نفرت۔ پھر تمہیں بتاؤ کہ کام چلے کیونکر؟ محبت کو تم جنون و دیوانگی سمجھتے ہو، لیکن غزل گوئی کو بڑی فرزانگی! قربان جائیے اس عقل و فراست کے —— پھر بدقسمتی سے قیام آپکا ایسی جگہ ہے جہاں سوائے "نوک مژگاں" اور شب ہجراں" کے کسی اور بات کی داد ملتی ہی نہیں؟ اس لئے اور گمراہ ہوتے جا رہے ہو —— بہر حال اگر یہ مشغلہ تم سے نہیں چھوٹ سکتا تو کم از کم مجھے تو معاف ہی رکھو اور آئندہ کوئی بات ایسی نہ لکھو جس سے میرا خیال تمہاری شاعری کی طرف منتقل ہو سکے۔

میں نے سنا تھا کہ بھائی مراد باوجود ان تباہ حالیوں کے حج کو جانے والے ہیں خدانخواستہ یہ خبر صحیح تو نہیں؟ ہائے یہ بھی دنیا کا کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ایک بھائی کو شاعری نے تباہ کیا اور دوسرے کو مذہب نے، میں سچ کہتا ہوں کہ یہ عذاب تمہاری شاعری کی وجہ سے نازل ہوا ہے اور تمہاری غزل گوئی سے گھبرا کر وہ غریب ترک وطن پر آمادہ ہوا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس غریب کے پاس اتنی دولت کہاں کہ وہ جسارت کرتا ——— غالباً قرض لیا ہوگا یا جائداد کا کوئی حصہ رہن کیا ہوگا ——— اللّٰہم احفظنا من کل بلاء

——— ۱۷ ———

اے صاحب ——— "کچھ تو کہو جواب میں ہاں نہ سہی، نہیں سہی" ظاہر ہے کہ آپ کے انکار سے مجھے تکلیف یقیناً ہوگی لیکن اس انتظار کی تپ دق سے تو چھٹکارا نصیب ہو جائے گا ——— مرزا جی روز صبح کو فرشتۂ موت کی طرح نازل ہو جاتے ہیں اور میں خون کا سا گھونٹ پی کر خاموش رہ جاتا ہوں ——— تم کچھ لکھو تو میں اُن سے کہوں کہ ہاں بھئی یہ کرو اور یہ نہ کرو ——— میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اپنے مصالح کے لحاظ سے جواب دینے میں پس و پیش کرنا چاہیئے۔ لیکن اے میرے بھائی پس و پیش کی بھی حد ہوا کرتی ہے ——— میں تم کو مجبور نہیں کرتا کہ ان کی تمام خواہشیں پوری کر دو لیکن اگر بغیر کسی حرج و نقصان کے ان کی ہزار درخواستوں میں سے کسی ایک کو قبول کر سکو تو کیا آخرت میں ساقیٔ کوثر کی شفاعت سے محروم ہو جاؤ گے۔

بہرحال میں تو اب تم کو لکھنے کا نہیں، وہ اگر زیادہ ستائیں گے تو اُن کو لے کر اسٹیشن جاؤں گا اور الہ آباد کا ٹکٹ لے کر ریل میں سوار کر دوں گا اور کہہ دوں گا کہ دیکھئے اگر آپ لوٹ کے آئیں تو میرے پاس آنے کی زحمت گوارا نہ کیجیے گا۔ کیونکہ میں ابھی جا کر سنکھیا کھائے لیتا ہوں اور آپ کو زندہ نہ ملوں گا۔ لاحول ولا قوۃ۔ عجیب مہمل انسان ہو۔

رات کس درجہ یاد آئے ہو تم

ہائے ایک پوری رات سکر و بیخودی میں گزر جائے اور تم مجھ سے دور رہو

"واقعۂ کربلا" تو نہیں مگر "دہلی کی تباہی" کے بعد غالباً یہ دوسرا ظلم اپنی قسم کا تھا جسے قدرت نے روا رکھا ــــ اچھا سنو ٹھیک ۰ انبجے "شمع کافوری" روشن ہوئی ہاں ہاں وہی "وہ ہاتھ آجائیں اگر ہاتھ لگائے نہ بنے" اُف وہ گلابی رنگ کا آنچل ــــ یہ معلوم ہوتا تھا کہ چہرے کی روشنی ایک جگہ قائم ہو کر رہ گئی ہے یاد کرو کہ معصوم آنکھوں کی "وہ عصیاں کاریاں" بالکل بےنقاب تھیں اور میری روح لرزاں تھی اس موج بادہ کے ساتھ ساتھ جو آنکھوں کے "جام رنگیں" سے تبسم بنی چھلکی پڑ رہی تھی ــ بےحجابی بڑھی، تکلف گھٹا اور راتین کے پُرجلال سُروں میں رادھا و کرشن کی وہ کہانی شروع ہوگئی جس نے آجکل "عالم کافری" کو یکسر نغمہ و رنگ بنا رکھا ہے وہ کرشن کا بازو تھام لینا اور پھر کسی کا لجائی ہوئی ادا سے "ہٹو، چلو، شیام موری بہنیاں نامرد" کہنا، اُف دہائی ہے مرلی والے کی ۔

رات بھر مسلسل تیر و پیکاں کی بارش شاید کافی سزا نہ تھی کہ صبح کو بھیرویں سے بھی ذبح کرنے کی ضرورت سمجھی ــــ تمہیں معلوم ہے کہ اس سے قبل ایک بار اسی بھیرویں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ــــ ظالم کی یادداشت تو دیکھو بالکل وہی چیز، وہی سماں، وہی ادا ــــ اور وہی "پھول گیند وا نہ مارو لگت کرتیجوا میں چوٹ" ــــ تم پوچھتے ہو میں نے شعر کہنا کیوں ترک کر دیا ؟ خدا کے لئے بتاؤ ان باتوں کا جواب ہمارے تمہارے پاس کیا ہے ۔ ؟

بیان و زبان بالکل معمولی، تشبیہہ و استعارہ بالکل اسی دنیا کا، لیکن مفہوم ؟ یقیناً ماورائے سرحد ادراک ــــــــ تمہارے ذکر سے ایک لمحہ فارغ بسر نہیں ہوا ــــ اچھا سال گزشتہ کا وہ واقعہ یاد ہے، اور ہاں وہ مصرعہ بھی داغ میں محفوظ ہے ؟ ــــــ "میرا دامن چھوڑ دیجئے، اپنا گریباں پھاڑ دیجئے" خدا

کرے تم اسی لمحہ کی یاد میں گریباں چاک بہاں پہنچ جاؤ۔

۱۹

بھائی معاف کرنا، تمہاری تحریر کا جواب غیر معمولی تعویق سے جا رہا ہے اگر باور کرو تو کہوں کہ یہ تاخیر بالکل غیر اختیاری تھی اور باوجود کوشش کے جواب دینے پر طبیعت مائل نہ ہو سکی آج اس خیال سے کہ اپنی وضع کیوں چھوڑی جائے، چارد ناچار یہ تحریر بھیج رہا ہوں۔ تمہاری سینکڑوں التجاؤں کا صرف ایک جواب میرے پاس ہے اور وہ یہ کہ سب "نامنظور"، دلیل و سبب بتانے پر میں مجبور نہیں اور اگر ہوں بھی تو کہہ سکتا ہوں بلا دلیل —— بلا سبب —— بلوں، ہی —— میری مرضی —— پھر تم کیا کرو گے؟ قسم ہے لو جو میں اسوقت سفر کے حال میں ہوں۔ یقیناً موسم زیادہ ناخوشگوار نہیں، لیکن کیا کروں اسوقت پابزنجیر ہوں۔ بیگم علیل، بچی مضمحل، اور میں دیوالیہ، بھائی ایک وقت میں تین تین پہاڑ تو فرہاد بھی نہیں کاٹ سکتا تھا، میں کس شمار میں ہوں؟

اجمیر والوں کا کیا حال ہے؟ تمہارے جنون کی تو خیر حقیقت معلوم ہے مگر ادھر سے ہنوز اطمینان نہیں، خدا کرے تم سے بہتر "کمال دار و تیر انداز"، کوئی مل گیا ہو اور تمہاری "ترکی" تمام ہو چکی ہو —— دنیا میں تم سے زیادہ طویل القامت لوگ موجود ہیں، لیکن شاید ہی کسی کے دل و دماغ ایک دوسرے سے اتنے فاصلہ پر واقع ہوں جتنے تمہارے ہیں —— میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ پندار تمہیں کس بات کا ہے؟ کیا بتاؤں وہاں پہنچ نہیں سکتا ورنہ تم کو دکھا دیتا کہ —— "وہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر"، کوئی اور تازہ بشارت ہوئی ہو تو اطلاع دو، اس ہجوم افکار میں تھوڑی ہنس لینے ہی کا سامان سہی۔

۲۰

کل کا سانحہ سنو! تمہارے عزیز گرامی میاں الطاف تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ "بڑے بھائی جان جو امانت رکھ گئے ہیں وہ دیدیجئے" میں حیران کہ یہ کیا کہہ رہے

ہیں لیکن صرف اس خیال سے کہ ممکن ہے ان کے "بڑے بھائی جان نے کسی مصلحت سے کوئی جھوٹ بولا ہو، لاعلمی کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور اصولی گفتگو کے طور پر ان سے کہا کہ "بڑے بھائی کی امانت چھوٹے بھائی کو کیونکر مل سکتی ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ وہ خود آکر لیں" یہ سننا تھا کہ حضرت وہیں بکھر گئے اور اس قدر غل مچایا کہ محلے والے یہ سمجھے شاید میں کسی کو قتل کر رہا ہوں ـــــ اب کیا بتاؤں کہ اپنی حماقت پر کتنا افسوس کر رہا تھا اور منہ پیٹ رہا تھا کہ کیوں میں جھوٹ بولا، ـــــ اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے تو یوں ہی کہہ رہا تھا ـــــ آخرکار خدا خدا کر کے گھنٹوں کی" بحث و گفتگو کے بعد اس فیصلے پر انہیں راضی کیا کہ اپنے بھائی کے پاس جانے کا کرایہ مجھ سے لیں اور وہاں سے انہیں بھیج دیں۔ خدا کے لئے تمہیں بتاؤ یہ کیا معمہ تھا اور حنیف صاحب نے یہ بلا میرے سر کیوں مسلط کی تھی۔ چونکہ تم ان کے "درخلوتیانِ راز" میں سے ہو اس لئے حقیقت کا علم تم کو ضرور ہوگا۔ ان کو اپنی طرف سے یہ تمام ماجرا لکھ کر مجھے اطلاع دو کہ اگر پھر کبھی وہ حضرت تشریف لائیں تو میں جھوٹ بولنے کا کون سا پہلو اختیار کروں ـــــ خدا جانے لوگ کس طرح عمر کی عمر جھوٹ بول کر گزار دیتے ہیں یہاں تو جب کبھی اس کی نوبت آئی نتیجہ ایسا ہی دردناک نکلا۔

ــــ ۲۱ ــــ

نماز شروع کر دی، اچھا کیا، خدا مبارک کرے، لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس مرتبہ کونسا شکار پیش نظر ہے، اس مرتبہ تم نے نماز کی پابندی کی تو غریب متیر کو تباہ کر دیا، اور وضو کراتے کراتے اس کے چہرے کو اچھا خاصا "کمبخت" بنا دیا۔ اس مرتبہ نظر عنایت کس پر ہے۔ خدا بچائے ان پیرزادوں سے کہ یہ عبد بن کر بھی معبود ہی بنے رہتے ہیں۔ میرا فلسفۂ نماز، خواہ کتنا ہی ناقابل عمل ہو لیکن اس کے بلند ہونے سے تمہیں بھی انکار نہیں، پھر جو تم نمازیں پڑھتے ہو صرف گناہ کرنے کے لئے، عبادتیں کرتے ہو محض کارگاہ فضیلت کو وسیع کرنے کی غرض سے

تو خدا کے لئے بتاؤ کیا اس نشست و برخاست کے علاوہ کوئی اور نسخہ نہیں
معلوم نہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ کیا لغو حرکت ہے۔ گناہ کرتے ہو تو گناہ کرنے والوں
کی سی صورت بھی بناؤ ——— اس سے کیا فائدہ کہ مسجد میں سجدہ کر کے جو
خاک اپنی پیشانی پر اٹھاؤ اُسے کسی آنچل سے صاف کرتے پھرو،

اس میں شک نہیں کہ عبادت کا یہ ڈھنگ کسی کو آجائے تو دنیا میں اس سے
زیادہ لذیذ مشغلہ اور کیا ہو سکتا ہے مگر یہ معاملہ تو "نا نہ بخشند خدائے بخشندہ"
کا ہے ——— سعی و کوشش سے بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ "غریب
بہتر مر رہے۔"

—— ۲۲ ——

عزیز من!

مانا کہ نگاہوں سے دور ہو لیکن دل سے تو نہیں۔ میں نے اس سے پہلے ابھی
نہیں لکھا تھا کہ فرصت نکالو اور چند دن کے لئے یہاں آجاؤ لیکن تمہارا وعدہ
اور میرا انتظار دونوں ایک ہی سے نکلے۔ یہاں مالوہ میں خصوصیت کے ساتھ
بارش کا زمانہ بہت پُر لطف ہوتا ہے۔ بادہ طلب بھی اور بادہ ریز بھی ———
اور غالباً یہیں کے متعلق غالب نے،

بادہ نوشی ہے بادپیمائی

لکھا تھا ——— تم آجاؤ تو شاید کچھ "جرأت رندانہ" پیدا ہو جائے ورنہ
یہاں تو تمام ولولے سرد ہو چکے ہیں اور ساری اُمنگیں خاک ——— اس لئے اپنے
لئے نہیں آتے تو میرے لئے زحمت اختیار کرو، یہ تمہارا دعوائے ایثار آخر
کس دن کام آئے گا جب میں نہ ہوں گا؟ ——— اچھا خدا حافظ

—— ۲۳ ——

صدیقی الاجل،

آپ کا فرمان سر آنکھوں پر، لیکن یہ تو فرمایئے کہ

طاقتِ نغمۂ پرواز کہاں سے لاؤں

"عرش" سے نیچے اتر کر "فرش" کی دنیا پر بھی کبھی کبھی غور کرنے کی عادت ڈالیے۔ ہائے کمبخت نظیری کیا کہہ گیا ہے؟

بزیرِ شاخِ گل افعی گزیدہ بلبل را
نواگرانِ نخوردہ گزند را چہ خبر

تو بھائی تم ٹھہرے "نواگران نخوردہ گزند" اس لئے تمہیں کیا خبر کہ یہاں کتنے سانپ اسوقت تک ڈس چکے ہیں۔ مگر خوش رہو کہ گاہے گاہے پوچھ تو لیتے ہو "ناکردہ گناہوں" کی حسرتوں میں ہیجان تو پیدا کر دیتے ہو ——— میاں الیاس کہاں ہیں ——— میں نے سنا تھا کہ انھوں نے ——— نہیں نہیں ——— کسی نے ان سے نکاح کر لیا ہے اگر یہ خبر خدا نخواستہ صحیح ہے تو میری تعزیت ان تک پہونچا دو کیونکہ آج نہیں تو کل کسی کو جان دینا ضرور، تو یہ کس قدر ظالم انسان ہے؟ "محسن کش" تو بہت دیکھنے میں آئے لیکن "محبوب کش" آجتک کسی کو نہ دیکھا تھا۔ یہ شاید نیسر اشکار ہے۔ اللھم زد فزد،

——— ۲۴ ———

بے دیکھے کہہ دیا کہ چنے ہم نہ کھائیں گے   کچھ ہم کہاں ہیں یار آبا سے ہوئے تو ہیں

سچ کہتا ہوں آج بے اختیار جی چاہ رہا ہے کہ تم سے کچھ ایسی ہی باتیں کروں نہایت بے تکلفانہ اور حد درجہ سطحی و سفیہانہ! ——— اُف یہ عقل و ہوش کی دنیا بھی کس قدر تکلیف دہ آزار کی دنیا ہے ——— بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید دماغ کی تمام رگیں ٹوٹ جائیں گی ——— تو پھر آ جاؤ نا! ایک بار ہم تم دونوں پھر بے وقوف بن کر کم از کم ایک رات تو اس طرح بسر کر دیں کہ صبح اٹھیں تو دماغ پورا سکون محسوس کر رہا ہو۔ بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھیں اور حیرت کریں کہ ان کے نقل و حرکت سے کیسے کیسے جانوروں کی شکلیں بنتی ہیں، جلدی جلدی انہیں گزرتے ہوئے دیکھیں اور کہیں کہ دیکھو چاند کتنی تیزی سے بھاگا

جا رہا ہے ـــــ گھنٹوں چاند کو دیکھتے رہیں اور کہیں کہ واقعی بڑھیا چرخا کاتتی ہوئی نظر آرہی ہے ۔ چڑیوں کو دیکھیں اور ایک دوسرے سے کہیں کیوں جی کس مزے سے ان کی زندگی بسر ہوتی ہے ، جہاں جی میں آیا پھر سے ادھر اُڑ گئیں ۔ پھر سے اِدھر اُڑ آئیں ، کس قدر جی چاہتا ہے کوئی کہانی سنائے لیکن کہانی اس قسم کی ہو جس میں ایک شاہزادے کو تین راستوں پر جانے کی اجازت مل جاتی ہے لیکن چوتھے راستے پر جانے کی ممانعت ہوتی ہے ، وہ شکار کی غرض سے وزیر زادے کو ساتھ لے کر جنگل میں پہونچتا ہے اور جان بوجھ کر اسی چوتھے راستہ پر ہو لیتا ہے ، کچھ دور چل کر دریا کے اندر رستے سے لعل تیرتے ہوئے ملتے ہیں ، وہ اس سراغ پر ایک مکان تک پہونچتا ہے جہاں چھینکے میں کسی خوبصورت شاہزادی کا کٹا ہوا سر لٹکا ہوا ہے ، اور شاہزادہ اس کو ہلاک کر کے شاہزادی کو اپنے ساتھ لے آتا ہے ـــــ یا پھر اس قسم کی کہانیاں ـــــ جن میں کوئی شاہزادہ کسی طلسمی شہر میں پہنچتا ہے ۔ جہاں ہر چیز پتھر کی نظر آتی ہے ـــــ دفعتاً ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ پلٹ کر دیکھتا ہے اور خود بھی پتھر کا ہو جاتا ہے ۔ یا پھر اس طرح کی جن میں کوئی شاہزادی مسحور شاہزادے کے جسم سے جادو کی سوئیاں نکالتی ہے لیکن جب صرف آنکھوں کی سوئیاں باقی رہ جاتی ہیں تو کنیز اس خدمت کو انجام دیتی ہے اور آخرکار خود شاہزادی بنجاتی ہے ـــــ یا پھر ایسی جن میں سر پر جادو کی کیل ٹھونک کر کسی شاہزادے کو چڑیا بنا دیا جاتا ہے اور شاہزادی اتفاق سے اس چڑیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کیل کو محسوس کر لیتی ہے اور اس کے نکالتے ہی وہ چڑیا فوراً ایک خوبصورت شاہزادے میں تبدیل ہو جاتی ہے ـــــ آہ! وہ زمانہ اب کیونکر واپس آئے ـــــ وہ شام کو دریا کے کنارے لایعنی طور پر بیٹھے رہنا وہ دوپہر کو باغوں میں جا جا کر چوری چھپے امرود توڑ توڑ کر کھانا ـــــ وہ چاندنی راتوں میں گھنٹوں آنکھ مچولی کھیلنا اور پھر دبے پاؤں گھر واپس آنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک موج سلسبیل تھی جو گزر گئی ، نسیم کا ایک جھونکا تھا

جو آیا اور غائب ہو گیا۔ انسان احمق و بیوقوف پیدا ہوا اور حماقت ہی میں اس کے لئے سکون ہے — اللہ محفوظ رکھے عقل و فراست سے جس نے انسان کو کبھی نہ ٹوٹنے والے دام میں پھانس رکھا ہے — وہ سنئیے کوئی صاحب "مولانا، مولانا،، پکار رہے ہیں، اچھا رخصت، کیونکہ مجھے پھر وہی مکر و فریب کی باتیں کرنا ہے اور کسی کو دھوکا دیکر خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دینا ہے۔

—— ۲۵ ——

آپ کو کس طرح مخاطب کروں؟

محترمہ لکھ نہیں سکتا کہ آپ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی ہیں اور یوں بھی اس سے ایک اجنبیت ظاہر ہوتی ہے جسے میں پسند نہیں کرتا —— عزیزہ لکھ سکتا ہوں بشرطیکہ مجھے یقین ہو اس امر کا کہ آپ چھوٹے عزیزوں کی طرح میرا کہنا مان لیں گی — کل ہی آپ کے شوہر اور میرے محبوب دوست کی مفصل تحریر مجھے ملی جس سے مجھے باہمی کشمکش کا حال معلوم ہوا آج آپ کی تحریر سے اور زیادہ توثیق ہو گئی — سنئیے اگر کوئی بات خلاف مزاج ہو تو بھی سنئیے —— کہ ہندوستان کی عورت ابھی اس سطح پر نہیں آئی جو مغرب میں پائی جاتی ہے خدا وہ وقت لائے کہ یہاں بھی وہ کلہ بکلہ مرد کو جواب دے سکے لیکن جب تک وہ ساعت نہ آئے محض "آزدی حاصل،، سمجھ لینا قرین عقل نہیں —— یاد رکھئیے اسوقت تک کہ عورت معاش کی طرف سے بے نیاز نہ ہو جائے اُسے کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ مرد کے ساتھ درجۂ مساوات کی مدعی ہو — پھر چونکہ یہاں کا مرد عورت کی اس بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرتا ہے اس لئے قدرتاً اس میں ایک جذبۂ انانیت و تفوق پیدا ہونا چاہئیے۔ عورت اسے برداشت نہ کرے گی تو کرے گی کیا — ؟

—— ایک بات —— دوسری بات جو میرے خیال میں عام طور پر باہمی کشمکش کا سبب ہوا کرتی ہے عورت کا جذبۂ رشک اور اس کی "نو کاوش پسندی،، ہے۔ یعنی وہ اس کوشش میں کہ مرد پر پوری طرح

مستولی ہو جائے اس کی جائز تفریحوں اور ضروری آزادیوں میں مخل ہونے لگتی ہے اور ہر وقت اس فکر میں لگی رہتی ہے کہ مرد کہاں جاتا ہے۔ کس کس سے ملتا ہے اور کس جگہ کتنا وقت صرف کرتا ہے ـــــ زیادہ محبت کرنے والی عورتوں میں ''مایوسی'' کی یہ کیفیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور رات دن وہ اسی فکر میں مبتلا رہتی ہیں ـــــ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد چند دن تک تو اُسے برداشت کر لیتا ہے۔ لیکن جب اُسکے جذبۂ خودداری کو زیادہ ٹھیس پہونچنے لگتی ہے تو عورت کی طرف سے ایک قسم کا انحراف اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے جو بڑھتے بڑھتے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اسی قسم کی ''محبت'' کا شکار ہیں اور یہی اصل سبب تعلقات کی ناخوشگواری کا ہے ـــــ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جبتک آپ کے حقوق ادا ہو رہے ہیں اور آپ کے ساتھ محبت و خلوص کا سلوک ہو رہا ہے۔ آپ کیوں اس جستجو میں اپنا دل دکھاتی رہتی ہیں کہ وہ کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہندوستان میں زن و شوہر کی ناچاقی کا سبب ۸۰ فی صدی، یہی ہوتا ہے اور میں اس باب میں یقیناً عورت کو خطاوار ٹھہراتا ہوں۔

مجھے معلوم ہے کہ اُنہیں آپ سے بہت محبت ہے، اور آپکو بھی اس کا اعتراف ہے، پھر کیوں نہ آپ اس یقین پر قانع رہ کر مسرور زندگی بسر کریں، اور کیوں نہ آپ اس کا موقع دیں کہ وہ ہلکے ہلکے گناہ کر کے کسی بڑے گناہ سے بچے رہیں اگر واقعی اُن کی آزادی میں کوئی صورت ''گناہ'' کی پیدا ہوتی ہے امید ہے کہ آپ کسی وقت تنہائی میں سکون دل کے ساتھ میری تحریر پر غور کریں گی، اور اگر آپ کی نسوانی فطرت اس پر عمل نہیں کر سکتی اور آپ یہی چاہتی ہیں کہ ''رنجش بیجا'' سے آپ کو منفعل نہ ہونا پڑے تو میں خود اُن کی طرف سے ''می آرم اعتراف گناہ بودہ را''

باز نکلتا ہے! تمہیں معلوم ہے کہ مایوسی کے کس دور سے گزر رہا ہوں یعنی

راضی ہوں، اگر اعدا بھی کریں فیصلہ اپنا

مگر تم نے تو اس خط میں وہ بات لکھی کہ اب کیا کہوں۔ نہ آنکھوں کو اعتبار، نہ دل کو اعتماد! کیونکر باور کر لوں! اسی لئے چاہتا ہوں کہ پھر تصدیق ہو جائے ایک بار پھر وہی کہہ دو، اور سچ مچ جلا دو ——— تمہاری پذیرائی کی ہمت نہیں تمہارے دیدار کی تاب نہیں۔ مگر پھر بھی تمہیں "دعوتِ امتحان" دیتا ہوں، آؤ اور ان تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ آؤ جو تمہاری فطرت ہیں اور میری روح کی لذت ——— اچھا تو بتاؤ کس تاریخ، کس دن، کس ساعت یہ چودھویں کا چاند میرے "ظلمت خانے" میں طلوع کریگا۔ بچ؟

اجی جاؤ بھی مذاق کر رہے ہو، بنا رہے ہو ——— سچ کہتا ہوں مجھے تو اس وقت بھی یقین نہ آئے گا جب تم میری آغوش میں ہوگے اور میں تمہارے شانے پر سر ڈالے ہوئے آنسو بہا رہا ہوں گا ——— آہ،

——— ۲۷ ———

آپ کی رہبری و چارہ سازی میں کلام نہیں، لیکن اس کا کیا علاج کہ

من از آتش دخان بینم تو آتش از دخان بینی

آپ کے نزدیک معیشت و معاشرت کا تغیر پہلا قدم ہے ملک کی آزادی کی طرف میں کہتا ہوں کہ اس کے لئے صرف انقلاب احساس اور عزم صمیم کا ہے۔ تاہم مجھے کھادی کے استعمال سے اختلاف نہیں، چپل پہننے سے احتراز نہیں میں تو ان دونوں چیزوں میں خاص قسم کی روحانیت پاتا ہوں، خصوصیت کے ساتھ گورے رنگ اور صاف چہرے پر تو اس کے نکھار کا عجب عالم ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ چہرے کا کشمیری رنگ اور سواری کے لئے موٹر کہاں سے لاؤں ——— کھادی پہننا اور بری صورت لئے ہوئے بازار میں جوتیاں چٹخاتے پھرنا مجھے پسند نہیں۔ کیا یہ کھادی کی توہین نہیں؟

آپ کے لئے یقیناً موزوں ہے کیونکہ آپ کو خوش قسمتی سے دونوں نعمتیں

حاصل یہ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ نماز کی طرح اب کھادی سے بھی زیادہ تر نمائش کا کام لیا جاتا ہے اور مقصود کا سوال بہت کم لوگوں کے سامنے ہے اس لئے چند دن اور غور کرنے دیجئے شاید نقد و نسیہ کی تمیز کوئی بہتر صورت اختیار کرے۔ ذاکر سے پوچھئے کہ نام تو یہ اور فراموش کاری کا یہ عالم کہ گویا ہمارا شمار خدا کی مخلوق ہی میں نہیں، معاذ اللہ!

—— ۲۸ ——

مجتبیٰ!

آپ بھی کیا پرانا قصہ لے کر بیٹھ گئے —— نہ اب امیر موجود نہ داغ، نہ انکی شاعری کی ضرورت، نہ ان کی غزل سرائی سننے کی کسی کو فرصت، نہ جان عالم پیا رہے، نہ محمد شاہ رنگیلے —— اور تو اور —— بقول شخصے سرسید اور ذکاء اللہ بھی تو نہیں رہے، پھر اب غزل و موسیقی کا کیا خاک لطف ہے —— میں بھی اسوقت آپ کی طرح بے تکی ہانک رہا ہوں —— اگر اس میں بھی آپ کو شاعری نظر آتی ہے تو آداب عرض کرتا ہوں اور حسن سماعت کی داد دیتا ہوں لیکن "مکرر ارشاد ہو" کی شرط نہیں، کہئے یہ مضمون نذر آتش کر دوں، صرف اس رعایت سے کہ آتش بھی ایک شاعر کا تخلص تھا، ورنہ بیمہ کرا کے سر بمہر خدمت گرامی میں بھیج دوں تاکہ شافع محشر کے سامنے وقت ضرورت آپ اس کو پیش کر سکیں،

نگار کا رنگ آپ کو معلوم، میرے ذوق سے آپ آشنا، زمانہ کی ضرورت سے آپ آگاہ، پھر بھی پورے ۲۲ صفحے ان مہملات میں سیاہ کر دیئے، ——
بندۂ خدا اتنا وقت کسی اور لذیذ گناہ میں صرف کرتے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی مجھے سنا دیتے کہ تمہیں نہیں تو مجھ ہی کو کچھ لطف آجاتا ——————
لاحول ولا قوۃ!

—— ۲۹ ——

معقول! ادھر مجھ سے تو یہ کہنا کہ میں انہیں جانتا بھی نہیں، ادھر میرے

متعلق ان کے سامنے ایک مستقل باب بحث و گفتگو کا کھول دینا میرے پاس جو تحریر ان کی آئی ہے بھیجتا ہوں،

ادھر لاؤ ذرا دستِ حنائی
پکڑ لیں چور کا دل ہم نہیں ہے

والا کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس میں سوائے محبت و خلوص کے کچھ نہیں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ محبت کا احسان ماننے والے دولت کے احسان کو مشکل سے قبول کر سکتے ہیں۔ آپ سے تو میں نے یوں ہی برسبیل تذکرہ کہہ دیا تھا کہ وہ چاہیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے مگر آپ نے شاید اس کو میری طرف سے "حسن طلب" قرار دیا۔ مہربانی فرما کر انہیں لکھ دیجئے کہ مجھے ان کی امداد کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھی ان پر ظاہر کر چکا ہوں کہ در محبت انسان کو ذلیل کر دیتی ہے ــــــ اس کی ایک مثال یہ بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ "گدائے متکبر" ہوں اور پیسہ لینے کے بعد سو ڈنڈے مارنے کا اور احسان دوسروں پر رکھنا چاہتا ہوں ــــــ سو بتاؤ ایسے احمق مجھے دنیا میں کہاں ملیں گے؟ آئندہ اس التفات و خلوص سے مجھے معاف رکھئے اور یہ سمجھنا چھوڑ دیجئے کہ جو بات کہی جاتی ہے اس میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غرض دنیا ضرور شامل ہوتی ہے۔ مجھے تو ان کی اس زبانی ہمدردی ہی نے رات بھر بے چین رکھا ــــــ خدا جانے کیا ہوتا اگر وہ عملاً اظہار ہمدردی کرتے۔ مجھے نہ ان کی نیت پر شبہ ہے نہ آپ کی محبت پر، کہنے کی بات نہیں ہے مگر کہتا ہوں کہ کسی نے میرے ساتھ بھلائی کی اور مجھے اس سے نفرت ہوئی کیونکہ خواہ مخواہ دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ وہ مجھے ذلیل سمجھتا ہو گا۔ پھر تمہیں بتاؤ کہ ایسا نامعقول شخص احسان کئے جانے کے قابل ہے؟ اگر ان سے موجودہ صاحب سلامت ترک کرانا ہو تو خیر، ورنہ انہیں لکھ دو کہ اس معاملہ کو یہیں تک رکھیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں،

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

کرم گستر!

رہبری کا شکریہ، لیکن کیا کروں میری گمراہی تو سکندر کی سی گمراہی ہے۔ کہ خضر بھی ذرۂ آب حیوان، تک پہونچانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ میں آپ کی ہدایت پر ایک سے زائد باران کی صحبت "مراقبہ وسلوک" میں شریک ہو چکا، ہوں گھنٹوں سر جھکائے رہنے کے بعد گردن میں درد تو ضرور پیدا ہو گیا، لیکن دل پر اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ "حضرت" کی صورت ہی مجھے اچھی معلوم ہونے لگتی!

فرمایا — کیا چاہتے ہو؟ — میں نے جواب دیا — "روحانیت"

بولے — روحانیت سے کیا مراد ہے؟"

میں نے کہا — بادہ خواری کی توفیق اور گناہ کرنے کی اہلیت" قریب تھا کہ گردن میں ہاتھ دے کر مجھے نکال دیتے لیکن میں نے کہا — "جناب غصے کی کوئی بات نہیں، جب روحانیت کا مفہوم خود آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں تو سوائے اس کے کیا عرض کروں۔ میں تو آپ کے پاس خود یہی سوال لے کر آیا ہوں اور آپ الٹا مجھ ہی سے دریافت کرتے ہیں" یہ سنکر غیر غصہ تو کیا کم ہوتا لیکن ایک حد تک ضبط پر قادر ہو گئے اور فرمایا۔ "پھر بھی تمہارے نزدیک کوئی نہ کوئی مفہوم روحانیت کا ہوگا، وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں" — میں نے کہا — "میرے نزدیک روحانیت نام ہے صرف پاکیزہ اخلاق کا" — دریافت فرمایا — "کوئی مثال دو" میں نے جواب دیا "مثلاً گاندھی جی" اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ یہ سن کر کیا حال ہوا — ایک ایک زبان میں ہزار ہزار گالیاں مجھے اور لاکھ لاکھ غریب گاندھی کو دے ڈالیں — میں نہایت خاموشی سے سنتا رہا اور جب وہ کامل آدھ گھنٹے تک گلفشانیاں ختم کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو میں نے کہا: "بہتر ہے میں رخصت ہوتا ہوں کیونکہ پہلا درس اخلاق تو آپ کی طرف سے آج ختم ہو گیا، اگر اس سے جاں بر ہو گیا تو پھر حاضر ہوں گا ورنہ غالباً نجات کے لئے

اسی قدر کافی ہے ۔۔۔ جی میں آیا تھا کہ ان حضرت کو ایک بار بے نقاب
کر کے نگار کے صفحات پر لے آؤں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ برہم ہو جائیں
خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا ۔۔۔ اب آپ کبھی آئیں گے تو آپ ہی کے ساتھ
دوسرا درس لینے چلوں گا ۔۔۔ یوں تو مجھ میں ہمت نہیں ۔

۔۔۔۔۔ ۳۱ ۔۔۔۔۔

غلامی مبارک ، کچھ زمانہ ہوا یہ حماقت مجھ سے بھی سرزد ہوئی تھی لیکن بعد کو
معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی کسی کا رہبر نہیں۔ مجبوراً یہ تعلق ترک کیا اور خود اپنی ہی ذات
کی طرف توجہ کی۔ نتیجہ کیا ہوا ؟ اگر یہ کہوں کہ تمام حجابات دفعتاً اٹھ کر ذات و ماسوا
سب سامنے آ گئے تو تم مانو گے نہیں ، کیونکہ بدقسمتی سے وہ صورت ددہ وضع نہیں
رکھتا جو تم ایسے احمقوں کو فریب میں مبتلا کر سکے ۔۔۔ اگر یہ کہوں کہ میں نے رتبہ
ابدال کی خدمت میرے سپرد کی گئی اور میں نے انکار کر دیا تو اس کا یقین اور
بھی تمہیں نہ آئے گا کہ کجا یہ گناہگار اور کجا یہ سعادت ، اس لئے تمہیں حقیقت کا
یقین کیونکر دلاؤں کہ رفع حجاب اور ابدالیت کا تو ذکر ہی کیا منزل قطبیت سے
بھی گزر کر ایک خاص درجہ پر فائز ہوں اور بغیر کسی واسطے کے براہ راست انوار
ربانی سے معاملہ رکھتا ہوں ، ادھر آؤ ، " اگر یقین نہ داری بہ امتحان برخیز "
اور بیعت کر کے دیکھو کہ تمہارے پیر ٹھکانے کی باتیں کہتے ہیں یا یہ " دل خانہ خراب "!
مگر مجھے معلوم ہے اور از روئے " کشف " معلوم ہے کہ تم مانو گے نہیں اور ہمیشہ یوں
ہی مسجدوں اور خانقاہوں میں بھٹکتے رہو گے ۔

سر روحانیاں داری ولے خود را ندیدستی
بہ خواب خود در آ تا قبلۂ روحانیاں بینی

۔۔۔۔۔ ۳۲ ۔۔۔۔۔

صدیقی
قربانی کے باب میں میرا بھی وہی مسلک ہے جو آپ کا ، کیونکہ آج تک

اسی قدر کافی ہے،، ——— پھر جی میں آیا تو کہ ان حضرت کو ایک بار بے نقاب کر کے نگار کے صفحات پر لے آؤں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ برہم ہو جائیں خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا ——— اب آپ کبھی آئیں گے تو آپ ہی کے ساتھ دوسرا درس لینے چلوں گا ——— یوں تو مجھ میں ہمت نہیں ۔

—— ۳۱ ——

غلامی مبارک، کچھ زمانہ ہوا یہ حماقت مجھ سے بھی سرزد ہوئی تھی لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی کسی کا رہبر نہیں۔ مجبوراً یہ تعلق ترک کیا اور خود اپنی ہی ذات کی طرف توجہ کی۔ نتیجہ کیا ہوا؟ اگر یہ کہوں کہ تمام حجابات دفعتاً اٹھ کر ذات وماسوا سب سامنے آ گئے تو تم مانو گے نہیں، کیونکہ بدقسمتی سے وہ صورت وہ وضع نہیں رکھتا جو تم ایسے احمقوں کو فریب میں مبتلا کر سکے ——— اگر یہ کہوں کہ میں مرتبہ ابدال کی خدمت میرے سپرد کی گئی اور میں نے انکار کر دیا تو اس کا یقین اور بھی تمہیں نہ آئے گا کہ کجا یہ گناہگار اور کجا یہ سعادت، اس لیے تمہیں حقیقت کا یقین کیونکر دلاؤں کہ رفع حجاب اور ابدالیت کا تو ذکر ہی کیا منزل قطبیت سے بھی گزر کر ایک خاص درجہ پر فائز ہوں، اور بغیر کسی واسطے کے براہ راست انوار ربانی سے معاملہ رکھتا ہوں، ادھر آؤ، "اگر یقین نداری بہ امتحان بر خیز" اور بیعت کر کے دیکھو کہ تمہارے پیر بھٹکانے کی باتیں کہتے ہیں یا یہ" دل خانہ خراب"! مگر مجھے معلوم ہے اور از روئے "کشف،، معلوم ہے کہ تم مانو گے نہیں، اور ہمیشہ یوں ہی مسجدوں اور خانقاہوں میں بھٹکتے رہو گے۔

سر روحانیاں داری ولے خود را ندیدستی
بہ خواب خود در آ تا قبلۂ روحانیاں بینی

—— ۳۲ ——

صدیقی

قربانی کے باب میں میرا بھی وہی مسلک ہے جو آپ کا، کیونکہ آج تک

میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ [illegible] ذبح بھی کرے [illegible] ثواب آئے"
لیکن ازروئے [illegible] ایک جان ضرور دیتا ہوں، اس کو "قربانی"، اس لئے نہیں کہتا کہ نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیتا ہوں اور جس وقت لوگ عیدگاہ سے واپس آتے ہوں یہاں ہضم رابع بھی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں کہ قیامت میں مجھے تماشا بننا منظور نہیں کہ پل صراط سے بکرے کی پیٹھ پر سوار گزر رہا ہوں اور لڑکے پیچھے تالیاں پیٹ رہے ہیں۔ لیکن چونکہ نشاط قومی قائم رکھنے کے لئے ایسے تہواروں کا قائل ہوں جن میں روز کی بے آب و رنگ زندگی سے ہٹ کر چند ساعتیں چہل پہل میں گزر جائیں اسی لئے یہ گناہ کر لیتا ہوں، ہولی اپنے یہاں نہیں تو کیا خون کی چند چھینٹوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھوں مگر آپ کا فلسفہ تو شاید یہ ہو گا کہ دوپہر کو بھنی ہوئی کلیجی اور شام کو بریانی کا درد سر کون مول لے، نقصان مایہ اور دعوت ہمسایہ!

———۳۳———

عزیز عبید آپ کا خط لے کر آئے۔ آپ کا خط نہ ہوتا تو بھی کیا صرف انسانیت کا تعلق میری ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کم تھا — آپ مطمئن رہئے — میں نے ان کے تمام اوقات کا لحاظ رکھ کر پوری راحت و آسائش کا انتظام کر دیا ہے، حتیٰ کہ پلنگ کے پاس ایک چوکی اور چوکی پر ایک نرم جانماز بچھوا دی ہے تاکہ وہ نہایت سکون کے ساتھ اوراد و وظائف پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے رہیں۔

آپ کو یہاں کی حالت معلوم ہو یا نہ ہو لیکن کم از کم میری نا اہلی و بیچارگی سے تو آپ ناآشنا نہیں۔ وہ شخص جو ایک ایک مہینہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے وہ جو کسی کے سامنے کوئی غرض لے کر جانا "شرک فی التوحید" سمجھے، اس سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن اسے بھی جانے دیجئے، میں رات دن ان کے لئے سرگرداں رہنے کے لئے آمادہ ہوں اور ایک ایک کے سامنے دست سوال پھیلانے کے لئے

میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ یہی ذبح بھی کرے ہے وہی سے ثواب آتا ہے؟ لیکن ۱۰ ذی الحجہ کو ایک جان ضرور دیتا ہوں، اس کو "قربانی" اس لیے نہیں کہتا کہ نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیتا ہوں اور جس وقت لوگ عید گاہ سے واپس آتے ہیں یہاں ہضم رابع بھی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں کہ قیامت میں مجھے تماشا بننا منظور نہیں کہ پل صراط سے بکرے کی پیٹھ پر سوار گزر رہا ہوں اور لوگ پیچھے تالیاں پیٹ رہے ہیں۔ لیکن چونکہ نشاط قومی قائم رکھنے کے لئے ایسے تہواروں کا قائل ہوں جن میں روز کی بے آب و رنگ زندگی سے ہٹ کر چند ساعتیں چہل پہل میں گزر جائیں اسی لئے یہ گناہ کر لیتا ہوں، ہولی اپنے یہاں نہیں تو کیا خون کی چند چھینٹوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھوں مگر آپ کا فلسفہ تو شاید یہ ہوگا کہ دوپہر کو بھنی ہوئی کلیجی اور شام کو بریانی کا دور سر کون مول لے، نقصان مایہ اور دعوت ہمسایہ!

۳۲

عزیز عبید آپ کا خط لے کر آئے۔ آپ کا خط نہ ہوتا تو بھی کیا صرف انسانیت کا تعلق میری ہمدردی حاصل کرنے کے لئے کم تھا — آپ مطمئن رہیے — میں نے ان کے تمام اوقات کا لحاظ رکھ کر پوری راحت و آسائش کا انتظام کر دیا ہے، حتیٰ کہ پلنگ کے پاس ایک چوکی اور چوکی پر ایک نرم جانماز بچھوا دی ہے تاکہ وہ نہایت سکون کے ساتھ اوراد و وظائف پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے رہیں۔

آپ کو یہاں کی حالت معلوم ہو یا نہ ہو لیکن کم از کم میری نا اہلی و بیچارگی سے تو آپ ناآشنا نہیں۔ وہ شخص جو ایک ایک مہینہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے وہ جو کسی کے سامنے کوئی غرض لے کر جانا "شرک فی التوحید" سمجھے، اس سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن اسے بھی جانے دیجئے، میں رات دن ان کے لئے سرگرداں رہنے کے لئے آمادہ ہوں اور ایک ایک کے سامنے دست سوال پھیلانے کے لئے

بھی تیار، لیکن جانتا ہوں کہ صاف انکار کی کسی میں ہمت نہیں اور ایفائے عہد کی توفیق نہیں، پھر آپ ہی بتائیے کہ وہ کب تک اپنا وقت ضائع کریں گے۔ اوّل تو نوکری ملنا آسان نہیں اور اگر ہزاروں احسان رکھنے کے بعد کسی نے دفتر میں کوئی جگہ دی بھی تو بیس پچیس حد ہے، خدا کے لئے ان سے کہئے یا آپ اجازت دیں تو میں کہہ دوں کہ میاں داڑھی بڑھا لو اور تہمد باندھ کر کسی مسجد میں خدا رسول کے متعلق جتنی سمجھ میں نہ آنے والی باتیں ہو سکتی ہیں لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دو، پھر دیکھو چند دن میں فتوحات کا کیا عالم ہوتا ہے۔

آپ مطمئن رہئے سعی میں کمی نہ ہو گی، سچ کہتا ہوں مجھے کامیابی کی کوئی امید نہیں ——— اگر تجارت کا شوق ہو تو بیشک میں بمبئی اپنے ایک کرم فرما کے پاس بھیج سکتا ہوں جو دولت و دل دونوں حیثیت سے بہت بڑے شخص ہیں ان کے پاس چند دن کام سیکھیں اور انہیں کے منشا کے مطابق اپنا کام شروع کر دیں ——— کہئے منظور ہے یا نہیں۔

——— ۳۴ ———

محبّی

معاف فرمائیے جواب تعویق سے جا رہا ہے، چند دن کے لئے اُجّین چلا گیا تھا وہاں سے واپس آیا تو ایک اور درد سر مول لے لیا جس سے ابھی تک نجات نہیں ملی، لیکن آخر کب تک آپ کو منتظر رکھتا، مجبوراً لکھ رہا ہوں، گو جی نہیں چاہتا۔ سنئے! آپ نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کا ایک قدیم نسخہ میرے پاس ضرور موجود ہے اور مجھے عاریتاً کیا ارادتاً پیش کر دینے میں بھی کوئی عذر نہیں ہو سکتا لیکن یاد رکھئے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ ہے کہاں؟ یعنی یہاں یا فتحپور میں، بہر حال آپ مطمئن رہئے وہ آپ تک ضرور پہونچ جائے گا لیکن آج یا دو سال کے بعد؟ اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا ——— یہ تو جواب ہو گیا آپ کے خط کے اس حصے کا جو بقول آپ کے واقعی میرے لئے "غیر دلچسپ" تھا ——— رہ گیا

دوسرا حصہ جس میں آپ نے مجھے میری آئندہ زندگی کے متعلق چند محبت آمیز مشورے دیئے ہیں سو اس کے جواب میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ

نظارۂ خوباں بسے دلغیر حرام است
دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا

اگر ناگوار ہو تو شعر کے "طنز یاتی"، پہلو کو اڑا دیجئے اور خوش ہو جایئے کہ میں نے "اعتراف گناہ"، بھی کر لیا اور توبہ بھی ——— آہ! کاش کہ آپ اس فلسفہ کی صداقت پر بھی کبھی ایمان لے آتے کہ

دل از تمکیں شود بے ذوق زنہار
گہے طفلے شود مستانہ می رقص!

۳۵

اے حضرت ندا

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خود تو آپ وہی گناہ سو بار کرنے پر بھی بس نہ کریں اور میرے لئے ایک بار کی جسارت بھی حرام ہو ——— پہلے آپ بتایئے کہ آپ نے میری پچیس تحریروں کا جواب کیوں نہیں دیا پھر میں بھی بتاؤں گا کہ آپ کی ایک تحریر کے جواب میں مجھ سے کیوں تاخیر ہوئی ——— معقول! میں سوچتا ہوں کہ آپ عدالت گاہ میں کیا خاک انصاف کرتے ہوں گے، غریبوں کا خون ہی ہوتا ہوگا

سنیئے، نامہ گرامی پہلی کو مجھے ملا اور دوسری کو مجھے ایک عزیز کی ناگہانی موت کی وجہ سے بھوپال چھوڑنا پڑا، ایک ہفتہ کے بعد واپس آیا تو تپ میں مبتلا ہو گیا ایک سو چار ڈگری اور کچھ پوائنٹ! کچھ سمجھے آپ،

پرسوں اس قابل ہوا ہوں کہ سہارے سے بیٹھ سکوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ سن کر آپ رسمی ہمدردی کے چند الفاظ لکھ دیں گے اور خود اپنی فراموش کاری کا وہی فرسودہ عذر پیش کر دیں گے کہ "خط ملے ہی نہیں"

۳۶

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں ہوں ما

سیماب پشت گرمیٔ آئینہ دے ہے ہم

حیراں کیے ہوئے ہیں دل بیقرار کے

اگر کوئی ذریعہ سکون کا ہے تو صرف یہ خیال کہ جب زندگی کرنا نہیں تو دل کے در اضطراب بے مدّعا، پر کیوں سر دھنا جائے۔

پرسوں مرزا جی کے خط کے ساتھ ایک تحریر برادر کسی کی بھی ملی اُس نے قیامت ڈھادی، ارشاد ہوتا ہے۔

آجاؤ جو تم کو آنا ہو ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

اب فرمائیے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں؟ سر پھوڑنا تو خیر اختیاری بات ہے اس کے علاوہ جو صورت جواب کی ہو وہ سوچئے —— "آتشیں چشم و گوش" اگر کوئی گناہ ہے تو خدا بھی زیادہ سے زیادہ یہی سزا اس کی دے سکتا تھا۔

میں نے تو فی الحال کلیجہ پر پتھر رکھ کر یہی جواب دے دیا ہے کہ —— "فی الحال" اس شردہ زبدہ سے تو جانبر ہو لینے دیجئے، ممکن ہے یونہی کام تمام ہو جائے"۔

۳۷

مکرمی میاں صاحب!

میں آپ سے جدا ہو کر یہاں آنے کو تو آگیا، لیکن خدا شاہد ہے کہ —— دل و دماغ وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ ایک چیز آپ کے پاس اور دوسری ان کے اب تقاضا کروں بھی تو کس سے، آپ سے کہ دماغ کا ہر ہر نقش آپ ہی کا مرہون کرم ہے —— ان سے کہ دل پھیر بھی دیں تو بصد لجاجت انہیں کو سونپ دینا پڑے۔

میری بندگی ان تک پہونچا دیجئے اور کہہ دیجئے کہ میری زندگی بے مزہ کر کے انہیں کیا ملا؟

۳۸

ظالم! خدا مجھے زخم سے تو نہیں مگر) اس سے جس نے نہیں سمجھا دیا کہ محبت کی آزمائش یوں بھی ہوا کرتی ہے ـــــ میں پوچھتا ہوں کہ میں نے کیا قصور کیا تھا جو یوں مجھ سے روٹھ گئے، قسم ہے جو میں نے آپ کی غیبت میں کوئی لفظ بھی آپ کے متعلق ان سے کہا ہو ـــــ یہ آخر آپ نے انہیں اسقدر معصوم اور اپنے آپ کو اس درجہ مستحق کرامت کیوں سمجھ لیا۔ کیا آپ سے زیادہ گناہ گار کوئی اور انہیں دنیا میں مل ہی نہیں سکتا۔؟

میاں ہوش میں آؤ! کیسی محبت، کہاں کی الفت، جوانی میں بڑھاپے کے سے گلے شکوے کچھ اچھے نہیں معلوم ہوتے ـــــ وہ ایک دفعہ بھلا دینے کی دھمکی دیں تو تم سو دفعہ منہ موڑ کر چلے آؤ ـــــ یہ بھی کوئی بڑی بات ہے تمہاری عمر میں تو یہاں دل کے اندر نشتر پر نشتر پیوست ہوتے تھے اور پھانس کی طرح نکال کر پھینک دیتا تھا۔

۳۹

صدیقی العزیز!

آپ کو معلوم ہے کہ یہ تحریر کس کے ذریعہ سے بھیج رہا ہوں ـــــ پہلے اُٹھ کر سروقد تعظیم دیجئے۔ پھر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایئے اور دست بوسی کر کے صدر میں بٹھایئے ـــــ اس کے بعد بتاؤں گا کہ یہ کون ہیں؟

سُنیئے، ان کے جدّ بزرگوار تو خیر صرف ہمارے فتح پور ہی کے صاحب خدمت تھے لیکن ان کے والد محترم کے سپرد تو پوری کمشنری الہ آباد کا نظم و نسق تھا، یہ خود کیا ہیں مجھے تو ان کے بیان سے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ یورپ کے جس قطب نے جنگ عظیم کرادی تھی اس کو شکست دے کر انھوں ہی نے آپس میں صلح کرائی ہے، یہ اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ آپ ہی اس کی حقیقت کو سمجھ سکیں میرے بس کی تو بات ہے نہیں ـــــ یہ فی الحال اپنے گاؤں میں ایک مسجد بنوا رہے

ہیں اور امداد کے طالب ہیں ـــــــ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے گاؤں میں کوئی اور مسجد نہیں، تو فرمایا کہ "مسجدیں تو کئی ہیں لیکن بے مینار کی مسجد کوئی نہیں"، میں ڈر کے مارے یہ نہ کہہ سکا کہ کیوں نہ آپ موجودہ مسجدوں کے مینار تڑوا دیں اس میں زیادہ آسانی ہے" شاید آپ انہیں سمجھا سکیں بہرحال آدمی بہت دلچسپ ہیں اور ہمدردی کے قابل ہیں"

۴۰

چلو ہٹو، میں تم سے بات نہیں کرتا اُن سے کہہ رہا ہوں جن کے متعلق تم یہ کہا کرتے ہو کہ

اُن کو کیا بات کرنی نہیں آتی

سنیئے! اس شقی نے چار خط میرے پاس بھیجے ہیں اور ہر خط آپ کی شکایت سے بھرپور، کچھ آپ سمجھیں کہ شکایت کیوں اور کس بات کی ہے، تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ میں تو آپ کی بے گناہی پر اور اس شخص کی نامعقولیت پر اسی دن ایمان لے آیا تھا جب باوجود آپ کی مخالفت کے یہ جمعہ کی نماز کا بہانہ کر کے گیا اور "خون آلودہ ہاتھ"، کسی جگہ گرفتار کیا گیا، یہ آپ کی شرافت تھی کہ اس کی توبہ پر یقین کر لیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی، ورنہ یہ تو اس قابل تھا کہ ایک پنجرہ میں "میاں مٹھو" بنا کر بٹھا دیا جاتا اور صبح و شام دو پیالوں میں دانہ پانی دے کر پھر اس کی خبر نہ لی جاتی ـــــــ وہ تو کہیئے اللہ نے آپ کو نیک دل، خدا ترس پیدا کیا ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کو تو میدان کربلا میں گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالنا چاہیئے ـــــــ اس لئے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ میں سفارش تو اس کی کبھی نہیں کر سکتا، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہ روز روز کے جھگڑوں سے آپ اپنی زندگی کیوں تلخ کرتی ہیں، آپ لعنت بھیجئے تمام تعلقات پر، اور میرے پاس چلی آیئے۔ ہرچند جسمانی راحت و آسائش کے وہ اسباب تو یہاں فراہم نہیں جو آپ کو وہاں میسر ہیں لیکن اس کا ذمہ دار ضرور ہوں کہ اختلاج قلب کا دورہ آپ پر ہوگا نہ ضیق نفس کا، میں یہ لکھ رہا ہوں

اور جانتا ہوں کہ آپ کبھی نہ آئیں گی کیونکہ باوجود ان تمام باتوں کے جتنی محبت آپ کو اس کافر سے ہے اس کا اعتراف وہ بھی کرتا ہے، پھر خدا کے لئے آپ ہی ذرا صبر و ضبط سے کام لیجئے اور کبھی کبھی تسکین کر لینے دیا کیجئے، چند دن کی بات اور ہے، ۳۰ سے منجا در ہونے کے بعد اگر آپ دھکیلیں گی بھی تو یہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے گا، اتنی سختی بھی اچھی نہیں، خاص کر ایسے شخص کے ساتھ جو واقعی آپکا غلام ہے گو فی الحال وفادار نہیں،

۴۱

حضرت قبلہ،

یہ جو آپنے خواہ مخواہ دردِ سر مول لے رکھا ہے میں پوچھتا ہوں اس سے فائدہ کیا ہے؟ مانا کہ یہ سب کچھ فرض ہے اور فرض بھی کیسا؟ مذہبی، صدیقی یا چشتی نظامی، لیکن، اس کے کیا معنی کہ خود آپ اپنی زندگی کے فرائض بھول کر بیوی بچوں سے بیزار ہو جائیں، خدا کے لئے بتلایئے، یہ کہاں کا مذہب ہے، یہ کیسا تصوف ہے، یہ دنیا میں دور اندیشی و خدا ترسی کا کونسا مسلک ہے جو سب سے پہلے انسان کے دماغ ہی کو خراب کر ڈالتا ہے۔

صبح جایئے تو معلوم ہو کہ شاہ صاحب کے یہاں ختم خواجگاں میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں، دوپہر کو ڈھونڈھیئے تو خبر ملے کہ ابھی تک نہیں آئے۔ پیر جی کے پاؤں داب رہے ہیں، شام کو تلاش کیجئے تو پتہ چلے، مراقبے میں توجہ لے رہے ہیں، رات کو تو خیر انوار ربّانی کے حصول کے لئے پیر و مرشد کے ساتھ شب زندہ داری گویا فرض ہی ہے ——— میں پوچھتا ہوں کیا دماغ خراب ہو گیا ہے یا تمہارے پیر نے کوئی افسوں پھونک دیا ہے جو اپنے بچوں کی محبت بھی تم میں باقی نہیں رہی، تم اپنے پیر کے ساتھ فاقہ کر دیا جو جی ہیں آئے جھک مارتے رہو، اپنے متعلقین کو کیوں بھوکا مارتے ہو تیس روپئے تو آپ کی تنخواہ ہے اس پر یہ غیر حاضریاں، پھر آپ ہی بتلایئے کہ اس مہینے میں جو صرف دس روپئے

آپ کو ملے ہیں ان میں آپ کے بیوی بچوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کیا جائے یا اس مہاجن کی قسط ادا کی جائے جس سے قرض لے کر آپ نے "خانقاہ شریفہ" کی مسجد کا کنواں کھدوایا ہے لمبی داڑھیاں تو بہت دیکھنے میں آئی ہیں لیکن تم سے بیوقوف شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ یہ جنت کی لالچ دلا دلا کر رات بھر تم سے پاؤں دبوانے والے، دن دن بھر غلام کی طرح تم سے کام لینے والے، مذہب کے دشمن ہیں اور تمہاری عادت خراب کر رہے ہیں، احمق! مذہب نام ہے صرف ان حقوق کے ادا کرنے کا جو بحیثیت متمدن انسان ہونے کے تم پر عائد ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جن کے حقوق تم کو ادا کرنا ہیں وہ تمہارے بچے ہیں، یہ تمہارا پیر جیتے ہی جی اس دنیا میں تمہیں جہنم داخل نہ کر دے تو سہی، —— خیر چند دن اور دیکھتا ہوں اس کے بعد تم سے تو خیر کچھ نہ کہوں گا، لیکن تمہارے پیر کو بتاؤں گا جس نے ایک شریف عورت کو شوہر کے ہوتے ہوئے بیوہ اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو باپ کی زندگی ہی میں یتیم بنا دیا۔

—— ۴۴ ——

یا ایہا السکارٰی!

آپ حضرات کی اسکیم پہونچی، کیا کہنا، کیسی جولانی طبع سے کام لیا گیا ہے، کیا کیا جدتیاں دکھائی گئی ہیں، لیکن سچ پوچھئے تو سوائے ایک کے مجھے کسی سے اتفاق نہیں —— پہلے ایک لطیفہ سن لو،

"ایک بڑھیا ضعیف و کمزور راستے سے گزر رہی تھی کہ ناگہاں ایک گاڑی سے تصادم ہوگیا اور بیہوش ہو کر گر پڑی —— یہ دیکھ کر چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے اور مختلف رائے دینے لگے۔ کسی نے کہا اس کو فوراً اسپتال پہونچانا چاہیئے۔ کوئی بولا کہ ہلدی تھوپنے کی ضرورت ہے، کسی نے رائے دی کہ اس کے مکان کا پتہ معلوم کر کے گھر پہونچا دینا چاہیئے، الغرض اسی طرح

کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب نے کہا کہ یہ تدبیریں تو بعد کو ہوتی رہیں گی چوٹ زیادہ لگی ہے، اس لئے سب سے پہلے گرم گرم دودھ پلانا چاہئے بڑھیا اس وقت تک تو بے ہوش پڑی ہوئی تھی، لیکن یہ رائے سن کر فوراً پٹ سے آنکھیں کھولدیں اور نہایت ہی حزیں آواز میں بولی کہ "ارے کوئی ان کی بھی تو سنو، یہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

سو بھائیو! نہ کشمیر جانے سے مجھے اتفاق ہے، نہ مسوری کے سفر سے، میں تو بشیر صاحب کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے وہی کہوں گا جو اس بڑھیا نے کہا تھا کہ "ارے کوئی ان کی بھی تو سنو! یہ کیا کہہ رہے ہیں"؟ یعنی تم سب ملکر یہیں آجاؤ میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گا کہ جب آؤ تو اپنی اپنی حسب حیثیت میرے لئے تحائف بھی لیتے آؤ۔ مقصود صرف اجتماع ہے سو وہ اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے۔

۴۳

ہر چند شادی کوئی اچھی چیز نہیں، مگر آپ ضرور کیجئے، کیونکہ اگر یہ حرکت آپ نے نہ کی تو کوئی اور اس سے زیادہ خراب حرکت کر بیٹھیں گے مگر یہ خیال رہے کہ آپ شادی کر رہے ہیں، عیاشی نہیں، "بیوی" کا تعلق "جذبۂ شہوانی" سے اتنا نہیں ہے جتنا "مصلحت عمرانی" سے ہے اس کا صاحب حسن و جمال ہونا اتنا ضروری نہیں جتنا خوش خصال ہونا —— لیکن مجھے معلوم ہے آپ میری اس نصیحت کی مطلقاً پرواہ نہ کریں گے، اور "ضرورت شادی" کا جو اشتہار دیں گے تو اس میں سب سے پہلی شرط "جمیل و طرحدار" ہونے کی درج ہوگی آپ خود اس لحاظ سے ماشاء اللہ صفر ہی صفر ہیں —— میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ ایک معمولی صورت کا مرد کیوں یہ خواہش کرتا ہے کہ عورت اسے نہایت طرحدار ملے۔ اور اسی کے ساتھ یہ کہ وہ اس سے محبت بھی کرے آؤ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں مگر کسی مولوی سے نہ کہہ دینا —— یہ جو

مذہب اسلام میں کفو کے درمیان شادی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس کا مفہوم سب لوگ غلط سمجھتے ہیں کفو سے یہ لوگ خاندان یا برادری مراد لیتے ہیں درانحالیکہ کفو کے معنی مماثل کے ہیں۔

مماثل کیا ؟ یعنی جو لوگ تہذیب و شرافت۔ تعلیم و تربیت، سیرت و صورت میں باہمدگر مماثل ہیں ان میں ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم ہونا چاہیئے پھر اس کے لئے خاندان یا برادری کی قید بیکار ہے، فرض کیجئے خاندان ہی میں ایک لڑکی ہے لیکن اپنے صفات کے لحاظ سے وہ ادنیٰ درجے کی ہے تو یقیناً کفو میں داخل نہ ہو گی، لیکن اگر کسی دوسرے خاندان کی اور صورتاً و سیرتاً مماثل واقع ہوئی ہے تو کفو کہلائے گی بہرحال کفو کا صحیح مفہوم انگریزی کے لفظ STATUS سے ظاہر ہوتا ہے — اس لیے اگر کوئی شخص بدصورت ہے تو وہ حسین عورت کا کفو نہیں ہو سکتا جس طرح ایک بدصورت عورت ایک حسین مرد کا کفو نہیں ہو سکتی، جنت میں حوریں بدصورت مردوں کی صحبت کو گوارا کر لیں تو کر لیں لیکن اس دنیا میں یہ ظلم زیادہ نبھنے والا نہیں، اس لیے یوں بھی آپ کو "حسن و جمال" کی جستجو کا حق حاصل نہیں یقیناً آپ بدصورت نہیں لیکن اتنے طرحدار بھی نہیں کہ جیو پیٹر کی بیٹی سے کم درجے کی عورت آپ کو پسند نہ آئے —— بہرحال اگر معمولی صورت کی مگر بے انتہا شریف سلیقہ مند لڑکی درکار ہو تو میری نگاہ میں دو چار جگہ ایسی ہیں جہاں یہ رشتہ قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر تمہیں صرف "حرمزدگی" کرنا ہے تو شادی کا خیال ترک کر دو اور جس طرح قربانی کے سانڈ بازاروں میں آزاد زندگی بسر کرتے ہیں تم بھی بسر کرو، ذمہ داری کچھ نہیں اور لذتیں وافر۔

—— ۴۴ ——

نیاز نوازا، کرم گسترا!

میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے کیلئے باندازہٴ احساس و تاثر الفاظ کہاں سے لاؤں لیکن اگر "سکوت" کبھی کسی نوعیت سے لفظ بن سکتا ہے

زنہار! میری اس خاموشی ہی کو اعتراف احساس سمجھئے گو میں جانتا ہوں
کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب

آپ ان پر جو خلوص و محبت صرف فرما رہے ہیں اور جس عالی حوصلگی سے ان کی اعانت فرما رہے ہیں، وہ آپ کی فطرت ہی لیکن اس زمانے میں تو اسکی نظیر مجھے کوئی نظر نہیں آتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنی خدمت و نیازمندی سے ہمیشہ آپ کو خوش رکھیں گے اور آپ کو اس لطف و محبت کے رائگاں جانے کا افسوس نہ ہوگا۔

میں خود بھی سر عقیدت آستانِ گرامی پر جھکانے کے لئے اگلے ماہ حاضر ہونگا۔

ایام دولت مستدام

۴۵

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں ہوں نہ "صحو و بیداری"، نہ "سکر و خمول"، بلکہ ایک اور کیفیت ہے ان کے بین بین بے حسی کے لحاظ سے جو چاہے کہہ لو، لیکن "احساس بے حسی" کے اعتبار سے میں تو اسے یکسر "گوش و ہوش" ہی کہوں گا۔

مولانا تشریف لائے اور چار دن قیام رہا لیکن کس کمبخت کو یاد ہو کہ وہ کیوں آئے اور کس طرح تشریف لے گئے، ظاہر ہے کہ اس حالت میں ان کی خاطر و مدارات مجھ سے کیا ہوئی ہوگی؟ سخت شرمندہ ہوں۔

میں خود اس دوران میں ایک ہفتہ کے لئے اجین گیا تھا، لیکن اب سوائے خواجہ صاحب کی الاپ کے رجھ روزانہ ۰۰ ۵ ڈنر کے بعد تنبورے پر ایک گھنٹے تک الاپتے رہتے ہیں، کچھ یاد نہیں، سید منوّر علی صاحب وکیل نے میرا جی بہلانے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو اپنے رنگے پن کے ساتھ کر سکتے تھے لیکن "تبسم مضمحل" سے بھی لب آشنا نہ ہوئے۔ شام کو اجین کی اس کفر خیز و جاں نواز ندی کے ساحل پر بھی گیا جو بقول آپ کے ہزاروں افسانہائے عشق اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اور بار ہا "زنانِ شوخ و طناز" سے تبادلۂ نگاہ بھی ہوا لیکن دل کی یہ کیفیت

ہے

جیسے برف کی قاش" جامد بارد۔ اس سے قبل بھی کئی بار یہ دورہ میرے اوپر پڑا لیکن ایسا سخت و شدید نہیں کہ رات کرات دن سوائے نمازیں پڑھنے کے اللہ کسی کام کا نہ رہوں، تمہیں بتاؤ کیا کروں ؟

کل شام کو حکیم حفیظ صاحب تشریف لائے۔ کہنے لگے، اجمیر چلو، خواجہ کے دربار میں حاضری دو، یہ گرہ کھل جائے گی، بے اختیار ہنسی آگئی۔ پندرہ دن، کے بعد یہ پہلی گدگدی تھی جو دل میں پیدا ہوئی وہ تو خیر یتیم خانہ کا چندہ لے کر چل دیئے لیکن ایک مستقل خلش دل میں چھوڑ گئے کہ کیوں نہ اس کا تجربہ کیجئے غور کیجئے کہ کہاں ہیں اور کہاں یہ خیال۔

خیر خدا خدا کر کے صبح تک اس سے نجات ملی تھی کہ آپ کا خط ملا اور وحشت دوچند ہوگئی اگر اتنی باتیں کر کے دل ہلکا نہ کر لیتا تو خدا جانے اور کس خبط میں مبتلا ہو جاتا، بمبئی سے بھی میاں صاحب کا خط آیا ہے، بلا رہے ہیں ارادہ ہے چلا جاؤں اور وہاں بھی چند دن۔

"سر پھوڑ کے تقدیر کو رو آؤں"

۴۶

رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے
میں نے ہی تم سے بیوفائی کی

آپ نے بھی کس کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں تو اس وقت تک اس لئے خاموش تھا۔ کہ دنیا کا ذوق اتنا بلند ہی نہیں ہوا کہ وہ مومن کو سمجھ سکے —— ایسے ایسے خدا جانے کتنے جواہر پارے اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ مومن کنایہ و طنزیات کا بادشاہ تھا اور اس وقت تک دنیائے شاعری اس کا جواب پیدا نہ کر سکی —— ایک اسی شعر کو لیجیے جو آپ نے لکھا ہے خدا جانے کتنے ٹکڑے ملانے کے بعد یہ داستان پوری ہو سکتی ہے پھر لطف یہ ہے کہ تمام ٹکڑے ملانے کے بعد یہ داستان

پوری ہو سکتی ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ تمام ٹکڑے خود شعر ہی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ پہلے یہ تسلیم کیجئے کہ ــــ "رشک دشمن بہانہ تھا"، کس نے کہا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ محبوب نے کہا ہو گا اور مومن سے کہا ہو گا ــــ اس لئے یہ بات کھل گئی کہ مومن نے اپنی عدم حاضری کا سبب کبھی یہ بتایا ہو گا۔ کہ میرے آنے سے دشمن کو رشک پیدا ہوتا ہے اور یہ غالباً آپ کو گوارا نہ ہو گا" ــــ محبوب نے یہ سن کر کہا ہو گا کہ "کیوں رشک دشمن کا بہانہ کرتے ہو، یہ کیوں نہیں کہتے کہ محبت اب بنھ نہیں سکتی" ــــ اس کا جواب مومن نے اپنے اسی طنز یہ انداز میں یوں کہہ دیا کہ۔

رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے
میں نے ہی تم سے بیوفائی کی

یعنی اگر تم یہ کہتے ہو تو یہی سہی ــــ مدعا یہ کہ تمہارا الزام بالکل غلط ہے اور مجھ سے بے وفائی کی شکایت کوئی معنی نہیں رکھتی،

اگر آپ نے کوئی اور مفہوم پیدا کیا ہے تو اس سے مطلع کیجئے۔ آپ اس رنگ کے اور شعر چاہتے ہیں، مومن کا دیوان بھرا پڑا ہے،
چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بے جرم پائمال عدو کو کیا کیا — مجھ کو خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں
کس دن تھی اس کے دل میں محبت جو اب نہیں — سچ ہے کہ تو عدو سے خفا بے سبب ہوا
کیا گلے ہوتے جو اوروں پہ رحم آجاتا — شکر صد شکر کہ میرا سا ترا دل نہ ہوا
عدو اس اوج پر شاکی ہے غصہ شکر آجائے — ملادے خاک میں یہ بھی تو شکر آسماں کیجئے
خود بینی و بیخودی میں ہے فرق! — میں تم سے زیادہ کم نما ہوں

یاد رکھیئے کہ دیوان غالب کی شرحیں لکھی جائیں گی، فروق و سودا کے قصائد حل کرلئے جائیں گے، لیکن مومن کو چھونے کی ہمت کسی میں نہیں، دیکھئے اگر کبھی فرصت ہوئی تو میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا۔ سچ ہے،

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
اگر آپ آمادہ ہوجائیں تو کیا کہنا

۴۷

کل ہانسی کے ایک خط سے مرزاجی کے حالات معلوم ہوئے دل تڑپ کر رہ گیا مجھ پر جتنے احسانات ان کے ہیں وہ صرف میں جانتا ہوں۔ وہ پریشان ہوں اور میں ان تک پہونچ نہ سکوں! قیامت ہے۔

خدا کے لئے سب سے پہلی فرصت میں ہانسی پہونچو! اور خود تمام حالات معلوم کر کے مجھے اطلاع دو، مرزاجی سے مطلقاً اس کا ذکر نہ آئے کہ تم میرے اشارے سے گئے ہو یا یہ کہ مجھے کسی اور ذریعے سے ان کے حالات معلوم ہو چکے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مجھ سا شکستہ ناخن شخص کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے، لیکن جان دینا تو اختیار میں ہے، اگر اس کے بعد بھی ان کے احسانات سے سبکدوش ہونا ممکن نہیں۔

۴۸

جان عالم پیا، اپنے بعد کوئی اولاد چھوڑ گئے ہوں یا نہ چھوڑ گئے ہوں لیکن تمہیں اپنا جانشین ضرور بنا گئے ہیں ـــــ ماشاء اللہ کیا کہنا، وہی تیور، وہی رنگ رلیاں، وہی آن بان، کیوں نہ ہو جوانی ہے، حسن ہے، باپ کی کمائی ہوئی دولت مفت ہاتھ آئی ہے، تم ایسا نہ کرو گے تو کیا کوئی فرشتہ آسمان سے آئے گا۔

میاں ہوش میں آؤ عقل کے ناخن لو، آدمی کے گھر میں پیدا ہوئے ہو تو آدمی کی طرح رہو بھی۔ چار دن کے بعد جب سورج ڈھلنے لگا تو تمہارے تمام دوست احباب جو اسوقت جان چھڑکنے کے لئے تیار ہیں بات کرنے کے بھی روادار نہ ہوں گے اس وقت تمہیں ہوش آئے گا۔ ابھی نہیں ـــــ مجھے آپ کی دولت کا حال معلوم ہے۔ نقد زیادہ سے زیادہ دس ہزار اور جائداد کم و بیش چالیس ہزار کی۔ یہ بھی کوئی اتنی بڑی چیز ہے جس پر انسان اپنے حواس کھو بیٹھے۔ شریفوں کی طرح چلو اور

اپنی دکھیا ماں کا دل نہ دکھاؤ تمہیں شرم نہیں آتی کہ جس دیوان خانے کے اندر تمہارے باپ کے زمانے میں کسی وقت صرف علماء و فضلاء کا مجمع نظر آتا تھا، آج وہ صرف گالی گلوچ اور مسخرے پن کے لئے وقف ہے۔ برا تو ضرور معلوم ہوگا لیکن یہ جبتک تمہاری والدہ زندہ ہیں مجھے سب کچھ کہنے کا حق حاصل ہے۔ اور کہے جاؤں گا زیادہ سے زیادہ تم یہی کر سکتے ہو کہ مجھے اپنے مکان پر نہ آنے دو گے مگر اس سے تو مجھے باز نہیں رکھ سکتے کہ تمہاری والدہ کو ہمیشہ کے لئے اپنے پاس بلا لوں اور ان کو اس تکلیف سے نجات دلا دوں۔

۴۹

نہ آپکا تقاضا، نہ مجھے ضرورت، لیکن "جذبۂ بے اختیار شوق"، کا کیا علاج کہ

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

ہر مہینے دو تین دن مجھ پر بھی ایسے گزر جاتے ہیں جب بالکل "معطل" ہو جانے کو جی چاہتا ہے اور اس تعطل میں خواہ مخواہ چھیڑنے یا چھیڑے جانے کے لئے بیقرار ہوتا ہوں ——— اچھا تو سنیئے:

(۱)، یہ آپنے میرے پچھلے خط کا جواب فوراً کیوں دیا، اور کیوں مجھے کوئی موقع شکایت کا نہ دیا؟ مدعا یہ کہ آپ "در اخلاق مراسلت"، میں بھی اپنا تفوق مجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں! ——— بہتر ہے، سمجھوں گا،

(۲)، بغیر پوچھے ہوئے آپنے خربوزے کیوں بھیجدیئے؟ غالبًا مجھے جلانے کیلئے کہ آپ کو تو روز میسر آتے ہیں اور مجھے کبھی نہیں، خیر دیکھا جائے گا،

(۳)، عبدالرزاق سے آپنے یوں کہا کہ آپ آئندہ اتوار کو مجھ سے ملنے ضرور آئیں گے کیا آپ نہ آئیں گے تو میرا دم نکل جائے گا؟ آئے بڑے وہاں سے احسان کرنے والے،

(۴)، اپنے بیدل کا نسخہ کیوں واپس کر دیا؟ آپنے گویا بڑا زبردست ثبوت "تعاشق" کا دیا ہے لیکن میں اسے مکر و فریب کہتا ہوں، پھر اگر ان میں سے کوئی

ایک الزام بھی غلط ہو تو آؤ میرے سامنے اور کرو اس کی تردید اگر ہے مجال

۵۰

او میاں تجمل حسین خاں[۱]!

میں پوچھتا ہوں کہ کیا "عیش" تمہارے ہی لئے بنا ہے اور کسی کے لئے نہیں

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ارے ظالم! ـــــ یہ ساون کی کالی کالی گھٹائیں اور یہ "تنہا نوشیاں۔"

تم سے تو نہیں لیکن اس خدا سے فریاد ہے جس نے نہ تمہیں باندازہ توفیق ہمت دی اور نہ مجھے یہ اندازہ ہمت توفیق ـــــ نہیں آسکتے تو مجھ ہی کو بلا دُ رند ہوں لیکن "بلانوش" نہیں، حسن پرست ہوں مگر "چشم بدبین" نہیں رکھتا دور سے اگر تمہاری رنگ رلیاں دیکھ لوں گا تو کیا تمہارا کچھ بگڑ جائے گا۔

اچھا بھئی نہ بلاؤ!

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

۵۱

نواب حامد علی خاں کو نیا ذوق شعر پیدا ہوا ہے، رات دن سوائے شاعری کے کوئی اور چرچا نہیں، دربار شعراء سے بھرا ہوا ہے اور اٹھتے بیٹھتے بجز شعر و شاعری کے کوئی ذکر نہیں۔

نواب، بے نظیر کی بارہ دری میں مسند پر رونق افروز ہیں اور آئندہ مشاعرے کے لئے مصرع طرح تجویز ہو رہا ہے۔ دفعتاً پہلو بدل کر ارشاد ہوتا ہے۔

"میری رائے میں داغ کا یہ مصرع ہونا چاہئے۔

وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کے لئے

ہر طرف سے "احسنت و آفریں" کی صدا بلند ہوتی ہے اور نواب صاحب

---

[۱] اشارہ ہے غالب کے اس مصرع کی طرف "بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے"

ایک ایک شاعر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ :-

"دیکھئے آپ وَقَل کے قافیے پر زور دیجئے گا، آپ حِنا کو نچوڑ دیجئے گا، اور ہاں رسا صاحب آپ جَبَل کے قافیے پر پورا زورِ طبع صرف کر دیجئے گا وغیرہ وغیرہ"

اتفاق سے اسی مجمع میں ایک غریب شاعر ایسے بھی تھے جن سے نواب نے مخاطب ہو کر کسی قافیے کی فرمائش نہیں کی، جب تقسیم قوافی ختم ہو گئی تو انہوں نے حد درجہ بیکسی کا اظہار کرتے ہوئے شانے سکوڑ کر آپ ہی آپ مایوسانہ لہجہ میں کہا کہ "ہم سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ فلاں قافیے میں طبع آزمائی کرنا"۔

بالکل یہی حال میرا تمہارے دربار میں ہے کہ ساری دنیا کو دعوت انجمن آرائی دی جائے لیکن نہ پوچھا جائے تو ایک غریب نیاز کو۔ ہاں ہاں کہدو کہ غلطی ہوئی میں معاف نہ کروں گا تو کروں گا کیا، لیکن یہ یاد رہے کہ خدا ایسے "وفا دشمن" کو مشکل ہی سے معاف کرتا ہے۔

—— ۵۲ ——

کل آپ کے دوست تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ غالب کے اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کیلئے   رہا نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کیلئے

میں شعر پڑھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے "بیداد دوست" کو صفت و موصوف سمجھ کر بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا اشکال جناب کو معلوم ہوا؟ فرمایا جب جان کی صفت "بیداد دوست" قرار دی تو پھر نوید امن کیسا؟

میں نے کہا کہ پہلے مصرع میں بیداد کی د (دال)، کو زیر دے کر پڑھیئے ممکن ہے یہ مشکل حل ہو جائے "بولے"، آپ ہی بتائیے اس صورت میں کیا مفہوم پیدا ہو گا"؟

میں نے کہا کہ بیداد دوست یعنی دوست کا ظلم، فاعل واقع ہوا ہے

(ہے)، کا اور شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ دوست کا ظلم، فی الاصل ہماری جان کے لئے نوید امن ہے کیونکہ اس نے آسمان کے لئے کوئی طرز ستم رہنے ہی نہیں دیا کہ وہ ہم پر صرف کرے۔

کچھ دیر تامل فرما کر بولے کہ "نوید امن یوں بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اسطرح آسمان نہ سہی دوست تو برابر ظلم کرتا رہے گا ـــــ میں نے کہا کہ "کرنے دیجئے اس میں کیا حرج ہے؟ شکایت تو فی الاصل جورِ آسمان کی ہوا کرتی ہے جو مقاصد عاشق میں حارج ہوا کرتا ہے نہ کہ جورِ محبوب کی عین تمنا ہے۔" بولے۔ "اگر ترکیب صفت و موصوف کی قائم رکھ کر "بیداد دوست" بغیر اظہار کسرہ کے پڑھا جائے تو کیا حرج ہے"؟ ـــــ میں نے کہا "حرج تو کوئی نہیں لیکن شعر مہمل ہو جائے گا" ـــــ مگر ان کا اصرار برابر جاری رہا اور آخر کار عاجز آکر میں نے کہدیا کہ "جناب میری سمجھ میں جو کچھ آیا عرض کر دیا لیکن اگر آپکے نزدیک "بیداد دوست" میاں خدا دوست کے رشتہ داروں میں سے کوئی ہیں تو مجھے اس کا حال نہیں معلوم کسی اور سے دریافت فرمالیجئے۔

یہ سن کر وہ نہایت چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھلا کر چلے گئے مجھے معلوم ہے کہ وہ ضرور آپ کو میری شکایت لکھیں گے، اس لئے اصل واقعہ میں نے آپ پر ظاہر کر دیا کہ مبادا کوئی بدگمانی پیدا ہو۔

ـــــ ۵۳ ـــــ

نواب صاحب قبلہ!

میں نے سنا ہے (یہ نہ بتاؤں گا کس سے) کہ آپ ماہ آئندہ سفر حج کا عزم رکھتے ہیں اور بر سبیل تذکرہ آپ نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ کیا نیاز کا ساتھ ہو جانا ممکن نہیں ـــــ معلوم نہیں حاضرین مجلس نے اس کا کیا جواب آپ کو دیا، لیکن اس کا یقین ہے کہ بعض چپ ہو گئے ہوں گے بعض آپس میں اشارے بازی کر کے مسکرا پڑے ہوں گے، اور ممکن ہے بعض آپس میں اشارے بازی کر کے

——— اور ممکن ہے بعض نے صاف صاف یہ بھی کہہ دیا ہو کہ وہ آپ بھی کس کافر و مشرک کا ذکر کرتے ہیں "
سو میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نفسِ حج کا خیال اور وہ بھی کسی کی معیت میں، کسی کے طفیل میں قیامت تک کبھی میرے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا، رہا سوال سیر و سیاحت کا سو ایک عازمِ حج کے ساتھ بھی کوئی لطف نہیں کیونکہ دونوں میں "سنگ اسود" و "سنگ رخام" کا سا فرق ہے، آپ چلیں گے آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور یہاں عالم ہوگا "نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد" کا، آپ کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح حمائل ہوگی اور یہاں جام و مینا، پھر آپ ہی بتلایئے کہ اگر کسی صورت کو دیکھ کر بے اختیار میری زبان سے سبحان اللہ نکل گیا اور ٹھیک اسی وقت آپ تسبیح پڑھنے لگے استغفر اللہ کی تو میں کیا کروں گا سوائے اس کے کہ سمندر میں کود پڑوں ——— غرض یہ کہ آپ کے ساتھ چلنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہاں اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ بمبئی میں جہاز کے عرشہ پر مجھے گم کر کے پھر اس وقت تک میری جستجو نہ کریں گے جب تک آپ پھر بمبئی واپس نہ آجائیں، تو بیشک میں تیار ہو سکتا ہوں ——— مگر پوچھئے کہ یہ معیت ہی کب ہوئی ؟

۵۴

مرزا جی ——— آپکا خط پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی ——— میں خدا کو بھول سکتا ہوں قرآن و حدیث کو بھول سکتا ہوں، بیوی بچوں کو بھول سکتا ہوں لیکن آپ کو بھلا دینا میرے امکان میں نہیں، اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اس کا ریشہ ریشہ علیحدہ کر دیا جائے تو بھی اس سے "یا غفار"[1] ہی کی آواز نکلے گی آپنے مجھ پر احسان نہیں کئے ہیں، مسیحائی کی ہے، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ وہ کچھ کیا ہے جو خدا نے بھی نہ کیا تھا، پھر آپ ہی بتلایئے کہ یہ احساس کس طرح محو ہو سکتا ہے ؟

یقیناً یہ خطا مجھ سے ضرور ہوئی کہ آپ نے یاد کیا اور میں نہ آسکا، لیکن کیا

[1] مکتوب الیہ کا نام مرزا عبدالغفار بیگ ہے۔

عرض کردوں کہ یہ جرم کن مجبوریوں کی بنا پر سرزد ہوا ہے۔ پھر بھی شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ اگر میں نہ آسکا تو مجھے عدم حاضری کے اسباب تو ظاہر کر دینا ہی چاہیے تھے، خدا کے لئے لکھ بھیجئے کہ آپ نے معاف کر دیا ورنہ خواب و خور مجھ پر حرام ہو جائے گا۔

۵۵

جو حالات آپ نے لکھے ہیں ان سے کھلا ہوا " اختناق الرحم " ظاہر ہو رہا ہے یوں آپ کی مرضی ہے کہ خواہ مخواہ دعا، تعویذ میں اپنا وقت اور بیوی کی صحت غارت کرتے رہیں لیکن اگر خود انہیں کا اصرار ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس طرح خود ان کی قوت ارادی کام کرے گی اور ممکن ہے اس سے فائدہ ہو جائے۔

ایک واقعہ خود میرے ذاتی تجربہ کا ہے یہ وہ زمانہ ہے جب اجیگڑھ میں تھا دوپہر کو ایک آدمی " عظیمن " کا رقعہ لئے ہوئے آیا کہ تجاری کا تعویذ لکھ دیجئے میں حیران کہ یہ قصہ کیا ہے، جواب دے دیا کہ میں اس پیشے کا آدمی نہیں ہوں کسی نے آپ سے کہہ دیا۔

ادھر سے اصرار ہوا اور ادھر سے انکار لیکن مجھے اعتراف شکست کرنا پڑا اور مجبوراً ایک تعویذ لکھ کر دے دیا کہ بازو پر باندھ لیا جائے۔ تعویذ کا بازو پر باندھنا تھا کہ بخار کافور ہو گیا اور تین مہینے کی تجاری دفعتاً غائب ہو گئی۔ اب کیا پوچھتے ہیں آپ کیا ہنگامہ بپا ہوا، جشن و مسرت کا ایک سیلاب تھا جو اجیگڑھ کے ایک ایک ذرہ سے امنڈا پڑتا تھا، مہاراج (سر بجور سنگھ کا زمانہ تھا) تک خبر پہونچی مجھے یاد فرمایا اور کہا یہ کیا جادو تم نے کر دیا؟ عظیمن بھی عجب سرنگوں انداز میں بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھیں، میں نے عرض کیا کہ مہاراج تعویذ ہی ایسا تھا۔ بولے " مجھے بھی بتاؤ " ۔۔۔ میں نے کہا ۔۔۔ " آپ کو تو نہیں لیکن عظیمن اگر چاہیں تو بیشک بتا سکتا ہوں " ۔۔۔ مہاراج نے ہنسکر عظیمن سے کہا، کہ " کیوں کیا ارادہ ہے " ؟ بولیں " ضرور " میں نے کہا کہ:

"تعویذ اپنے بازو سے کھول کر دیکھئے اور جو میں نے لکھا ہے وہ آپ بھی لکھ کر دے دیا کیجئے لیکن میں اس کا ذمہ دار نہیں اگر آپ کو پھر بخار آنے لگے۔"

بولیں: "جی ہاں! میں یہ ساری چالیں سمجھتی ہوں۔ مدعا یہ کہ میں اُسے کھول کر نہ دیکھوں اور یہ عمل مجھے معلوم نہ ہو سکے۔"

میں اُٹھا اور ان کے بازو سے تعویذ علیحدہ کر کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں صرف یہ مصرعہ لکھا ہوا تھا۔

نام سے تعویذ کے باندھے گئے ہاتھ درست

اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ کس قدر قہقہہ پڑا۔

بہر حال اس نقطۂ نظر سے تعویذ گنڈے میں کوئی حرج نہیں کہ مریض کی طبیعت کو بربنائے اعتقاد مرض کے دفع کرنے میں مدد ملتی ہے لیکن اس کو اصل چارۂ کار سمجھ کر دوسری تدابیر سے غافل ہو جانا مناسب نہیں۔

میرے تجربے میں "بوٹی کھنی" کا علاج بالماء اس مرض میں بہت مفید ثابت ہوا ہے، بہ شرط آنکہ کوئی شخص پوری پابندی کر سکے،

—— ۵۶ ——

عزیز گرامی!

مبارک ہو کہ آپ کی بدولت زندگی میں آج بالکل پہلی مرتبہ جھوٹ بولنے کی "سعادت" مجھے بھی حاصل ہو گئی، آپ کا پیام جو حرف بحرف غلط تھا ان کو حرف بحرف سنا دیا اور یہ کہہ کر کہ جو کچھ لکھا ہے سب صحیح ہے۔ اس سے زیادہ ایثار آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

لیکن ایک بات پوچھتا ہوں اگر بُرا نہ مانیے اور وہ یہ کہ اس سے زیادہ ایثار آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

لیکن ایک بات پوچھتا ہوں اگر بُرا نہ مانئے اور وہ یہ کہ اس مکر و فریب پر آخر کب تک زندگی بسر ہو گی؟ ایک نہ ایک دن وہ ساعت آئے گی

جب جھوٹ میں بھی آپ کے لیے کوئی لذت باقی نہ رہے گی اور آپ خود اپنے ہاتھوں سے یہ نقاب نوچ کر پھینک دیں گے۔ پھر خدا کے لیے بتلایئے کہ مجھے آپ کیوں درمیان میں ڈالتے ہیں، میری مٹی کیوں پلید کرتے ہیں۔ یوں ہی میں کونسا بڑا عقلمند ہوں کہ اس تازہ حماقت میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ بدنام ہوں؟

میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ "صداقت"، خواہ کتنی ہی نقصان رساں ہو بجائے خود ایک لذت ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ نہیں، جھوٹ بھی ایسا ہی ہے، اچھا تو ہو گا اس میں جھگڑا کیا ہے لیکن خدا کے لیے آئندہ مجھے اس لذت سے "سرفراز" نہ فرمایئے —— ڈر رہا ہوں کہ اگر کسی وقت ان پر یہ جھوٹ کھل گیا اور ایک نہ ایک دن یقیناً کھل کر رہے گا تو میرے متعلق وہ کیا خیال کریں گے میں آپ کا دوست سہی لیکن اپنے ساتھ دشمنی کیوں کروں —— دیر سے یہ خیال دماغ میں چکر کھا رہا ہے، اور خدا جانے کتنی بار ارادہ کر چکا ہوں کہ جا کر سارا حال صاف صاف کہہ دوں لیکن پھر رک جاتا ہوں کہ مبادا آپ کو کوئی نقصان پہونچ جائے —— بہرحال اب جو ہونا تھا ہو گیا لیکن آئندہ کے لیے اس خدمت سے مجھے معاف رکھیئے —— اگر آپ کا اور ان کا معاملہ ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے تو آپ ہی تنہا یہ ثواب حاصل کیجیے، اور مجھے جہنم میں جلنے کے لیے تنہا چھوڑ دیجیے، بڑا احسان ہو گا۔

—— ۵۷ ——

ظالم، خدا سمجھے!

جی چاہتا ہے کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں اور جتنی گالیاں دنیا میں وضع ہوئی ہیں وہ سب تم پر صرف کر دوں —— غضب خدا کا تم یہاں آؤ دو دن تک قیام کرو اور مجھے خبر تک نہ ہو —— تمہارے پاؤں میں مہندی لگی تھی تو آدمی کو بھیج دیا ہوتا، کارڈ لکھ دیا ہوتا اور کچھ نہیں تو اپنے میزبان ہی سے کہہ دیا ہوتا وہ مجھے بلا لیتے —— یہ آخر کیا انداز تھا؟ کس نوع کی

سفاکی تھی، بیدردی کی کون سی قسم تھی، ناآشنائی ویسے مروّت کی کونسی ادا تھی؟ میں بھی تو سنوں، مگر تم کیا کہہ گئے اور میں کیا سنوں گا، تمہاری فطرت کو نہ جانتا ہوں تو پوچھوں، اپنے آپ کو نہ جانتے ہو تو کہو ــــ بہتر ہے اس سے بھی زیادہ ظلم اگر کوئی مدنظر ہے تو اسے بھی آزما دیکھئے، کشتۂ دشمن تو سبھی ہوتے ہیں، میں کشتۂ دوست ہی سہی!

ـــــ ۵۸ ـــــ

جی ہاں،

آگرہ سے واپس آ گیا اور اس عالم میں کہ دل و دماغ دونوں بے کار ہیں، آپ کیا پوچھتے ہیں کہ ایک ہفتے کے قیام میں مجھ پر کیا گزر گئی۔ اب دنیا اسی باغ میں ان کا قیام ہے جہاں آپ آخری مرتبہ دیکھ گئے تھے۔ محبت کا آزار یقیناً سب کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوگا جو ان کے ساتھ ہو رہا ہے لیکن میں تو یہ سوچتا ہوں کہ دنیا میں کیا ان سے زیادہ کوئی اور زندہ رہنے کا اہل تھا جس کو ان کی زندگی چھین کردی جا رہی ہے ــــ میں نے بڑی بڑی حساس عورتیں دیکھی ہیں لیکن معاذ اللہ! یہاں تو عالم ہی کچھ اور ہے، زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ میں نے دیکھا کہ شمع کا پگھلنا کسے کہتے ہیں ــــ باور کیجیے ہر وقت ڈرتا رہتا تھا کہ معلوم نہیں کس وقت یہ منظر میرے قلب کی حرکت بند کردے۔

یہ تو طے ہے کہ انہیں مرجانا ہے، لیکن اس ظالم کو کیونکر اس کا یقین دلایا جائے جس نے اس حال تک غریب کو پہونچا دیا ہے، سامنے آجائیں تو معلوم ہو کہ ان سے زیادہ "غمزدۂ محبت"، دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا اور پیٹھ پیچھے وہی "بزم آرائیاں"، ہیں اور وہی "نازک اندازیاں"۔ خیر اس ذکر کو چھوڑ دیجیے دل پر چوٹ لگتی ہے، یہ بتلائیے کہ تبدیل آب و ہوا اور علاج کے لیے اگر انہیں دہلی لایا جائے تو آپ کچھ مدد کرسکتے ہیں یا نہیں وہ مکان تو اب تک میرے قبضے میں ہے۔ جس میں رہا کرتا تھا لیکن تنہا مکان سے کیا ہوتا ہے؟ علی الخصوص اس وقت

جبکہ یہیں نہ صرف بلحاظ صحت و توانائی بلحاظ فطرت و طبیعت بھی صد درجہ نازک و حساس ہو۔

۵۹

صدیقی العزیز،

مکتوب گرامی ملا لیکن شکریہ اس لئے ادا نہیں کرتا کہ اس میں نہ میرے کام کی بات تھی نہ آپ کے ـــــ جس حد تک وہاں کی فضا کا تعلق ہے آپ کی غزل میں کسی ایک حرف کے اضافہ کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یوں وہ غزل کیا نظم بھی نہیں ہے، نثر بھی نہیں ہے، یاد رکھئے جب تک آپ تقلید و اتباع ترک کر کے خود اپنے اندر کوئی کیفیت شعر کہنے کی نہ پیدا کریں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

آپ نے امیر و داغ کی بحث چھیڑ کر طبیعت کو مکدر کر دیا۔ جس حد تک مرآۃ الغیب کا تعلق ہے امیر و داغ کے موازنہ کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ دونوں میں شمال و جنوب کی نسبت ہے لیکن صنم خانۂ عشق لکھ کر امیر نے خواہ مخواہ ایک عذاب مول لے لیا، اپنے لئے بھی کہ ان کے شایان شان نہ تھا اور دوسروں کے لئے بھی ان کو داغ کی سطح پر لاکر گفتگو کرنا پڑتی ہے۔

امیر شاعر تھے اس میں کلام نہیں لیکن آپ کو معلوم نہیں شاعر دو قسم کے ہوتے ہیں ـــــ وہبی و اکتسابی میں نے یہ تقسیم اور طرح کی ہے مطلق شاعر اور شاعر بالقوۃ، یعنی ایک تو وہ جو سوائے شعر کہنے کے اور کسی کام کا نہیں یعنی شعر نہ کہے گا تو کرے گا کیا اور دوسرا وہ جو دوسری تمام انسانی اہلیتوں کے ساتھ شعر گوئی کی بھی اہلیت رکھتا ہے، سو ظاہر ہے کہ جہاں تک محض شعر کا تعلق ہے امیر کو داغ سے کوئی نسبت نہیں، داغ صرف شاعر تھا اور کچھ نہیں، امیر سب کچھ تھے مگر وہبی شاعر نہیں ـــــ داغ کا سرمایۂ ہستی صرف اس کی شاعری تھی اور امیر کیلئے یہ امر باعث فخر و ناز نہ تھا ـــــ داغ نے تمام عمر اسی ماحول میں بسر کر دی۔ جو گوشت پوست سے متعلق ہونے والی شاعری کے لئے ضروری ہے اور غریب امیر کو

نماز پنجگانہ اور تہجد گزاری سے کہاں فرصت تھی کہ وہ اسطرف توجہ کرتے ۔

ہر چند مرآۃ الغیب (ان کے دیوان اوّل) کی شاعری بھی صرف امیر کی سی شاعری ہے جس میں جذبات وغیرہ سے بہت کم سروکار ہے، لیکن خیر ایک مخصوص رنگ اس زمانے کا ہے جو اچھا نہیں تو برا بھی نہیں ہے، لیکن صنمخانۂ عشق لکھ کر تو انہوں نے کمال ہی کر دیا۔ غضب خدا کا امیر ایسا شخص اور عامیانہ جذبات نگاری میں اس سطح تک اتر آئے کہ

رخسار نازک ہوں تو ہوں آج ایک مانوں گا نہیں
دو بوسے لونگا جان من ایک اسطرف ایک اسطرف

داغ سے تو ہم اس سے زیادہ یہ بھی سن سکتے ہیں ۔

مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

لیکن امیر ایسے سنجیدہ و متقی شخص کی طرف سے ہم وہ بھی گوارا نہیں کر سکتے البتہ ایک بات میری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ وہی امیر جو مرآۃ الغیب میں یکسر بے آب و رنگ نظر آتے ہیں اور صنمخانۂ عشق میں شرمناک حد تک عریاں جوہر انتخاب اور گوہر انتخاب میں (جو صنمخانہ کے ضمیمے ہیں) کیونکر دفعتاً لکھنو چھوڑ کر دہلی کی فضا میں پہونچ گئے ۔ لکھتے ہیں ۔

کچھ آج نہیں رنگ یہ افسردہ دلی کا ___ مدت سے یہی حال ہے یارو مرے جی کا
کھاتے ہو قسم نہیں ہیں عاشق ___ صورت تو امیر اپنی دیکھو
تم دکھاتے ہو امیر کا دل ___ اور جو وہ کوئی آہ کر بیٹھے
اک کنارے پڑا ہوا ہے امیر ___ کچھ تمہارا غریب لیتا ہے
کوئی امیر تیرا درد دل سنے کیونکر ___ کہ ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے

حیران ہوں کہ جس میں ایسے اشعار کہنے کی اہلیت ہو وہ اپنے نام سے مرآۃ الغیب اور صنمخانۂ عشق کی نسبت گوارا کرے ۔

بہر حال اگر آپ کو امیر کی تقلید ہی منظور ہے تو اس رنگ کو سامنے رکھیئے

کہ اصل تغزل یہی ہے۔

—— ۶۰ ——

اے جان کہو پھر اس ادا سے
میں آج نظام سے خفا ہوں

نظام رامپوری نے جس عالم میں یہ شعر کہا ہے اس کا حال تو معلوم نہیں لیکن تم نے جس انداز سے اپنی برہمی کا اظہار کیا ہے اس پر میں اپنے جذبات کو دیکھتے ہوئے، زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا۔

کس قدر احمق ہو، میں نے لاکھ مرتبہ کہا کہ تم مجھ سے خفا نہ ہوا کرو کیوں کہ تم جتنا غصہ کرتے ہو وہ اتنا ہی مجھے پیار آتا ہے اور تمہیں زیادہ ستانے کو جی چاہتا ہے دیکھو غصے سے ایک مقصود یہ ہوتا ہے کہ اظہار بیزاری و نفرت کیا جائے اور دوسرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ انتقام لیا جائے سو یہ دونوں حاصل نہیں تمہاری ہر بیزاری میرے لئے ایک جدید پیمانِ وفا، ہے اور انتقام کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا، جب کہ معاملہ "شاہ و گدا"، کا ہو۔

کتنے ناسمجھ ہو کہ محبوبیت کے لحاظ سے "نورِ جانِ عالم"، کہلاؤ اور محبت کے اس ادنیٰ رمز کو نہ سمجھ سکو۔ اگر واقعی تم یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ تمہارا تعلق کسی پر ظاہر نہ ہو تو تمہیں سمجھنا چاہئے کہ "عاشقی کا پردہ ہے بیگانگی"، اور

منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

خیر "شاعری برطرف"، اب آپ ذرا اپنی برہمی کی بھی حقیقت سمجھ لیجئے آپ کی ایک تحریر آئی ہے کہ میں فلاں وقت اسٹیشن سے گزروں گا"۔۔۔۔۔ میں قصداً آپ سے نہیں ملتا صرف اس لئے کہ ادھر سے گزرنا اور گذر جانا کیا معنی آپ شکایت کرتے ہیں، میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ "جی ہاں نہیں مل سکا۔ معاف فرمایئے"۔۔۔ آپ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور برہمی ظاہر کرنے کے لئے جتنے الفاظ آپ کو یاد ہیں سب ایک سانس میں سنا جاتے ہیں

میں ہنس کر ٹال جاتا ہوں لیکن آپ پھر بھی نہیں سمجھانا چاہتے اور سمجھیں کیونکر مشفق ٹھہرے نا۔

—— ۷۱ ——

محترم

نوازش نامہ ٹھیک اسوقت ملا جبکہ میں مایوس ہو کر خود کشی پر آمادہ ہو چلا تھا یقیناً یہ خودکشی ہے کہ آپ ایسے محسن و کرم فرما کی طرف سے کوئی برا خیال دل میں لاؤں —— آپ کے اس التفات کا بیش از بیش شکریہ۔

عزیزی جنید کو بھیج رہا ہوں اور اس توقع کے ساتھ کہ آپ ان کو اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر ہر اس رعایت و سختی سے کام لیں گے جو "فضل میاں" کے لئے روا رکھی جاتی ہے۔ یہ آپ ہی کے ہیں اور ہمیشہ آپ کے رہیں گے۔ میں اگر "ذرۂ گریز پا" ہوں تو کیا ضرور ہے کہ مجھ سے متعلق ہونے والا ہر شخص ایسا ہی "ناشکر گزار" ثابت ہو، پاؤں میں زنجیر ڈالئے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی اور کشاں کشاں جہاں جی میں آئے لے جائیے، نہ مجھے کوئی عذر ہو سکتا ہے نہ انھیں، حالانکہ اس کی ضرورت آپ کو غالباً کبھی نہ ہو گی، کیونکہ ان کی فطرت ہی انقیاد و اطاعت ہے رہ گیا اہلیت کا سوال، سو اس کو آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، میں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ آپ چاہیں تو خزف ریزہ بھی الماس بن سکتا ہے اور وہ الماس جو آپ کے درخورِ نظر نہ ہو، خزف ریزہ سے بدتر ہے۔

—— ۷۲ ——

یہ تو نے کیا کہا ناصح، نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو اس گلی کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

آئے بڑے وہاں سے چارہ ساز بن کر! کچھ عقل خراب ہو گئی ہے حواس ٹھکانے نہیں ہیں، یا کچھ پی گئے ہو، آخر یہ قصہ کیا ہے جو بیٹھے بٹھائے ناصح مشفق بننے کا شوق چرا اٹھا۔

نہیں کچھ خبر بھی ہے کہ مجھے ان سے کیا تعلق ہے؟ تو کیا تم چاہتے ہو کہ ناخن گوشت سے جدا ہو جائے، جسم سے روح علیحدہ ہو جائے، میں مر جاؤں تباہ و برباد ہو جاؤں آخر یہ تم میرے پیچھے کیوں پڑے ہو ——— اپنے کام میں لگو دفتر میں بیٹھ کر مراسلت نگاری کیا کرو، تمہیں اس دنیا کی کیا خبر جہاں آفتاب و ماہتاب بھی سر جھکا کر گزر جاتے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اب بھی باز نہ آؤ گے اور اپنے آپ کو میرا بڑا خیر خواہ جتا کر لوگوں سے فریاد کرو گے لیکن مجھے کیا پروا ہے تمہاری اور تمہاری دنیا کی، میری دنیا سب سے علیحدہ ہے جو میرے دل نے بنائی ہے اور جس کا میں خود حاکم و فرماں روا ہوں ——— بڑی ہمت ہے تو آجاؤ اور اسے تاراج کر دو۔ اور اگر تم اس بات پر جلتے ہو کہ انہوں نے کیوں مجھے درخورِ التفات سمجھا، تو یہ ان کی مرضی،

وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

تمہارا اجارہ؟

۶۳

صدیقی ——— میں تعمیل ارشاد کی غرض سے کل شام کو وہاں گیا اور ان سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی، انہوں نے ایک ایک کر کے اپنے تمام عذر میرے سامنے پیش کئے اور ایک ایک کر کے میں نے تمہاری طرف سے رد کر دیئے ہرچند ایک ہلکی سی کیفیت جو منافرت کی پیدا ہو گئی ہے وہ دل کو صاف ہونے نہیں دیتی مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ان کی معقولیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے نہ تمہاری نامعقولیت میں، وہ اس لئے کہ باوجود ان تمام شکایتوں کے تمہارا خیال وہ اسی طرح کرتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ تم نے خود آ کر معاملہ کیوں نہ صاف کر لیا،

بہرحال

قائل تو ہو گئے ہیں وہ تاثیرِ عشق کے
موقع نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے

خواہ یہ حکمت تمہاری طرف سے ظاہر ہو یا اُن کی طرف سے۔

—————۶۴—————

کرم گسترا نیاز نوازا!

آپ نے جس خلوص کا اظہار کیا ہے اس کا اعتراف تو خیر کیا، البتہ عدمِ اہلیت اعتراف کا اظہار بیشک کر سکتا ہوں —— آپ جس آئینے میں مجھے دیکھ رہے ہیں وہ خود آپ ہی کا "عکس پردار" ہے۔ میں وہاں کہاں۔

مجھے حاضری میں کیا تامل ہو سکتا ہے لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا قریب کا مطالعہ اس حسن ظن کو محو کر دے جو آپ کے لئے تو خیر کچھ نہیں مگر میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے

آپ نے جس مسئلہ پر قلم اٹھانے کی دعوت دی ہے وہ نہ صرف میرے مقاصد بلکہ میرے احاطۂ علم سے بھی باہر ہے اس لئے کیوں آپ مجھے رسوا کریں گے۔

اگر ناگوار نہ ہو تو عرض کروں کہ کیوں نہ حضور ہی دلیل راہ بنیں۔ میں یوں بھی ہمیشہ قیادت کی ذمہ داریوں پر اطاعت کی "سپردگیوں" کو ترجیح دیتا ہوں چہ جائیکہ آپ کسی تحریک کے علمبردار ہوں کہ اسوقت تو بھا کا ہو اسر بھی۔

"نیزۂ غازیان ست کہ ترنج آفتاب را بنوک سناں ربودہ"

یہ فقرہ ملا ظہیری تفرشی کا ہے جو شاہ عباس صفوی کے باغ کے فوارہ کی تعریف میں بے ساختہ اس کے قلم سے نکل گیا ہے۔

کس بلا کا منشی تھا، کتاب صرف سولہ صفحے کی ہے لیکن زور بیان و بلندی تخییل کا وہ عالم ہے کہ اس کو پھیلانے پر آیئے تو ۔۔ ۱۶ صفحے بھی کم ہیں چونکہ آپ کو فارسی سے خاص لگاؤ ہے اور مجھے بھی اپنی ابتدائی تعلیم کا زمانہ یاد آ گیا اس لیئے دو چار مثالیں نزاکتِ بیان کی اور سن لیجئے۔

فوارے کی دو خوبیاں قابل ذکر ہوا کرتی ہیں ایک یہ کہ اس کا پانی بہت پھیل کر گرے اور دوسرے یہ کہ وہ بلند جائے، بلندی کی تعریف تو آپ نے سن لی کہ نیزہ غازیان ست۔۔ ۔۔ ۔۔ " اب پہلی صفت کو ملاحظہ کیجئے۔ کیا

قیامت کی تشبیہ پیش کی ہے، لکھتا ہے۔

"شیریں خیمہ نشین ست کہ گیسوئے گوہر کش رشحہ برتن بلوریں افشاندہ

وپرویز حباب در با چشم نمناک بتماشا ایستادہ

ایک وجہ شبہ پر متعدد مشبہ بہ پیدا کرنا انشا پردازی کا کمال ہے۔

فوارے کی ایک حالت کو دیکھ کر دو کیسی لطیف تشبیہیں پیدا کی ہیں یعنی فوارہ نہیں ہے بلکہ شیریں خیمہ کے اندر بیٹھی ہوئی جسم بلوریں پر اپنے گیسو بکھرائے ہوئے ہے جس کے بال بال میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔

پھر چونکہ شیریں کی رعایت سے پرویز کا وجود بھی ضروری تھا اسلئے "حباب" سے یہ خدمت لی گئی۔ حباب کو "چشم نمناک" کہتے ہیں تو کوئی کمال نہ تھا لیکن "دو بتماشا ایستادہ" کہہ کر ظالم ملّا اپنی بالغ نظری کا پورا ثبوت دے گیا۔

آپنے دیکھا ہوگا کہ جب حوض کے پانی میں فوارے کا پانی آکر گرتا ہے تو حباب کثرت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن پانی کے ہلکورے سے وہ کنارے جا کر لگ جاتے ہیں باغ کی تعریف میں دو فقرے کس قیامت کے لکھ گیا ہے۔

صبح نسیمے کہ ست کہ از نسترن زارش برگشتہ

وشفق موائیست کہ برلالہ ستانش گزشتہ

یعنی دنیا جس چیز کو صبح کے نام سے موسوم کرتی ہے وہ تو صرف نسیم کا ایک جھونکا ہے جو باغ کے نسترن زار سے گزر گیا ہے اور لوگ جس چیز کو شفق کہتے ہیں وہ تو ایک موج ہوا ہے جو اسی باغ کے لالہ زار کو چھو کر چلی گئی ہے۔ —— دنیا آج نئی نئی تشبیہات کی جستجو میں ہے حالانکہ فارسی کی قدیم تشبیہات میں اب بھی خدا جانے کتنی جدتیں پائی جاتی ہیں۔

اخیر میں چند شعر کی مثنوی بھی شامل کر دی گئی ہے جوش بہار کا عالم ملاحظہ ہو

بہار است دمی غلطد از جوش گل

ستارہ چو شبنم در آغوش گل

درخت سے ایک ایک پھول اس وقت سربلند ہے کہ اس کے دامن میں شبنم کے قطروں کی طرح پڑے جگمگا رہے ہیں۔

ہر چیز کا حد سے زیادہ مبالغہ ناگوار ہوتا ہے، لیکن یہاں حسن بیان نے اس کو بھی گوارا بنا دیا ہے —— خدا جانے کہاں سے کہاں پہونچ گیا، معاف فرمایئے پرانی صحبتوں کا یہ لطف احساس آپ کے سامنے پیش نہ کروں تو پھر دوسرا کون ہے۔؟

فارسی کلاسکس کو اب کون پوچھتا ہے —— خود ایران کی بھی دنیا بالکل بدل گئی ہے، یہ ترقی ہے یا تنزل، اس کا حال کیسے معلوم؟

—— ——۶۵—— ——

خان والاشان!

آپ کی تحریر جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اضطراب ٹپک رہا ہے کل شام کو مجھے ملی۔ یقیناً آپ کو حیرت ہوگی کہ میں نے اس قدر جلدی جواب دینے میں کیوں کی جبکہ آپ کے خیال کے مطابق کم از کم دو چار دن تو دریافت حال کیلئے ضروری تھے۔ سنئے، مجھے تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں، کیونکہ میں ان کو خوب جانتا ہوں، گو وہ مجھے نہ جانتی ہوں —— مگر یہ تو بتایئے کہ آپ کی شناسائی کب کی نکل آئی؟ بہرحال اگر یہ خواہش خود انہیں کی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ابھی تک آپ صرف تمنا ہی تمنا پرجی رہے ہیں تو میں اس اقتران کی مخالفت کرونگا۔

آپ کے اور ان کے مزاج میں وہی تفاوت ہے جو میرے اور قاضی صاحب بھوپال کے مزاج میں، آپ ٹھہرے "رہنسوڑ"، کہ پہلے ہنس لینا اور پھر بات کرنا اور وہاں متانت و سنجیدگی کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی اسوقت تک کسی نے ان کی پیشانی کو شکن سے خالی دیکھا ہو، مجھے نہیں معلوم مگر سنتا ہے کہ اپنے فن پر اور شاید صورت پر بھی اتنا پندار ہے کہ وہ کسی سے کھل کر بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ علاج وہ اچھا کرتی ہیں اور چند دن میں خاصی شہرت انہوں نے حاصل کر لی ہے لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہ تمہارے دردِ دل کا علاج کر سکیں۔

صورت کے لحاظ سے انہیں "جمیل" تو یقیناً نہیں کہہ سکتے لیکن دلکش ہونے میں کلام نہیں — رنگ کھلتا ہوا سانولا (جو شباب کے زمانہ میں واقعی قیامت ہوتا ہے) کشیدہ قامت، دراز گردن، بڑی بڑی آنکھیں، چھریرا بدن، کتابی چہرہ، یہ ہیں ان کی جسمانی خصوصیات — رہے معنوی محاسن، سو یہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ وہ لکھنؤ کی گریجویٹ اور دہلی میڈیکل کالج کی فاضل ڈاکٹر ہیں، عمر ۲۶، ۲۷ سال کی ہو گی لیکن چہرہ کی نرمی سترہ اٹھارہ سال کی سی ہے تہذیبِ جدید کی جتنی رعنائیاں ہو سکتی ہیں وہ بھی سب ان میں موجود ہیں، خصوصیت کے ساتھ رفتار تو واقعی قیامت ہے — پھر اب پوچھو کہ میں تمہارے لئے کیوں موزوں نہیں سمجھتا — ایک سبب تو ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ان کی تنک مزاجی تمہاری خوش مزاجی کی متحمل نہیں ہو سکتی — دوسرے یہ کہ وہ اپنے فن کو بھی کبھی کسی حال میں ترک نہ کریں گی اور تمہاری رشک کرنے والی طبیعت غالباً اسے گوارا نہ کرے، تیسرے یہ کہ نقاب وہ اپنے چہرے پر ڈالیں گی نہیں اور تمہارے والدین پردہ انہیں گھر میں گھسنے نہ دیں گے اور چوتھا سبب جو سب سے بڑا مانع اس ازدواج کا ہو سکتا ہے، یہ ہے کہ اس نام کی ڈاکٹرنی یہاں کوئی ہے ہی نہیں، یہ تم کو کس نے بیوقوف بنایا ہے، مجھے بھی تو معلوم ہو۔

—— ۶۶ ——

لاحول ولا قوۃ!

ہزار بار لکھ چکا کہ میں جمیل صاحب سے واقف نہیں، کبھی ان کی صورت بھی نہیں دیکھی، نام تک نہیں سنا، اور آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں ضرور ملے ہو گے — آپ آدمی ہیں یا تماشا؟

تمہیں اب بھی شاید اعتبار نہ آئے گا لیکن تمہارے وہم و گمان کی رعایت سے محال کو ممکن بنا دینا، میرے اختیار میں تو ہے نہیں۔

ایک صاحب اس نام کے ضرور میرے پڑوس میں رہتے ہیں لیکن جس معاملے میں آپ مدد لینا چاہتے ہیں اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا ——— یہ غریب کسی دفتر میں بیس روپے کے ملازم ہیں اور آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے "رجیل" کوئی با اختیار افسر ہوں گے ——— علاوہ اس کے یہ صاحب یہیں کے رہنے والے ہیں اور ان کی بابت آپ نے لکھا ہے کہ علیگڑھ کے باشندے ہیں۔

بہر حال یہ انکشاف میرے اختیار سے بالکل باہر ہے، اس کے لئے آپ کوئی کو لمبس ڈھونڈھیے، باوجود تکلیف کرکے آیئے اور نشان وہی کیجیے " بوسہ بہ پیام" بالکل مہمل سی بات ہے۔

——— ۶۷ ———

مکرمی، تسلیم" ———

نقوش "ملے اور پورا ایک دن ان کے مطالعہ میں صرف کیا، ظاہر ہے کہ جس چیز میں میں نے گھنٹوں تک لطف اٹھایا ہو اس کی تعریف چند سطر میں کیا ہو سکتی ہے لیکن اس خیال سے کہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے اولین فرصت میں یہ عریضہ بھیج رہا ہوں۔

آپ کے مرسلہ نقوش میں سے تین تو اس لئے قابل لحاظ نہیں کہ وہ نقوش قدیمہ کے چربے ہیں، گو سایہ و رنگ کی تکمیل میں آپ نے کافی ذہانت سے کام لیا ہے باقی چار واقعی بہت پاکیزہ ہیں اس قدر پاکیزہ کہ مشکل سے صحیح الفاظ ان کی تعریف کے لئے مل سکتے ہیں ——— اجازت دیجیے کہ مختصراً ہر ایک پر اپنی رائے کا اظہار کروں۔

(۱) " طلوع صبح " اچھا عنوان ہے، لیکن پامال، میری رائے میں "امتزاج رنگ

"نور" زیادہ موزوں ہے ——— کیونکہ آپ کے نقش کو دیکھ کر مشکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے صبح کا منظر دکھایا ہے یا شام کا اور اسی لئے غالباً آپ نے عنوان میں اس کو ظاہر کر دیا ہے۔

آفتاب جس وقت تک بلند نہ ہو ایک نقش میں محض روشنی سے یہ پتہ چلانا کہ صبح کا وقت ہے یا شام کا مشکل ہے، علی الخصوص اسوقت جبکہ ماحول سے بھی کوئی سُراغ نہ چل سکے۔ اگر آپ چڑیوں کی پرواز، درختوں کی سمت سے روشنی کی طرف دکھاتے تو طلوع صبح کا منظر زیادہ قریب الفہم ہو جاتا، اور روشنی کی طرف سے درختوں کی طرف اُن کی آمد دکھاتے تو شام کا منظر متحقق ہو جاتا، لیکن آپ نے چونکہ اس چیز کو بالکل ترک کر دیا ہے اس لیے عنوان کو بھی مبہم ہی رہنے دیجئے تو اچھا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اُفق کے "غبار رنگین" کو جس تکمیل کے ساتھ دکھایا ہے وہ آپ کے مطالعۂ فطرت کا بین ثبوت ہے اور "پس منظر" میں جو آپنے ایک شان "لانہایت" کی پیدا کر دی ہے وہ کسی معمولی نقاش کے فکر کا نتیجہ نہیں ہو سکتی"

(۲) "غار پر سر راہ" بہت دلکش نقش ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جس لڑکی کو آپنے برہنہ پا دکھایا ہے، کیا اس کا لباس وہی ہونا چاہیئے جو آپنے تجویز کیا ہے میری رائے میں اس کو دہقانی لباس میں پیش کرنا چاہیئے تھا۔ ترچھی مانگ رکھنے والی اور ریشمی ساریاں پہننے والی لڑکیاں غالباً کبھی برہنہ پا نہیں دیکھی جاتیں۔

ایڑی سے چبھا ہوا کانٹا نکالنے کے لئے جتنے خم اور لوچ ایک کمسن لڑکی کے جسم میں پیدا ہونے چاہئیں وہ سب اپنے حد درجہ تکمیل کے ساتھ دکھائے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ گردن اٹھا کر دیکھ کس کو رہی ہے ——— آپنے یہ پوزیشن صرف اس لئے رکھی ہے کہ اس کی صورت بھی سامنے آجائے لیکن اگر آپ چاہتے تو صرف ایک رُخ دکھا کر اس کے نقشے کے تناسب کو پیش کر سکتے تھے۔ اصولاً و فطرتاً اس کی نگاہ ایڑی ہی کی طرف رہنا چاہیئے تھی اور اس حالت میں جو خم اس کی گردن میں پیدا کیا جاتا وہ بہت زیادہ دلکش ہوتا، بحیثیت صاحب فن

ہونے کے لئے یہ نکتہ آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ ایک نقش میں ایک آدھ خلا ایسا چھوڑ دینا جنھیں دیکھنے والے کا دماغ خود پر کرے بہت لطف کی بات ہے۔

(۳) گاؤں کی ایک شام ——— میرے نزدیک آپ کا یہ نقش بہت کامیاب ہے اور شام کے وقت ایک گاؤں کا جو منظر ہونا چاہیے اس کو اپنے تمام جزئیات کی تفصیل کے ساتھ دکھا دیا ہے۔ آبادی پر ہلکا سا تاریک سایہ اور درختوں کی چوٹیوں پر کہیں کہیں مضمحل دھوپ، مویشیوں کی تھکی ہوئی واپسی، تالاب کے پانی کا سکون، درختوں پر چڑیوں کا جھنڈ، الغرض تمام باتیں تکمیل کے ساتھ پائی جاتی ہیں ——— اگر آپ ایک آدھ گائے کا اُٹھا ہوا سر دکھا دیتے تو خوب ہوتا، شام کو جب مویشی واپس آتے ہیں تو گائیں اس خوشی میں کہ اپنے بچوں کو دیکھیں گی ضرور دو چار مرتبہ ہمک کر آواز دیتی ہیں۔

(۴) آئینہ کے سامنے ——— اچھی تصویر ہے لیکن اس میں بھی بہت عمومیت ہے اگر آپ آئینے کو تصویر میں نہ دکھاتے اور صرف لڑکی کے نقش سے یہ بات ظاہر کر دیتے کہ وہ آئینہ دیکھ رہی ہے تو یہ عمل بہت بلند ہو جاتا ——— آئینہ تو سبھی دکھاتے ہیں، لطف تو جب تھا کہ بغیر اس کے دکھاتے ہوئے لوگوں کے ذہن کو آپ اس طرف منتقل کر دیتے۔

دو چار احباب اور اس فن کے شائق ہیں ان کو دکھانے کے بعد واپس کر دوں گا افسوس ہے کہ میں اپنے رسالہ میں تصاویر نہیں شائع کرتا ورنہ دو ایک نقش آپ سے ضرور مانگ لیتا۔ آپ کلکتہ ضرور بھیجیے۔ گجراتی اور بنگالی زبان کے رسائل یقیناً لے لیں گے۔

چغتائی صاحب کے فن کے متعلق میں اپنی رائے نگار میں ایک بار مفصل ظاہر کر چکا ہوں ملاحظہ فرمائیے اس میں شک نہیں کہ خطوط کا بادشاہ ہے ———

٦٨

جاؤ جی

کیوں جلاتے ہو، تم اور اپنے لطف کو چھوڑ کر میرے پاس آؤ! قیامت تک ممکن نہیں۔

گزر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

بہرحال آؤ یا نہ آؤ لیکن اپنا دعاگو مجھ کر کبھی کبھی یاد کر لینے کی عادت ترک نہ کرو میں خود نہیں چاہتا کہ تم اپنے لمحات کامرانی کو رائگاں جانے دو زمانہ کب، کسے فرصت دیتا ہے، خدا جانے کیا اتفاق ہے کہ تم پر یوں مہربان ہے۔

میرا سلام پہونچا دو اور نامناسب نہ ہو تو یہ بھی کہدو کہ

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر موجودہ حالات پر نگاہ ڈالتا ہوں تو حیرت ہو جاتی ہے کہ

روئے محمود در خاک پائے ایاز

اچھا جی خوش رہو، ہمیں یاد کرو یا نہ کرو، بقول اکبر۔

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

٦٩

اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

یہاں تو اب ناکامیوں اور مایوسیوں نے اس حد تک پہونچا دیا ہے کہ دوسروں کے متعلق بھی کسی اچھی خبر سننے کی امید باقی نہیں رہی۔

بارے شکر ہے کہ تمہاری الجھنیں ختم ہوئیں۔ اور

دیدار شد میسر و بوس و کنار ہم

میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ کنوار کے جھالے ہیں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں لیکن تمہیں فرط شوق میں کب اعتبار آتا تھا ــــ دیکھ لو وہی ہوا نا جو میں کہتا تھا اب تو شاید تم بھول کر کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ گے۔ اور لاؤ کیونکر

دل شکستہ دراں کوچہ می کنند درست — چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

اچھا اب رات زیادہ گئی ہے، کیوں سردی میں ٹھٹھروگے۔ جاؤ آرام لو اور بے آرام کرو۔

——— ۷۰ ———

میاں استان شاہ!

کہو اب کیا دل میں ٹھانی ہے۔ ساحلِ بمبئی کے پری زادوں نے تمہیں نہ پوچھا بنگال کی جادو کرنے والیوں نے تمہاری پروا نہ کی "سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمر قندی"، نے تم کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا "مدارس کی نازنینانِ کمند بدوش"، تمہاری طرف سے منہ موڑ کر چلی گئیں ——— پھر میں پوچھتا ہوں کہ اس سخت جانی کو کہاں کہاں لئے پھروگے اور خدا کے اس عذاب کو کیونکر ٹالوگے۔

تم سے کہتا ہوں کہ پاؤں توڑ کر کسی ایک جگہ بیٹھ جاؤ تو اپنی جوانی کا عذر پیش کرتے ہو۔ خودکشی کی رائے دیتا ہوں تو مذہب کی آڑ پکڑتے ہو۔ اب رہ گئی ایک صورت ——— "مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز"، کی وہ تمہاری غیرت و خودداری کے منافی ہے ——— ہاں ایک تدبیر اور ذہن میں آئی ہے، وہ یہ کہ زلفیں بڑھالو اور گیروے رنگ کی ریشمی چادر لپیٹ کر کسی مزار پر بیٹھ جاؤ ——— یہاں اگر آگئے تو تمہاری کرامت کے سینکڑوں قصے میں گھڑ کر لوگوں کو سنا دوں گا۔

امید تو ہے کہ کام چل جائے اور اچھی طرح چل جائے۔

——— ۷۱ ———

میرے بھائی۔

خط ملا، پڑھ کر بے اختیار آنسو ٹپک پڑے ہائے کیا زمانہ تھا، کیسی بےفکریاں تھیں تم میرے پاس اور میں تمہارے قریب۔ اللہ اللہ!

لیلیٰ و مجنوں ہم ہم می بودہ اند
پیش ازیں خوش روزگارے بودہ است

تمہاری حالت معلوم کر کے اب کیا کہوں کس قدر بے چین ہوا ہوں لیکن

یہ سوچتا ہوں کہ اس بے چینی سے تمہیں کیا فائدہ، نہ تقدیر کا قائل ہوں، نہ تدبیر کا اہل، نہ صبر کی لذت سے آگاہ، نہ شکر کے "فن" میں دستگاہ، اسلئے جبتک جیتا ہوں خون جگر پیتا ہوں اپنے آل پر اور ان سب کے حال پر جن سے مجھے علاقہ ہے۔

ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت ما را

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ جب جی میں آئے میرے پاس چلے آؤ، تم کہتے ہوگے "ہر بلائے آسمانی میں گرفتار رہوں، آپ کو پریشان کرنے سے فائدہ" ـــــ میں کہتا ہوں کہ اگر حال یہ ہے تو ضرور آؤ۔ "یہ خانۂ انوری" آخر ہے اور کس کام کے لیے، مگر تم سنتے نہیں اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔

یقیناً میری "آشفتہ روزگاری" بھی کم نہیں لیکن باور کرو کہ بادہ گو اور ہرزہ کار نہیں جو کہتا ہوں سچے دل سے کہتا ہوں لیکن تمہیں اعتبار نہیں آتا کیا کروں؟

عرفان صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ پیام پہونچا دو کہ

عشق تو تابکم نہ ہوا آپ سے
اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیئے

ہائے ہائے کیسا زبردست سانحہ ہے کہ جس نے اُن کے لئے دنیا چھوڑ دی اسی کو چھوڑ کر وہ ساری دنیا کے ہو گئے۔ مگر پھر سوچتا ہوں کہ وہ غریب آخر یہ نہ کرتے تو کیا کرتے، ان کی فطرت کو تو اس سے زیادہ پستی کی طرف مائل ہونا چاہیئے تھا سچ ہے۔

مرد این رہ را نشانے دیگر ست

— ۷۲ —

تم تو خیر، مجھے کیا لکھو گے، میں ہوں کیا جو خاطر میں لاؤ گے لیکن کل صفدر کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کن پریشانیوں میں مبتلا ہو۔ ـــــ میں تمہیں خط نہ

لکھتا اگر سوال صرف تمہاری پریشانیوں کا ہوتا، چونکہ معاملہ تمہارے بچے کی جان کا ہے اس لیے چپ بھی نہیں رہا جاتا۔

میں پوچھتا ہوں کیا تم سے زیادہ پڑھا لکھا جاہل دنیا میں کوئی اور بھی موجود ہے؟ —— غضب خدا کا وہ تو اعصاب کی کمزوری قلتِ خون اور دماغ کے تشنجی دوروں میں مبتلا ہے اور تم آسیب کا خلل جان کر دعا تعویذ اور جھاڑ پھونک کے پیچھے پڑے ہوئے ہو،

مانا کہ تم مذہبی انسان ہو، خدا کے بڑے صبر و شکر والے بندے ہو۔ کلام الٰہی میں بڑی قدرت ہے لیکن خدا کے لیے بتاؤ کہ یہ جو بات بات میں تم خدا کو تکلیف دیا کرتے ہو اس سے کیا فائدہ —— کیا اللہ میاں کو سوائے اس کے کوئی کام، نہیں کہ وہ صرف تمہاری عبادت و ریاضت اور تمہارے ایمان و اسلام کو بیٹھے ہوئے سراہا کریں اور تم کو مرنے سے پہلے ہی دنیا میں جنت کی تمام راحتیں مہیا کر دیں۔

ہوش میں آؤ، زہد و تقویٰ بھی وقت وقت سے اچھا معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ میاں کو چھینک آئی اور تسبیح پر ہاتھ پہونچ گیا، سر میں درد ہوا اور مصلےٰ بچھ گیا! اللہ میاں کو توبہ توبہ کیا تم نے اپنا خانہ زاد غلام سمجھ لیا ہے جو بات بات میں تمہارے پیچھے دوڑتا پھرے گا۔ کیا دنیا میں ہم سے گناہگار بندوں کی کمی ہے جو تم ایسے زاہدان عبوس کی طرف توجہ کرے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم عبادت و ریاضت چھوڑ دو یا میری طرح بے دین ہو جاؤ لیکن یہ حرکت کیا کہ "زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید۔"

جب دیکھو نماز، جب سنو نماز، —— نماز نہ ہوئی بلائے جان ہو گئی، اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو مہربانی کر کے بچہ کو میرے پاس بھیج دو، اور تم نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے وہاں "عقدِ انامل" کیا کرو۔ لاحول ولاقوۃ۔

—— ۳ ——

ہائے کیا پوچھتے ہو، کیسا سانحہ ہو گیا، اجڑ گیا، تباہ ہو گیا، لٹ گیا

مرنے والے کی موت پر حیرت نہ کرو۔ حیرت کرو میری زندگی پر، میری سخت جانی پر، میری سنگ دلی پر! فطرت کا اپنے "ناخن و چنگال" کو خون سے رنگین کرنا نئی بات نہیں لیکن اس کے مقابلے میں سینے کو پتھر کر کے جیتے رہنا مشکل ہی سے کسی سے بن آتا ہے ــــ آہ! تفصیل نہ پوچھو! سخت جانگداز داستان ہے شام کو داہنی طرف جگر سے نیچے درد محسوس ہوا، معمولی تکالیف ریاح سمجھ کر محلل دواؤں کا استعمال ہوا مگر درد بڑھتا ہی رہا، صبح ڈاکٹر آیا اُس نے اپنڈکس کا درد تجویز کیا، اسپتال گئے۔ اپریشن سے معلوم ہوا کہ اس نے امعائے مستقیم کو جکڑ لیا ہے، اسے قطع کیا گیا اور آخر کار

چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اسی بیہوشی کے عالم میں غریب کا رشتۂ حیات منقطع ہو گیا۔

دعائیں مانگتے مانگتے زبان لکنت کرنے لگی، سجدے کرتے کرتے پیشانی گھس گئی لیکن قدرت کو رحم نہ آنا تھا نہ آیا۔ اگر زندگی نام صرف سانس کی آمد و شد کا ہے تو مجھے زندہ سمجھ لو، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں تو مردہ سے بدتر ہوں۔

زندگی کے ویران اور سنسان جنگل میں خدا جانے کس محبت سے میں نے ایک باغ لگایا تھا اپنے خون سے سینچ سینچ کر اس کو شاداب بنایا تھا کہ خزاں کا ایک جھونکا آیا اور خاکستر کر کے چلا گیا۔ اب پھر وہی میں ہوں اور وہی ریگزار حیات۔ وہی گتھیاں ہیں اور وہی میری "شکستہ ناخنی" ــــ سچ ہے زندگی اسی کا نام ہے اور حیاتِ انسانی کی داستان اتنی ہی مختصر و ناپائدار ہے۔

تمام بود بہ یک حرف گرم ما غافل
حکایتے کہ ہمہ ناتمام می گفتند

ــــ ۴۷ ــــ

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم!

مجھ سے چاہنے والے تو تمہیں بہت مل جائیں گے لیکن تم سا محبوب مجھے کہاں

ے گا کہ بغیر کسی طلب و تمنا کے یوں ”التفات کے دریا“ بہا دے خدا تمہیں شرمائے، اب اور کیا کہوں؟ یہ میں نے آپ سے کب کہا تھا کہ ”حضرت صاحب“ سے مل کر وہ سب کہہ دیجئے جو میں خدا سے بھی نہیں کہنا چاہتا ان کا خط کل مجھے ملا اور آپ ہی کے الفاظ میں وہ سب کچھ معلوم ہو گیا جو ان سے کہا گیا ہے۔ خیر اُن کی ہمدردی کا شکریہ تو ضرور مجھے ادا ہی کرنا تھا لیکن آپ کی اس حرکت کی داد کن الفاظ میں دوں؟ گالی دوں گا تو آپ ہنس دیں گے، ماروں گا تو آپ گردن جھکا دیں گے، سوائے اس کے کہ کپڑے پھاڑ کر کسی طرف نکل جاؤں یا اپنا سر دیوار سے ٹکرا کر مر جاؤں اور کیا کر سکتا ہوں ـــــ ہائے وہ شخص جو خدا کے سامنے ”دست سوال“ پھیلانے سے حجاب کرے، اسے تم ایک معمولی انسان کے سامنے یوں رسوا کرو۔

کم از کم تمہیں اتنا سمجھنا چاہیے تھا کہ حضرت صاحب سے جو تعلق مجھے ہے تمہیں نہیں ہو سکتا اور باوجود اس کے جو میں نے اسوقت تک کچھ نہیں لکھا تو ظاہر ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ـــــ میں ان کی بزرگی کا احترام کرتا ہوں ان کے اثر و وجاہت کا قائل ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ انہیں مجھ سے بہت محبت ہے لیکن حاشا جو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال ذہن میں آیا ہو کہ وہ میرے لئے کچھ کر سکتے ہیں یا میں ان کے سامنے کوئی درخواست اپنی پیش کر سکتا ہوں۔

میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح رہا ہے اور رہے گا، وہ کبھی مجھے چین سے رہنے نہ دے گا، اور میں کبھی شکایت نہ کروں گا۔ تمنائیں بہت محدود رکھتا ہوں نہ فقر و فاقے سے ڈرتا ہوں نہ آزار جسمانی سے ہمت مردانہ نہ سہی لیکن صبر درویشانہ ضرور رکھتا ہوں ـــــ جب ہاتھ قطع کر دیئے تو ”دست دعا“ دراز کرنا کیسا؟ جب پاؤں توڑ ڈالے تو ”جادہ پیمائی کیسی“ ـــــ ہائے ننگ رکھتا ہوں تو ملک خدا کو بھی اپنے لئے تنگ بنا لیا ہے، پھر ہائے وائے کیوں کروں؟ ۔

تمہارے جی میں آئے تو یہ خط انہیں دکھا دینا اور کہہ دینا کہ ان کی تمام مجتھل احترام رکھتے ہوئے میں ان کی طرف سے کبھی ایسے اقدام کو پسند نہ کروں گا جو میری اس وضع کو صدمہ پہونچانے والا ہو۔

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغِ اسیر
خوردِ افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

—— ۷۵ ——

نیاز نوازا! دیں پناہا!

شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

حج سے واپسی کی مبارکباد اس لئے پیش نہیں کرتا کہ "گنبد خضرا" کے جوار سے جدا ہو کر پھر اس تیرہ خاکدان ہند میں لوٹ آنا خود آپ کی تمنا کے بھی خلاف تھا لیکن ان مقدس تحائف کا شکریہ تو ضرور واجب ہے جو آپ خصوصیت کے ساتھ میرے لئے لائے ہیں۔

خاک شفا اور آب زمزم میں مٹی اور پانی کے لحاظ سے کوئی اہمیت ہو یا نہ ہو لیکن یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ دربار حبیب کی چیزیں ہیں اور اس سرزمین سے تعلق رکھتی ہیں جہاں "دوست" آسودہ ہے۔

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

مولانا! میں تو کائنات میں صرف محبت کا قائل ہوں اور مذہب کے صرف اس حصے پر ایمان رکھتا ہوں جو کسی نہ کسی نہج سے "درس محبت" دینے والا ہے — خدا کے "جبار و قہار" ہونے کا ابھی تک کوئی مفہوم میرے ذہن میں متعین نہیں ہوا، صرف اس کی "شان کرم" پر جیتا ہوں اور وہ سب کچھ کر لیتا ہوں جس کا ذکر غالب نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

برلب یا علی سرائے بادہ روانہ کردہ ایم   مشرب حق گزیدہ ایم عیش شعار کردہ ایم

۷۶

بھائی!

مجھے تم یہ کیا سنا رہے ہو،

گذر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

میں تم پر کیوں رشک کروں، جبکہ اس سے قبل کبھی دنیا مجھ پر بھی رشک کرتی تھی، خیر خدا مبارک کرے اور یہ افزان پائدار و استوار ثابت ہو۔

میاں سلیم آج کل کہاں ہیں ملیں تو کہہ دینا کہ اُن کی فرمائش پوری کرنے کی فکر میں ہوں، تعویق کو تغافل پر محمول نہ کریں بلکہ صرف تساہل پر، اور تساہل کوئی ایسی قابلِ الزام بات نہیں، علی الخصوص اسوقت جب وہ اعتماد محبت،، بھی ساتھ ساتھ کام کر رہا ہو۔ بہر حال ان کو مطمئن کر دو۔ اور اگر خفا ہوں تو معذرت بھی کر دو

۷۷

عزیزم!

غالبؔ کے جس شعر کو تم نے جس انداز سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے پڑھا بھی اسی طرح ہوگا، اچھا، اب یوں لکھ کر دیکھو۔

وہ آئیں گے مرے گھر؟ وعدہ کیسا، دیکھنا غالبؔ

نئے فتنوں میں اب چرخِ کہن کی آزمائش ہے

یعنی پہلے مصرعہ کے پہلے ٹکڑے کو یا تو تعجب کے لہجہ میں پڑھو یا "استفہام انکاری،، کے انداز میں، دوسرے ٹکڑے کو "استفہام انشائی،، کی صورت دو، یہ "استفہام انشائی،، میری وضع کی ہوئی اصطلاح ہے۔ جس سے مراد وہ استفہام ہے جو کسی حقیقت کی خبر دیتا ہے۔

مدعا یہ ہے کہ اس کے وعدے پر بھروسہ کرنا بیکار ہے اور وہ میرے گھر کبھی نہ آئیں گے۔ پھر جب صورت یہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیندہ یہ چرخ کہن، کیا نیا فتنہ پیدا کرتا ہے یعنی وہ اگر میرے گھر آ جاتے تو بیشک یہ ایک نیا

فتنہ اٹھتا۔ لیکن چونکہ وہ نہ آئیں گے اس لئے ظاہر ہے کہ چرخ کہن کوئی اور تازہ فتنہ پیدا کرے گا۔

بعض لوگ اس کا مفہوم یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ـــــــ اے غالب یقینا وہ ضرور میرے گھر آئیں گے، وعدہ کریں یا نہ کریں کیونکہ اُن کے آنے سے ایک نیا فتنہ میری جان کے لئے پیدا ہوگا جو چرخ کہن کا شیوہ ہے۔

ہرچند مفہوم تو اس طرح بھی پیدا ہوتا ہے لیکن شعر تغزل سے علیحدہ ہو جاتا ہے ـــــ غالب کے یہاں متعدد ایسے ہیں جن کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے اسی طرح کھینچ تان کی ضرورت معلوم ہوتی ہے ۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ کس جذبے کے تحت اس نے کس خیال کو ظاہر کرنا چاہا تھا۔ بہر حال اسوقت تو میری سمجھ میں یہی مطلب آتا ہے۔ آئندہ اگر غالب کی "روح پر فتوح" نے کوئی مزید رہبری کی تو تم کو اطلاع دونگا۔

——— ۷۸ ———

میرے ناصح مشفق!

میں پوچھتا ہوں کہ یہ تمام "دفتر تدبیر و مصلحت" میرے ہی لئے کیوں وقف کر دیا گیا آپ کے دوستوں میں بعض اور بھی "مستحق کرامت" موجود ہیں ان پر بھی تو اپنی "تیغ نقدس" کی آزمائش فرمایئے ہاشمی رات دن سرشار رہیں اور آپ اُن سے باز پرس نہ کریں، جمیل "سرفتہ نگاہ" کے لئے شب و روز گلیوں میں خاک بسر پھرتے رہیں اور آپ کچھ نہ کہیں لیکن ایک میں جو بقول غالب

یہ دریوزہ رُخ کردہ باشد سیاہ

آپ کے طعن و ملامت کا ہدف قرار دیا جائے یہ تماشہ کیا ہے۔

لالہ ساغر گیر و نرگس مست بر ما نام فسق
داوری خواہم، مگر یارب کرا داور کنم

آپ کے خلوص و محبت سے انکار نہیں لیکن اپنے احمق نہ ہونے کا بھی اقرار

ہے ــــ خوب سمجھتا ہوں جو آپ کہتے ہیں اور بغیر سمجھائے ہوئے سمجھتا ہوں لیکن گناہ کو گناہ جان کر، کرنا ایک مستقل لذت ہے جس سے آپ واقف ہی نہیں، آپ کہیں گے کہ یہ نور ایمان کی علامت ہے اور میں کہونگا کہ

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

بہر حال بات وہی ایک ہے تعبیریں مختلف ہیں، کاش آپ ہی مزنہ عرفان پر پہونچ جائیں کہ وضو کے بھتے اور سبوچۂ شراب کا امتیاز اٹھ جائے۔ میری اصلاح تو ممکن نہیں۔

ــــ ۷۹ ــــ

میں کل صبح کلکتہ پہونچ گیا اور اب کیا کہوں کہ یہاں کیا دیکھ رہا ہوں۔

شہر لیست پُر ز خوباں و ز ہر طرف نگارے
یاراں صلائے عام ست گر میکنید کارے

غالبؔ نے اس کی تدبیر کے لئے دو چیزیں ضروری قرار دی ہیں یعنی

فکر فضول و جرأت رندانہ چاہیئے

پھر تم بھی ساتھ ہوتے تو تقسیم عمل کے اصول پر "فکر فضول" کی خدمت تمہارے سپرد کر دینا اور "جرأت رندانہ" کی غیر دلچسپ خدمت میں اپنے سر لیتا ــــ لیکن بغیر تمہارے کیا کروں؟ ایک ہی وقت میں دو دو کام کیونکر انجام دوں؟ نیو مارکیٹ کے سامنے ہی ایک آرمینین خاندان میں قیام ہے اور اور گھر سے باہر قدم نکالتے ہی "نادعلیاً مظہر العجائب" کا حصار اپنے گرد کھینچ لیتا ہوں لیکن وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپے جا سکیں۔ ان کے نزدیک یہ حصار کیا وقعت رکھتا ہے۔

ارادہ تو صرف ایک ہفتے قیام کا ہے، لیکن یہاں وقت و زمانے کے تعین کا اصول کچھ اور ہے، اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک ہفتہ کبھی ختم بھی ہوگا یا نہیں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

آخر گل اپنی صرفِ درِ میکدہ ہوئی
پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

——— ۸۰ ———

کیا بتاؤں کہ کیسا ہوں؟

پھرتے ہیں داد خواہ ترے حشر میں خراب
تو پوچھتا نہیں تو کوئی پوچھتا نہیں!

اب تم نے پوچھا ہے تو دنیا بھی پوچھے گی اور پھر مجھے دنیا کی کیا پروا ہے

ساتھ ہو میرے اگر تم، پھر تو دنیا ساتھ ہے

جسمانی آزار تو بظاہر کم ہیں لیکن روح کی بیزاریاں بدستور قائم ہیں، یہاں کی زمین، یہاں کا آسمان، یہاں کی مخلوق، یہاں کی آب و ہوا سب میرے لئے بیگانہ ہے لیکن زمانے کا زندانی ہوں، وقت کا قیدی ہوں اور نا معلوم مدت کے لئے پا بزنجیر کر دیا گیا ہوں، زندگی کیسی؟ نہ مرسکنے کا نام جینا ہے۔

بھائی ارشاد کی خیر مدت سے نہیں معلوم ہوئی اگر علیگڈھ میں ہوں تو میرا یہ پیام پہونچا دینا کہ جس وقت بمبئی جانے کا ارادہ ہو تو مجھے اطلاع دے دیں تاکہ میں اسٹیشن پر اُن سے مل لوں اور چند کتابیں جو یوسف صاحب کے لئے بھیجتا ہوں اُن کو دیدوں اُن سے تمہاری مفصل کیفیت بھی معلوم ہو جائے گی۔

یہاں کا موسم خوشگوار ضرور ہے لیکن مفید صحت نہیں جس طرح بعض آدمی صورت حرام ہوتے ہیں اسی طرح یہ جگہ "موسم حرام" ہے یوں بظاہر بے انتہا خوشگوار، لیکن اثر کے اعتبار سے بکسر آزار۔

——— ۸۱ ———

صدیقی!

تم نے جو کچھ لکھا اس کا مجھے یوں بھی یقین تھا تاہم تمہاری تحریر سے اور تصدیق ہو گئی، سچ ہے۔

ناز والے نیاز کیا جانیں

میں نے اُن سے کبھی پہلے بھی شکایت نہیں کی، اب کیا کروں گا، لیکن اگر ملاقات ہو تو اُس "پیکرِ عز و ناز" سے یہ ضرور کہدیتا کہ دنیا میں کبھی کبھی ——

روئے محمود در خاک پائے ایاز

والے معاملے بھی دیکھنے میں آجاتے ہیں اور غالباً وہ وقت بہت سخت ہوتا ہے جب کسی کو بام بلند سے نیچے اُتر کر خاک بسر رہنے والوں کے ساتھ گلیوں کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں —— خدا نہ کرے اُن کے ساتھ یہ معاملہ ہو لیکن کیوپڈ کے ترکش میں تیروں کی کمی نہیں اور اس کے انتخاب کا حال تم کو بھی معلوم ہے کہ سب سے پہلے وہ "سرکشان جمال" ہی کو تاکتا ہے، ابھی تو نہیں لیکن آئندہ ماہ کی کسی تاریخ میں لُٹنے کا قصد ہے اور ظاہر ہے کہ آزادی کی سانسیں وہیں بسر کروں گا جہاں سب سے پہلے پاؤں میں غلامی کی زنجیر ڈالی گئی تھی۔

—— ۸۲ ——

عطوفت پناہا! مودت دستگاہا!

بارشِ لطف و کرم اور اسقدر مسلسل وعدۂ چارہ سازی اور اس درجہ معجل،

نتواں ترا و جاں را بہم امتیاز کردن

قبلہ اتنی فرصت تو دیجئے کہ اعتراف کے لئے مناسب الفاظ کی جستجو کر لوں، اس قدر مہلت تو ملنی چاہیئے کہ پیش کش کے لئے گلہائے تشکر سے اپنا دامن بھر لوں۔

بازار دل بسوئے دیدۂ نامی آئی　　اے دل و دیدہ فدایت زکجا می آئی

دیدہ و دل ہمہ گلچین بہار آغوش است　　چشم بد دور عجب عقدہ کشا می آئی

آپ اور مجھ سے یہاں آنے کی رخصت طلب فرمائیں! کیا شبنم سبزۂ پامال سے دریافت کر کے اس کو نہال کرتی ہے۔ کیا آب نیساں صدف تشنہ کام سے پوچھکر اس کی پیاس بجھاتا ہے، کیا نسیم صبح کلیوں سے استمزاج کر کے ان کو شگفتہ کرتی ہے، کیا بارش کا چھینٹا کھیتوں سے اجازت طلب کر کے ان کو سیراب کرتا ہے،

کہیں وہ ساعت تو آئے جب آپ زحمت پا رنجہ فرمائیں۔

اے ہزاراں دیدہ در راہ تو خاک

۸۳

آخر تم بھی انھیں سی کہنے لگے نا! سچ ہے

کہیں پرسش داد خواہاں نہیں

ان سے تو نہیں لیکن تم سے پوچھوں گا کہ میں نے کب ان کی شکایت کی اور ان کے اخلاق پر کب نکتہ چینی کی ـــــ مجھے معلوم ہے کہ ان کو کس نے باور کرایا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس میں کون سی مصلحت کار فرما تھی۔

کبھی ملاقات ہوئی تو رو در رو گفتگو ہوگی اور اسوقت تمہارے اور ان کے دونوں کی "چشم منفعل" سے لطف اٹھاؤں گا ـــــ افسوس ہے کہ باوجود ایک زمانے تک ساتھ رہنے کے تم نے ابھی تک نیاز کو نہیں پہچانا۔

اگر آنا دساور دیش نظروں میں نہیں جچتا تو جا اور جا کے اہل اللہ کی پہچان پیدا کر

۸۴

مکرمی میر صاحب قبلہ!

کل آپ کا خط کامل میاں کے ذریعہ سے پونچا ـــــ تجویز مناسب ہے لیکن تدبیر غلط ـــــ وہ اس لئے کہ آپ کو ایسی لڑکی مشکل ہی سے کہیں مل سکتی ہے اور یہ اس لئے کہ میرے ذریعہ سے کام بجائے بننے کے اور بگڑ جائے گا ـــــ آپ کے نزدیک میں کتنا ہی صائب الرائے کیوں نہ ہوں لیکن وہاں تو میری کوئی عزت و وقعت نہیں۔

جبتک ان کے حلقہ ارادت میں بیٹھ کر مسلسل ایک چلہ تک توجہ حاصل نہ کروں برابر ایک عشرہ تک ختم خواجگاں میں شریک نہ ہوں۔ تہجد و اشراق ادا نہ کروں ان کا اعتبار حاصل کرنا دشوار ہے اور یہاں یہ عالم ہے کہ سوائے صحبت سماع کے اُن کے کسی اور شغلہ کا قائل نہیں۔

پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ان کے دل میں جگہ کرنے کیلئے یہ "ہیچمداں" مجھ سے کیونکر طے ہو سکتا ہے ـــــ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، میرے ساتھ اتنی خصوصیت رکھتے ہیں کہ گھر میں پردہ بھی نہیں ہوتا، لیکن جانتا ہوں کہ ان کی نگاہ میں ایک "مردِ ناہنجار" سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ـــــ اس لئے میری تحریک دتائید مفید نہیں ہو سکتی، آپ خود براہ راست کیوں نہ اس سلسلہ کو چھیڑ دیں۔؟

لڑکی کو روز دیکھتا ہوں اور اس کی عادات و اطوار سے واقف ہوں۔ صورت کا سوال بیکار ہے کیونکہ حسن و جمال اس گھرانے کی مشہور خصوصیت ہے، علمی قابلیت کا یہ حال ہے کہ فارسی و عربی دونوں زبانوں میں ادیبانہ مہارت رکھتی ہے ـــــ امورِ خانہ داری کا سلیقہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تنہا اتنے بڑے خاندان کا انتظام اپنے سر لئے ہوئے ہے ـــــ بہر حال اس کمسنی میں ایسا ہوش دگوش، بالکل خدا داد بات ہے،

آپ کے صاحبزادے چونکہ جدید تعلیم یافتہ ہیں اس لئے ممکن ہے ان صفات میں کوئی کشش محسوس نہ کریں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اگر ایک بار دیکھ لیں تو گھبرا کے سجدے ہی میں گر پڑیں۔

آپ انہیں لکھئے تو سہی، دیکھئے کیا صورت پیدا ہوتی ہے،

—— ۸۵ ——

جانِ من!

جانے بھی دو کیوں منہ کھلواتے ہو،

این رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ دراز است

میں کہہ لگا ہوں، تم کہہ گئے ہو نہیں بڑں ـــــ اس سے فائدہ؟ نہ تم میری سنو گے، نہ میں تمہاری مانوں گا، خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا اور دل مکدر ہو جائینگے میں اعتراف جرم کئے لیتا ہوں، آپ سزا تجویز کیجئے

اس کے بعد اگر انفیر یا اپیل کا خیال بھی دل میں لاؤں تو دار پر چڑھا دیجیے ——
اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتے ہیں۔

اب تو خوش ہو بے وفا تیرا ہی یہ کہنا کیا

—— ۸۶ ——

مکرمی!

کل رات سے اسی فکر میں تھا کہ آپکا معاملہ کیونکر سلجھے —— آخر کار قدرت نے مدد کی اور یہ معمہ آپ ہی آپ حل ہو گیا یعنی صبح کو ڈنشا ارجمند خاں صاحب تشریف لائے، اور ایک ایسا کام لے کر آئے جس کی تکمیل صرف مجھ پر منحصر تھی، —— میں نے پوچھا اس کا معاوضہ کیا مرحمت ہوگا۔ کہنے لگے جو آپ فرمائیں —— میں نے کہا تحریر دیجیے، انہوں نے لکھ دیا۔ وہ غریب اس کو مذاق ہی سمجھے تھے —— لیکن جب میں نے نہایت سنجیدگی سے آپ کے معاملہ کو پیش کیا تو گھبرا گئے اور دیر تک سوچتے رہے، لیکن زبان دے چکے تھے مجبور ہو گئے۔

مجھے اطمینان ہو گیا ہے آپ بھی مطمئن ہو جایئے۔

—— ۸۷ ——

عزیزم!

کل شام کا لطیفہ سنو، تمہارے خال مکرم تشریف لائے اور اس شان سے کہ تسبیح ہاتھ میں تھی اور کفنی گلے میں، میں حیران کہ خدایا میں نے کب دعوائے نبوت کیا تھا جو جبریل کا نزول اجلال ہوا، میں نے اپنے گم کردہ راہ ہونے پر کب اظہار تاسف کیا تھا کہ جناب خضر تشریف لے آئے۔ باور کرو میں نے ان کو پہچانا ہی نہیں، سرو قد تعظیم دی، دست بوسی کے لیے آگے بڑھا، جسم کا ریشہ ریشہ کانپ رہا تھا کہ کہیں یہ "سامری" افسوں پڑھ کر خاکستر نہ کر دے —— دفعتاً وہ مسکرا پڑے اور میں نے ان کے طلائی دانت دیکھ کر فوراً پہچان لیا۔

حیران تھا کہ خدایا یہ کیا انقلاب ہے۔ وہ شخص جو وضع مغربی کا اتنا دلدادہ تھا اس حد تک بھیانک بن جائے، وہ شخص جس نے بھول کر کبھی خدا کا نام نہ لیا ہو وہ بالکل زمزمی بنا ہوا سامنے آئے،

میں نے پوچھا "حضرت یہ کس نگاہ کا کرشمہ ہے ؟ کس جلوہ بے محابا کی کار فرمائیاں ہیں" ؟ اسے یہ سننا تھا کہ ان پر تو حال طاری ہو گیا، لاحول ولاقوۃ، میں کس قدر پچھتایا کہ میں نے کیوں اُن سے یہ پوچھا، وہ نیم بسمل کبوتر کی طرح، لوٹ رہے تھے اور میں پریشان کہ کہیں ان کا دم نہ نکل جائے آخر کار زبردستی ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی کے چھینٹے دیئے، لخلخہ سونگھایا تو انہیں ہوش آیا۔

عجیب آدمی ہو تم نے اس سے قبل کبھی اطلاع ہی نہیں دی کہ اُن پر صرع کا دورہ پڑنے لگا ہے ــــ وہ تو بتائیں گے نہیں، نہ اُن سے میں پوچھوں گا لیکن تم یہیں لکھو کہ وہ کب سے اس مرض میں مبتلا ہیں اور ماجرا کیا ہے۔

میں نے بہت روکا لیکن چلے گئے، غالباً پیر صاحب کی خانقاہ میں ٹھہرے ہوتے ہیں، اگر ان کو گھر سے جانا ہے تو فوراً چلے آؤ اور تار سے مجھے اطلاع دو۔

ــــ ۸۸ ــــ

صدیق مکرم!

نامۂ گرامی ملا ــــ اس پرسش حال کا شکریہ عرض کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ہستیاں دنیا میں بہت کم نظر آتی ہیں ــــ خدا آپ کو اس وقت تک صحیح و سالم رکھے جب تک ہم ایسے "جراحت خوردہ دل" موجود ہیں۔

بیشک مجھ سے غلطی ہوئی اور میں اس غلطی پر حد درجہ نادم ہوں کہ آپ کو اپنے حال سے بیخبر رکھا، لیکن صرف اس خیال سے کہ خواہ مخواہ آپ کو تکلیف ہوگی خاموش رہا، اب تفصیل سن کے کیا کیجئے گا، اجمالاً یوں سمجھ لیجئے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔

خاک، باد، آب و آتش چار عناصر مشہور ہیں اور ان کے ذریعہ سے

جو انتہائی مصیبت کسی شخص پر آسکتی ہے وہ سب جھیل چکا ہوں ــــ رات کا وقت ہے اور جاڑوں کا زمانہ، کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتا ہوں، لمپ بھڑک اُٹھتا ہے اور آگ پھیل کر لحاف، توشک اور تکیوں کو نصف سے زیادہ جلا دیتی ہے لیکن میں بے خبر سوتا رہتا ہوں، آنکھ کھلتی ہے مگر اس وقت جب کمرہ کے اندر دھواں گھٹ کر پھیپھڑے کو کاربن سے بھر دیتا ہے بچنے کی کیا صورت تھی، لیکن جسم گرم بھی نہیں ہوتا جلنا کیا معنی۔ یہ واقعہ رام پور کا ہے۔

اب خاک اور مٹی کی گرفت کو دیکھئے کہ درہ سے سو دہا گھوڑے پر جا رہا ہوں راستے میں جاگیر بیری سے نکل کر جب دریا عبور کرتا ہوں تو ساحل کے ایک نالہ پر پہونچ کر گھوڑا دفعتًا "چور بالو"، میں غرق ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ گردن تک غائب اور میں کمر تک، اب یہ یاد نہیں جان کیونکر بچی۔

اب ہوا کا معاملہ سنیئے، اپنے فتحپور میں ہوں اور آموں کے باغ میں ادھر ادھر پھر رہا ہوں کہ دفعتًا ہوا کا طوفان آتا ہے اور بڑے بڑے درخت اُکھڑ اُکھڑ کر گرنے لگتے ہیں، میں ایک شاخ سے لپٹ جاتا ہوں وہ شاخ ٹوٹ کر گرتی ہے اور اس پر سارا درخت چرچرا کر آجاتا ہے۔ لیکن میں صحیح و سلامت رہتا ہوں۔

پانی کی مصیبت سنیئے کہ بارش کا زمانہ ہے اور میں مراد آباد سے رامپور آرہا ہوں "رام گنگا"، کو کشتی کے ذریعہ سے عبور کرتا ہوں اور بیچ دریا میں پہونچکر کشتی کا تختہ توڑ کر پانی کی موٹی دھار بلند ہوتی ہے ــــ ملاح اور تمام مسافر پانی نکال رہے ہیں۔ لیکن کسی طرح کم نہیں ہوتا، آخر کار ساحل تک پہونچتے پہونچتے وہ غرق ہو جاتی ہے اور سوائے میرے سب ڈوب جاتے ہیں، ایک اور واقعہ سنیئے، جس میں چاروں عناصر کی متفقہ قوت ہلاک کرنا چاہتی تھی ــــ میں فتحپور سے الہ آباد جا رہا ہوں اور دو اسٹیشن آگے چل کر دوسری گاڑی کے انتظار میں ہماری گاڑی کھڑی ہو جاتی ہے۔ آدمی پٹری

بدلنا بھول جاتا ہے اور تصادم ہو جاتا ہے،

پھر وہ شخص جس کی سخت جانی کا علاج فطرت کی یہ قہرمانی تو نیں بھی نہ کرسکیں اسپر معمولی امراض کے دورے کیا موثر ہو سکتے ہیں، یقیناً میری حالت بہت نازک ہو گئی تھی، بحران و ہذیان سبھی کچھ تھا لیکن مقابلہ میں آخر مجھ ہی کو فتح نصیب ہوئی۔

آپ مبارکباد دیتے ہیں اس لیے خوش ہوا جاتا ہوں ورنہ جانتا ہوں کہ اب فطرت کوئی ایسا زبردست حربہ استعمال کرنے والی ہے کہ نہ آپ کی دعائیں کام آئیں گی اور نہ میری سخت جانیاں۔

بہر حال ابھی تو زندہ ہوں اور مرنے کے بظاہر کوئی آثار موجود نہیں لیکن آخر کب تک، جس خدا نے حسینؓ کو شہید کرایا وہ مجھ ایسے معمولی انسان کو کیوں چھوڑنے لگا۔

—— ۸۹ ——

محترمی!

آپ نے میری تجویز کو غور سے پڑھ لیا، شکریہ، لیکن بندہ نواز یہ تو بتائیے کہ اب یہ سوال کیسا کہ میں کیا چاہتا ہوں، کیا میری اسکیم سے اس کی وضاحت نہیں ہوتی۔ بہر حال یوں آپ کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس طرح سمجھ لیجیے کہ

شراب خوارہ تنے چند خواہم از احباب

مجھے پیر مغاں بننے کا شوق نہیں صرف گدائے میکدہ رہنا چاہتا ہوں اس لیے پیش پیش رہنا میرے بس کی بات نہیں۔ "عقب سرکار"، چلنے کی ہمت ضرور ہے سپاہی زادہ ہوں اس لیے سردار کے حکم پر جان دینے کا ڈھب آتا ہے اور لینے کا بھی لیکن یوں مجھ سے کچھ نہ ہو گا۔

جاہل بھی ہوں اور کاہل بھی۔

اگر یہ منظور ہو تو کسی دن آجائیے یا مجھے بلا لیجیے —— شرکا کی فہرست آپ ہی مرتب کیجیے، مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں —— ختم خواجگان تو ہے

نہیں کہ پہلے شریک ہونے والوں کی داڑھیوں کا جائزہ لیا جائے، یہ تو رندوں کا مجمع ہے رندی کی باتیں ہیں جس کے منہ سے " بادۂ دوشینہ ،، کی بُو آئے اُسے کھینچ لیجئے اور ایک جام اور اس کے منہ کو لگا دیجئے۔

ہاں تو بتایئے اس کے لئے کون سی تاریخ مناسب ہوگی؟

——— ۹۰ ———

اسلم،

ہوش کی باتیں کرو، خدا اگر چنگیز و ہلاکو نہیں تو حاتم طائی اور جعفر برمکی بھی نہیں! نہ اس کو تمہاری عبادت کی پروا، نہ میری سرکشی کی، یہ تم سے کس نے کہدیا کہ وہ تمہارے سجدہ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور میری شراب خواری سے پیشانی پر شکنیں ڈال لیتا ہے، عجیب عقلمند ہو،

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نہ شود
ز زہد ہم چو توئی باز فسق ہم چو منی

نہ تم نمازیں پڑھ پڑھ کر کوئی بتکدہ مسمار کر سکتے ہو اور نہ میں اپنی بت پرستیوں سے کعبہ ڈھا سکتا ہوں، اس دربار میں نہ جنید و شبلی کے لئے خاص رعایت ہے نہ بہرام و جمشید سے کوئی عداوت۔ چند دن کی زندگی کو اس کوفت میں بسر کر دینا کہ معلوم نہیں حشر میں کیا معاملہ ہو، سخت نادانی ہے، کسی کا دل نہ دکھاؤ اور جو جی میں آئے کرو،

مباش درپئے آزار و ہرچہ خواہی کن

تم نے دنیا ترک کر دی برا کیا۔ دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے ہو اور زیادہ برا کرتے ہو، تم نااہل و بزدل ہو تو ساری دنیا کو کیوں ایسا سمجھتے ہو۔ تم چاہتے تھے کہ رندی و بادہ آشامی کی حقیقتیں اسقدر آسانی سے تم پر کھل جاتیں! معقول! !

اک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں

میں اس نئے رنگ میں تمہیں دیکھنے کا آرزومند ہوں، اپنے مولی سے پوچھ کر ایک دن یہاں بھی "نعرۂ ہو" لگا جاؤ ـــ ممکن ہے میں بھی ڈر کر سہم کر تمہارے قدموں پر گر پڑوں، یوں زبانی وعظ و پند سے تو کام چلیگا نہیں۔

ـــــــ ۹۱ ـــــــ

کجائی اے بتِ ناپید نغمہ ہاں مضراب

کل سے بارش ہو رہی ہے اور یہاں کی وادیاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں زمرد حل کرکے بھر دیا گیا ہے۔

ہوا کا ہر ہر جھونکا خم کے خم لئے پھرتا ہے اور کوئی پینے والا نہیں، مینہ کا ہر ہر قطرہ نغمۂ جاں سے لبریز ہے اور کوئی اس کا سننے والا نہیں۔

اب سمجھ لو کہ میری بیتابی کا کیا عالم ہوگا اور تم کس قدر یاد آرہے ہوگے آنا ہے تو آجاؤ، ورنہ پھر شکایت نہ کرنا کہ بغیر کہے سنے کپڑے پھاڑ کر کسی طرف نکل گیا۔

ـــــــ ۹۲ ـــــــ

قبلہ!!

ذرا میری اس سادگی کو ملاحظہ فرمایئے، آپ کے ظلم کی فریاد آپ ہی سے کرتا ہوں۔

مرہم از لبہاش می جویند بر جانِ فگار
وائے بر ریشے کہ آں را از نمک مرہم کنند

میں نے اُسوقت تک کبھی عقلمند ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے جانتا ہوں کہ بیوقوف بھی زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی پر لطف زندگی بسر کر جاتے ہیں کہ جواب نہیں۔

آپ چونکہ ماشاء اللہ بڑے صاحب عقل و فراست ہیں اس لئے غالباً میری اس انتہائی حماقت کی داد دیں گے، سنیئے اور کان کھول کر سنیئے کہ میں نادان ضرور ہوں لیکن بچہ نہیں اور آپ باوجود "اینہمہ دعوائے کبریائی" ہنوز

بچہ ہیں۔

معاف فرمایئے آپ نے سخت غلطی کی کہ میرے ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی اور خواہ مخواہ مجھے خطاوار ثابت کرکے میری طرف سے معذرت بھی کرلی، آپ نہ اُن سے اچھی طرح واقف، نہ اُن کے جذبات سے آگاہ، ــــ آپ اپنا سر بھی کاٹ کر سامنے رکھدیں گے تو اُن کا خبث باطن کبھی دور نہیں ہوسکتا۔ اور مجھ سے آپ واقف ہی ہیں کہ گردن کٹوا سکتا ہوں لیکن سر نہیں جھکا سکتا۔

اگر آپ یہ نہیں چاہتے کہ میں ان کو خط لکھ کر سارا حال ظاہر کردوں تو براہ کرم خود ان کے پاس جاکر صاف صاف کہہ دیجئے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ بغیر میرے استمزاج کے کیا اور میں ایک لمحہ کے لئے بھی معذرت کے لئے تیار نہیں۔

آپ نے جس قدر تکلیف مجھ کو پہونچائی ہے ہر چند اس کی تلافی اسطرح بھی نہ ہوگی لیکن خیر میرے جذبۂ خودداری کی ایک حد تک تسکین تو ہو جائے گی اور ان کو اپنے پندار پر زیادہ مسرور ہونے کا موقع تو نہ ملے گا۔

ــــــ ۹۴ ــــــ

عزیزم!

تمہاری شاعری سے تمہیں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو، لیکن مجھے ضرور ہے اور وہ یہ کہ اس بہانے سے کبھی کبھی تمہاری خیریت معلوم ہو جاتی ہے ــ مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ تم نے کبھی کوئی خط ایسا لکھا ہو جس میں کوئی غزل ملفوف نہ ہو اور اصلاح کی خواہش نہ کی گئی ہو۔ پھر اسی کے ساتھ میں تمہارے صبر و استقلال کا بھی قائل ہوں کہ میں نے کبھی تمہاری خواہش پوری نہیں کی لیکن تم نے کبھی مایوس ہو کر اس سلسلہ کو ختم نہیں کیا ــــ تاہم یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک ٹالتا رہوں گا اور تمہیں کب سمجھ آئے گی کہ میری خاموشی کو اور کچھ نہیں تو میری اہلی ہی پر محمول کرو، تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں شعر و شاعری ایک زمانہ

ہوا ترک کر چکا ہوں اور مشکل ہی سے کسی کا شعر مجھے پسند آتا ہے، اس کو میرے معیار کی بلندی کہو، خبط کہو، بجسی سے تعبیر کرو، بہر حال جو کچھ سمجھو، واقعہ یہ ہے کہ میرا دل اس فن سے اچاٹ ہو چکا ہے اور دل و دماغ کے سامنے اور اتنے اہم مشاغل موجود ہیں کہ اسطرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا —— پھر اسی کے ساتھ جب تمہاری غزلوں کو دیکھتا ہوں تو ان میں اصلاح کی بھی کوئی گنجائش نہیں پاتا، کیونکہ اصلاح کا مقصود تو جا بجا اسقام کو دور کرنا ہے لیکن جس غزل میں تلاش سے بھی کوئی معقول بات نظر نہ آئے اس کی اصلاح تو صرف اسیطرح ممکن ہے کہ از سر نو دوسری لکھدی جائے، پھر بتاؤ کیا مجھے سودا ہے کہ میں خواہ مخواہ تمہیں غزلیں کہہ کہہ کر دیا کروں اور تم کو فریب نفس میں مبتلا رکھوں جس کی خبر سے یوں بھی تم میں کوئی کمی نہیں۔

پاگل ہوئے ہو اپنا کام کرو اور اس خبط کو چھوڑو، نہ تمہاری تعلیم پوری، نہ تمہاری صحبت معقول، نہ تمہارا ماحول ٹھکانے کا، پھر جو یہ خبط تم پر سوار ہے تو کیوں، اگر تم کو میرے ساتھ کوئی علاقہ ایسا ہے جو کبھی کبھی خیریت لکھنے اور دریافت کرنے پر مجبور کر سکتا ہے تو اس قسم کی مراسلت میرے لئے یقیناً باعث مسرت ہو سکتی ہے لیکن "محض" غزل بازی، کے لئے کیوں اپنے پیسوں کا اور میرے دل کا خون کرتے ہو؟

—— ۹۴ ——

میر صاحب قبلہ!

خط ملا، دل پرسی کا شکریہ، آپ مجھ سے تفصیل چاہتے ہیں، حالانکہ مجھ میں اجمال کی بھی تاب نہیں۔ آپ کے جواں بخت و جواں سال تلمیذ اجل یعنی آپ کی مملکت شعر و سخن کے "راجکمار" کی تحریر جو انہوں نے اپنے گدھ لکھی تھی میرے پاس بھیجدی گئی ہے، کیا کیا گل افشانیاں کی ہیں، کیا کیا "برش تیغ جفا پر" ناز فرمایا ہے جل وصلّی۔

ان کو بیسے آپ کے تعلقات معلوم، وہاں میری پوزیشن ان پر روشن
علاوہ بریں اس تمام ماحول سے آگاہ جس میں زندگی بسر کر رہا ہوں، لیکن اللہ
رے غرورِ حسن و جوانی کہ بیدھڑک پیغام بھیج دیا، اور میری برائی میں اپنی
کامیابی سمجھ کر جھوٹ کا طومار باندھ دیا۔ یقیناً میں اس تعلق کا مخالف تھا اور
ہوں لیکن خدارا ان سے پوچھیے کہ اس سے خود میری کیا غرض متعلق تھی۔

انہوں نے میرے رسوخ سے خواہ مخواہ جذبۂ رقابت پیدا کر لیا اور ظاہر
ہے کہ "رقیب روسیاہ"، کو ایک شاعر گالیاں نہ دے گا تو اور کیا کرے گا ———
بہر حال اس سے میرا نقصان تو سوا اس کے اور کچھ نہ ہوا کہ تھوڑی سی ندامت و
خفت اٹھانا پڑی، لیکن ان کے لئے کامیابی کی اب کوئی ادنیٰ سی صورت بھی باقی
نہیں رہی ——— کہئے تو ان کا اصل خط روانہ کر دوں؟

آپ کے تو وہ محبوب شاگرد ہیں، آپ ہی سمجھایئے کہ جوانی میں تھوڑا سا
دیوانہ پن تو خیر ہونا ہی چاہیئے۔ لیکن "یہ پاجی پن"، کیسا؟

——— ۹۵ ———

گفتی کہ چرا حالِ دلِ زار نہ گوئی ۔ من خود کنم آغاز بیاباں کہ رساند

آپ کیا اس سے زیادہ تفصیل چاہتے ہیں، اس سے زیادہ سننے کے متمنی ہیں؟ آہ

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

یہ نہ پوچھئے کہ جو کچھ ہوا کیونکر ہوا بلکہ یہ پوچھئے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے مجھ میں توانئی
سکت بھی نہیں کہ مستقبل کی تاریکی کا خیال تک دل میں لا سکوں، جی چاہتا ہے
کہ کپڑے پھاڑ کر کسی ایسی دنیا میں چلا جاؤں جہاں کم از کم آزادی سے رہ سکوں
یہاں تو یہ بھی ممکن نہیں ——— دم گھٹتا ہے، جی الجھتا ہے، اس کے خیال سے، اس کے خیال سے، ساری دنیا کے خیال سے، پھر لطف یہ کہ مجھے خاموش دیکھ
کر بعض سنگ دل ہنستے ہیں، بعض صبر و ضبط کی داد دیتے ہیں اور یہ خبر کسی کو
نہیں کہ جب کلیجہ سے دھواں سا اٹھتا ہے تو میرا کیا عالم ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ چند دن کے لئے کسی اور جگہ چلا جاؤں، مشورہ مناسب ہے لیکن کوئی تدبیر ایسی بتایئے کہ دل و دماغ میرے یہیں رہ جائیں ورنہ یوں کہیں جانا بیکار ہے۔

جانتا ہوں کہ رفتہ رفتہ یہ غم بھی کم ہو جائے گا، چند دن اور اس خلش کی لذت اٹھا لینے دیجئے۔

— ۹۶ —

خوب، انداز بیان ہی وہ چیز ہے جس سے شاعر کے صحیح جذبات کا پتہ چلتا ہے بولنے میں لب و لہجہ اور آواز کے اتار چڑھاؤ سے مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ لیکن تحریر میں تو یہ کام انداز بیان ہی سے لیا جا سکتا ہے۔

فارسی میں خدا جانے کتنے غزل گو شعرا گزر چکے ہیں لیکن جذبات محبت کو پوری صداقت و سادگی کے ساتھ بیان کرنے میں سعدی کی انفرادیت اپنی جگہ قائم ہے یہی حال اردو میں میر کا ہے پھر یہ کرشمہ انداز بیان کا نہیں تو کس بات کا ہے؟

مومن کا رشک آمیز سوز، غالب کا شوخ و ذہین تعشق، خواجہ میر درد کی والہانہ ربودگی، ان سب کی تفریق، انداز بیان ہی سے تو ہوتی ہے، ورنہ کون سا ذریعہ تعیین و امتیاز کا ہے — اسی لئے میں نے کہا کہ ایک نقاد کا "مختلف اسالیب بیان" سے آگاہ ہونا اور ان کو دیکھ کر شاعر کے جذبات پر حکم لگانے کی اہلیت رکھنا ازبس ضروری ہے۔

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کتنا پیارا شعر ہے، لیکن اس کو صرف نقاد ہی سمجھ سکتا ہے کہ پہلا مصرع صرف مطلع بنانے کے لئے لکھا گیا ہے ورنہ صحیح رنگ تغزل کا اقتضا کچھ اور تھا آپ کسی کے سامنے صرف دوسرا مصرعہ پڑھیئے تو وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگا

کہ شاعر نے اسمیں اپنے محبوب کا ذکر کیا ہے جو اسی دنیا سے متعلق ہے لیکن جب آپ پورا شعر پڑھیں گے تو اس کا خیال دوسری طرف منتقل ہو جائے گا اور دوسرے مصرعہ کا خطاب جسے پہلے اس نے سمجھا تھا اب بالکل بدلا ہوا نظر آئے گا کیونکہ دنیاوی محبوب کا تعلق نہ کون و مکان سے ہے اور نہ کارزار محبت میں اس کے ذکر کی ضرورت اس لئے یہ شعر تو اپنی جگہ مکمل ہے لیکن اس رنگ سے ہٹا ہوا ہے جو دوسرے مصرعہ کا انتشار تھا یہ فرق پیدا کر دیا صرف لفظ علاوہ اور کون و مکاں نے۔ اگر پہلے مصرع سے کچھ اس طرح کا مفہوم پیدا ہوتا کہ

وہ میری روح میں ہیں، نظر میں ہیں، دل میں ہیں

یا ——— دل میں بسے ہوئے ہیں، نظر میں بسے ہوئے

یا ——— اپنی نگاہِ شوق پہ ہے مجھ کو اعتماد

تو یہ شعر عدد د تغزل میں رہتا گو اعلیٰ معیار کا پھر بھی نہ ہوتا کیونکہ دوسرے مصرعہ کے انداز بیان میں جو انانیت و طنز پنہاں ہے وہ شعر کو بلندی کی طرف سے پستی کی طرف کھینچ رہا ہے۔

تقریباً اسی مفہوم کا ایک شعر عربی کا یاد آگیا۔ دیکھئے اسی جذبہ کو کس والہانہ انداز سے ظاہر کیا ہے۔

جمالك في عيني وحبك في قلبي
وذكرك في فمي فاين تغيب

یعنی اے کہ تیری صورت آنکھوں میں بسی ہوئی ہے، تیری محبت دل میں سمائی ہوئی اور تیرا ذکر ہر وقت زبان پر ہے تو کہاں مجھ سے چھپ کر رہ سکتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ انداز بیان نے اسی مفہوم کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا سوداؔ کے اس دوہے کو دیکھئے۔

ہاتھ چھڑا تے جات ہو نبل جان کے موئے ہر دے میں سے جاؤ گے تو مرد بدنگی توئے

یعنی مجھے کنز درجان کر زبردستی ہاتھ چھڑا کے چلے جاتے ہو لیکن میرے دل سے
نکل جاؤ تو جانوں کہ بڑے مرد ہو" ہرچند اس میں بھی ہلکی سی کیفیت طنز کی ہے
لیکن انداز بیان نے اس میں بھی خاص فتادگی پیدا کردی ہے۔

بہرحال میری رائے تو یہی ہے کہ شاعری میں اصل چیز انداز بیان ہے اگر آپ کے نزدیک بلندیٔ مضمون کوئی اور چیز ہے اور سب سے زیادہ اہمیت وہی رکھتی ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں جب کہ اس زمانے میں غزل کا معیار تصوف و فلسفہ طرازی کے بہانے سے صرف مہمل گوئی قرار پا گیا ہے۔

—— ۹۷ ——

بیدل! ہائے بیدل! وائے بیدل!! ——— آپ نے بھی کیا ذکر چھیڑ دیا اس کمبخت میں فارسیت ہو یا نہ ہو، لطف زبان پایا جائے یا نہ پایا جائے لیکن اس کا کیا علاج کہ تخیل کا بادشاہ ہے، ندرت بیان کا خدا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک رند ژولیدہ مو ہے جو لفظ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ دل میں تیر و سناں کی طرح پیوست ہو جاتا ہے،

ہر کجا نکہت گل پیرہن رنگ درد
نیست پوشیدہ کہ از خود سفرے میخواہد

پھول کو "پیرہن رنگ" کہنا اور نکہت کو گل کی "جامہ دری" حسن تعبیر کی وہ حد ہے جہاں نہ نظیری کی رسائی ہے نہ حافظ کی اور "از خود سفرے میخواہد" تو وہ انداز بیان ہے جسے بہت سے ناواقف صرف مغربی لٹریچر کی خصوصیت سمجھے ہوئے ہیں نکات و چہار عنصر پر کیا موقوف ہے، اس کا تو ایک ایک لفظ حرز جان بنانے کے قابل ہے، مثنویاں دیکھئے، رقعات کا مطالعہ کیجئے، قطعات رباعیات پر سر دھنیئے لیکن زبان نہ کھولئے، کون سمجھتا ہے اور کسے سمجھنے کا ہوش ہے وہ خود کہہ گیا ہے کہ

چہ رسد نہ نشۂ معنوی بہ دماغ ہیچ و پے خبر   ز پری پیالے اگر کشی بہ دکانِ شیشہ گراں مبر

— ٩٨ —

بندہ نواز!

شکر ہے آپ نے مجھے پوچھا لیکن اس وقت جب

شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

پھر تماشہ یہ ہے کہ میری طرف سے "اعتراف" میں کمی ہوگی تو آپ مجھی کو مورد الزام قرار دیں گے، آہ!

کمند کوتہ و بازوئے سست و بام بلند
بہ من حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند

واقعہ یہ ہے کہ میں اب کسی قابل نہیں رہا، بندۂ بگو تختہ نہیں بلکہ بندۂ معذور جان کر میرے پاؤں کی زنجیر کاٹ دیجیے، ارباب کرم کا یہی شیوہ ہے ورنہ یوں مجھے امتثالِ امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے، حاضر ہونگا اور سر کے بل حاضر ہونگا لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا میری وجہ سے آپ کی محفل نشاط میں افسردگی پیدا ہو اور ایک داغ ناکامی اوڑھ کر وہاں سے واپس ہوں۔

— ٩٩ —

آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ پریشانیوں کی شکایت خدا سے کرتے ہیں جہاں تاثر وانفعال کا گزر ہی نہیں، ہر بدنصیب شخص اپنی جگہ یہی باور کرتا ہے کہ جو مصائب اس پر نازل ہوتے ہیں وہ انتہائی مصائب ہیں اور اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں کوئی نہیں — لیکن اُسے کیا خبر کہ قدرت کے ترکش میں کیسے کیسے زہریلے تیر پنہاں ہیں اور وہ کس کس طرح ان سے کام لیتی ہے۔ درد و بیچارگی کی کوئی انتہائی صورت قیاس کر لو لیکن واقعتاً اس سے بھی زیادہ الم انگیز صورتیں پیدا ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی — فطرت کا نظام یہی ہے۔

مذہب کی تلقین اس باب میں صرف اس حد تک مفید ہے کہ انسان صبر و ضبط کا عادی ہو جاتا ہے، ورنہ دعا و استجابت دعا معلوم! تدبیر کے بن پڑنے کا نام

قبول دعا ہے اور جب کچھ نہیں بن پڑتی تو اہل مذہب اس کو مصلحت خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ سب الفاظ ہی الفاظ ہیں حقیقت کچھ نہیں۔

یقیناً آپ کی مایوسیاں اس طرح اور زیادہ بڑھ جائیں گی لیکن کیا کروں؟ صبر و ضبط کی لایعنی تلقین میرے بس کی بات نہیں، میں کیوں وہ بات کہوں، جسے کھلا ہوا فریب سمجھتا ہوں مگر ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ تدبیر سے غافل نہ رہیئے دنیا میں جب تک زندہ رہنا ہے اسی طرح مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا کبھی آپ کامیاب ہو جائیں گے اور کبھی مغلوب ـــ لیکن مغلوب ہو جانا ہتھیار ڈال دینا نہیں ہے اس لئے ہاتھ پاؤں چلاتے جایئے اور میرے کرنے کی جو بات ہو اس سے مطلع فرمایئے۔ محض غم و غصہ بیکار بات ہے اور دعا اس سے زیادہ بیکار۔

ـــــــ ۱۰۰ ـــــــ

محترم!

نامۂ گرامی ملا ـــ آج کل یہاں کا موسم خودکشی کی حد سے شاید ہی ایک آدھ ڈگری کم ہو، ظاہر ہے کہ نینی تال کے رہنے والے اس وقت بہشت میں ہیں لیکن مجھ کافر کا وہاں گزر کیونکر ہو ـــ بہر حال جنت والوں کو میرا سلام پہونچے اور حسرت نارسائی ـــ مضامین کا منتظر ہوں۔

ـــــــ ۱۰۱ ـــــــ

نیاز نواز!، کرم گسترا!

اس دل پرسی کا شکریہ ادا کروں بھی تو کیونکر جبکہ ہر اعتراف احسان پر آپ کی طرف سے تازہ بارش کرم کے تماشے بارہا دیکھ چکا ہوں اسے حسن طلب سمجھئے یہ داستان ہے اس "حسن عطا" کی جو "وجود تمنا" نہیں بلکہ اس "امکان" کا بھی کسی دل میں نہیں دیکھ سکتا۔

کچھ زمانے سے آپ کی صحت کے متعلق متوحش خبریں سن رہا تھا اس لئے

عریضہ بھیجا تھا لیکن آپ نے بایں ہمہ ضعف و ناتوانی میری ہی تیمارداری شروع کردی۔

اگر ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے منصب خدائی مل جاتا تو آپ کو معلوم ہے میں کیا کرتا؟ خضر و الیاس کی عمریں چھین کر آپ کو دے دیتا اور مولوی کا جذبہ "دبیر افشانی"، خود لے لیتا۔ وہ اس لئے کہ آپ کی حیات آپکے ولولہ کرم کا ساتھ دے سکے اور یہ اس لئے کہ میں بڈھا ہونے کے بعد بھی جوان بنا رہا ہوں۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ چند روز کے لئے تبدیل مقام ضروری ہے، آپ کے لئے سرد خشک ہوا کی ضرورت ہے اور موسم سرما میں اس کا موقع بند ملکھینڈ سے بہتر اور کہیں نہیں مل سکتا —— یہ میں اس لئے نہیں لکھ رہا کہ آج کل خود میرا قیام اس سرزمین میں ہے بلکہ صرف اظہار حقیقت و واقعہ مقصود ہے —— یہ جگہ یقیناً ریل سے ۵۰ میل دور ہے لیکن یاد رکھیئے کہ یہی مسافت آپ کو صحیح و توانا بنا دے گی۔ جس وقت آپ پناہ سے نکل کر پہاڑوں کے پرپیچ راستوں سے ہوتے ہوئے کروندے اور ہارسنگھار کی جھاڑیوں سے گزریں گے تو رنگ و بو سے متاثر ہو کر ایسا محسوس کریں گے گویا فطرت آپ سے سرگوشیاں کررہی ہے، اپنی آغوش میں لئے ہوئے گدگدی پیدا کررہی ہے، اور آپ کے ماضی و مستقبل دونوں "حال" میں غرق ہو کر رہ گئے ہیں۔

پھر ایک بات اور ہے جو صرف کان میں کہنے اور اشارے سے بتانے کی تھی مگر مجبوراً لکھنا پڑتی ہے کہ حزیں کو بنارس میں "ہر برہمن بچہ، لچھمن و رام" نظر آیا تھا یہاں قدم قدم پر "سینا و رادھا"، کا سامنا ہے اور اس اہتمام کیساتھ

بے پردگی دیوانہ طرح نقاب افگندنش

راجپوتوں کی لڑکیاں ہیں، بلند بالا، صحیح و توانا۔ تیوریاں چڑھی ہوئی گردنیں تنی ہوئی، آنکھوں میں تیر، مانگوں میں عبیر، ابروؤں میں خنجر، بالوں میں عنبر،

ہاتھوں میں مہندی، ماتھے پر بندی، اب آپ سے کیا کہوں کیا چیز ہیں — قامتِ رعنا کی وہ ادا کہ لچکدار نیزہ بھی شرما جائے، کمر میں وہ لوچ کہ بید کو بھی عار آ جائے۔

آپ کو واللہ آئیے اور صرف یہ فیصلہ کرنے کے لیے آئیے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس سے زیادہ دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

—— ۱۰۲ ——

جانِ عالم!

خط ملا، اس پر بھی پر نثار ہو جائیے۔ اس "تو سے نا ہیں بولوں رے" والی ادا کے قربان جائیے، — نظام رامپوری کا شعر یاد آ گیا۔

اے جان کہو پھر اس ادا سے ہیں آج نظام سے خفا ہوں

کاش ایسا ہوتا کہ بجائے "جانِ عالم" کے تمہیں "جانِ نیاز" لکھ سکتا۔ ہائے رے غالب!

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاش کے تم مرے لئے ہوتے

سچ بتاؤ یہ فن دلربائی تم نے کہاں سیکھا، کس سے سیکھا — کسی اور سے یہ تعلق کا اظہار اور میرے باب میں یہ اعتبار ناز! — کیوں بناتے ہو۔؟

ربطِ نہانِ غیر کا پردہ ہے ورنہ آپ
دشمن کے ساتھ صرفہ کریں رسم و راہ میں

باور کروں تو زندہ کیونکر رہوں اور جھوٹ جانوں تو تم سے تمہارا پندار کیونکر چھینوں بہر حال خوش رہو کہ۔

گرچہ ہے کس کس خرابی سے ولے با ایں ہمہ
میرا ذکر تو تمہاری محفل میں آ جاتا ہے۔

ہاں، میں الہ آباد گیا اور یا لا یا لا لوٹ آیا، تم سے نہیں ملا اور قصداً نہیں ملا کیونکہ جب مجھ پر جنوں کا دورہ پڑتا ہے تو آپ کے پاؤں میں مہندی لگی ہوتی

ہے، اور جب آپ اس سے فارغ ہوتے ہیں تو میں جیب و دامن کی فکر رفو
میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ جانے بھی دو کیوں ستاتے ہو، کیوں دل دکھاتے ہو؟

نہیں اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم ....

جانتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ مجھ پر طعن و تشنیع کا اثر بالکل نہیں ہوتا، کیونکہ میری ہستی خود فطرت کا ایک "طنز" ہے اس لئے اپنی "پرکاری" کا ہدف کسی اور کو بناؤ، مجھے تو صرف تمہاری وہ "سادگی" درکار ہے جو غالباً اب کبھی میسر نہیں آسکتی، خدا حافظ،

—— ۱۰۳ ——

مولانائے محترم!

ممکن ہے اس ترکیب کو آپ غلط یا ثقیل قرار دیں لیکن آپ کی شخصیت کا "بھاری بھرکم پن" ظاہر ہی نہیں ہو سکتا، جب تک لفظ مولانا کے ساتھ کسی دوسرے شاندار لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے ــــ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا دم بھی غنیمت ہی ہے "درین گنبد سپہر"

فطرت کا کھلنڈرا پن اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ہم رندوں کی جماعت میں آپ سا مولانا بھی اس نے شامل کر دیا۔ یعنی صورت کے لحاظ سے "مولانا" اور سیرت کے لحاظ سے "مولانا نہ"! اللہ رحم کرے ہم اور آپ دونوں پر ــــ کیونکہ آپ کا ہم جیسا ہو جانا یا ہمارا آپ جیسا بنجانا دنیا کا سخت سانحہ ہوگا اور کسی نہ کسی دن یہ ہو کر رہتا ہے۔

آپ کا خط ملا، پیارے مولانا، یہ کیا خبر سنائی کہ آپ ہجرت کر کے اجمیر جا رہے ہیں ہائے مولانا! وائے مولانا! ارے بھائی کچھ تو وصیت کئے جاؤ کہ ہم لوگ کاشی پہونچکر تمہاری یاد کس طرح تازہ کریں۔ وہاں کی گلیوں میں ٹھوکریں کھا کھا کر یا دریا کے کنارے جام سے لنڈھا لنڈھا کر۔

ہائے ہائے وہ کون ظالم ہے جس نے آپ سے کہہ دیا کہ اجمیر کی طرف

سینگ خوب سمانے ہیں، یہ کس نے آپ کے دماغ کو چکرا کر مغرب سے مشرق کی طرف پھیر دیا ارے وہ شقی کون ہے جو ہمارے امام کو ہم سے چھینے لیے جا رہا ہے۔

یا اسفا!! وا اسفا!!

یہ ہمیں یقین ہے کہ آپ جائے بغیر رہیں گے نہیں، اسلئے خدا کیلئے ادہر ہی سے ہوتے جایئے اور ایک بار صورت دکھا دیجئے، کیونکہ معلوم نہیں وہاں، پہونچکر کثرت انوار سے آپ کی شکل کیسی بن جائے۔

نوکری تو غالباً چھوڑ دی ہوگی اور بیوی بچوں کو بھی زہر دے دیا ہوگا اچھا ہے اللہ اس آزادی اور آزادہ روی کو قائم رکھے، حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمان و زمین آپ ہی ایسے حضرات کے دم سے قائم ہیں ورنہ ہم شیاطین نے تو ان کے تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

ارشاد ہو تو ایک گیروا تہمد یہاں سے رنگوا کر بھیجدوں اگر بالا بالا چلے جانے کا ارادہ ہو ـــــ کشکول تو خیر اجمیر ہی میں اچھا ملیگا۔

ـــــــــ ۱۰۴ ـــــــــ

ہاں بھئی ـــــ آج کل طبیعت بہت مضمحل ہے اور کسی سے بات کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا، لکھنا پڑھنا کیسا؟ آپ کے خط میں چونکہ ایک ضروری بات قابل جواب ہے اس لئے مجبوراً لکھنا پڑا۔

عزیز من! میں اس امر میں آپ سے متفق نہیں کہ میر صاحب قصداً آپ کی کاربراری میں حائل ہوئے، لاکھ وہ سب کچھ ہوں جو آپ کہتے ہیں لیکن مکر و فریب کی کوئی مثال ان کی زندگی میں مجھے اسوقت تک نہیں ملی ـــــ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی امداد میں تساہل سے کام لیں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ وعدہ کریں اور ٹال جائیں لیکن آپ کی مخالفت یا آپ کی کوششوں کے خلاف سعی و کاوش ان سے قیامت تک ممکن نہیں۔

خیر یہ تو وہ بات ہے جس کا تعلق اس خود غرض اور حقیقت ناشناس دنیا سے ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ میں یہ" خوئے انتہا ،، کب سے پیدا ہو گئی پھر جو شخص سوال کا عادی ہوا سے رد و قبول کے مسئلے کو اتنی سنجیدگی سے نہ دیکھنا چاہیئے، گدائی کرنا ہے تو گداہی کی طرح ان جھڑکیوں کو بھی سینئے جو فطرت انسانی کا معمولی مظاہرہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے جب بیدل کو حیدرآباد جانے کی دعوت دی گئی تھی تو اس نے کیا جواب دیا تھا۔ آپ یقیناً جانتے ہونگے لیکن میں پھر اس کو دہراتا ہوں مجھے اس کی تکرار میں لطف آتا ہے، اس نے اس دعوت د طلب کے جواب میں صرف یہ شعر لکھ کر بھیجدیا تھا۔

دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش

یاد رکھیئے" قناعت پیشگی" کے معنی تعطل کے نہیں ہیں بلکہ خود داری نہ غیرت کے ہیں جو انسان کو خود اس کے پاؤں پر کھڑا ہونا سکھاتی ہے ——— رفتن بپا مردی ہمسایہ در بہشت ،، دوزخ سے بدتر ہے۔

بہر حال جو طریقے آپ نے مقصد برآری کیلئے اختیار کئے ہیں وہ ہم ایسے آبرو باختہ خانماں برباد لوگوں کے لئے مناسب ہوں تو ہوں لیکن آپ کے شایانِ شان کسی طرح نہیں ہو سکتے۔

مشہور بات ہے کہ دنیا کو ٹھکرا دیئے۔ دنیا آپ کے قدموں پر آجائے گی اس میں بھی دنیا کا درس نہیں ہے، بلکہ عادتے نفس اور استغنا کا ہے، خیر بات میں بات نکل آئی تو یہ فضول داستان کہنی پڑی اصل مدعا تو صرف یہ کہنا تھا کہ میر صاحب کی طرف سے آپ کا سوئے ظن درست نہیں، آپ کو یقین آئے یا نہ آئے،

فی الحال باہر جانے کا ارادہ نہیں ہے لیکن اگر یہ ارادہ کبھی ہو گیا تو سب سے پہلے آستانۂ گرامی پر حاضر ہونگا، مطمئن رہیئے۔

۱۰۵

فراموشس کار من!

آپ کا مجھے بھلا دینا اس قدر باعث ایذا نہیں، جتنا یہ کبھی کبھی یاد کر لینا۔ آپ محسوس کریں یا نہ کریں لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بیماری کا کوئی دورہ مجھ پر پڑا ہے، میں نے آپ سے بھی پہلے کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ

یا تو بیگانہ ہی رہئے ہو جئے یا آشنا
یہ ادا کیا؟ آشنا کا ہے اگہے نا آشنا

ہر چند آپ سے جو تعلق رکھتا ہوں وہ آپ کے نا آشنا ہو جانے کے بعد بھی نہیں مٹ سکتا، یعنی

گر دل نہیں رہا تو وہی دل کا درد تھا

لیکن کم از کم امید دعا کی خلش تو جاتی رہے گی، یہ الجھن تو باقی نہ رہے گی کہ کوئی میری سننے والا ہے لیکن نہیں سنتا۔

معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں واقف ہوں کہ آپ کے علائق و مشاغل خط لکھنا کیسا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دیتے ہوں گے —— ہاں تاں اسی لیئے میں نے کہا کہ جب فرصت کا فقدان ہو تو محبت میں اس ہیجان کی کیا ضرورت ہے۔

میں خود ساری دنیا سے کٹ کے خاموش زندگی بسر کر رہا ہوں، مجھے کسی سے شکایت کا کیا منہ ہے۔ غالبؔ "وفا پر استواری چاہتا ہے" میں کہتا ہوں کاش آپ! "بیوفائی پر استوار ہو جائیں" کہ اگر وہ "اصل ایمان" ہے تو یہ بھی "حسن کافری" کی جان ہے۔

۱۰۶

اُف! کچھ نہ پوچھئے آج کیا عالم ہے —— نظام رامپوری کا یہ شعر آپنے سنا ہے؟

آج کل آپ سے باہر ہے نظام
کہیں مخمل میں نہ بلوایئے گا

بس بالکل ہی عالم میرا بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہاں تو آپ "
سے مراد صرف نظام کی ہستی ہے اور یہاں " آپ " میں میں اور " ماسوا "
سب کچھ شامل ہے ! جل جلالہ،

آپ نے سنا ہوگا کہ کسی بزرگ کی کسی پر نگاہ پڑی اور کایا پلٹ گئی۔ پیر و مرید جب حجرے کے اندر داخل ہوئے تو دو علیحدہ علیحدہ چیز تھے لیکن جب باہر نکلے تو سیرت بھی ایک صورت بھی ایک، لوگ حیران کہ ان میں مرشد، کون ہے اور ارادت مند کون، الغرض "تو من شدی من تو شدم"، کی ایسی روایتیں بکثرت ملاحظہ سے گزری ہونگی ـــــ لیکن اگر حق الیقین اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا ہے تو ادھر آیئے اور دیکھئے کہ مجھ پر کسی کی نگاہ نے کیا کام کیا۔

آپ کہیں گے کہ مبالغہ ہے میں کہونگا یہ حقیقت سے بھی کم ہے پھر اس کا فیصلہ کیونکر ہو ؟ اچھا آپ نہیں آنے "تو" ان کو" بھیج دیجئے جن کی ہر بات آپ کے لئے آیت و حدیث ہے وہ تو جھوٹ نہ بولیں گے، اور جھوٹ بولے بھی تو آپ کیوں جھوٹ سمجھنے لگے ـــــ قسم ہے آپ کے سر مبارک کی، اُن کے بلانے کا بہانہ نہیں ہے بلکہ واقعی اُن کی یہاں ضرورت ہے اس کے جواب میں آپ ضرورت دریافت فرمائیں گے اور خواہ مخواہ دیر ہوگی۔ اس لئے میں کیوں نہ ابھی ابھی صاف صاف کہہ دوں کہ آجکل یہاں کا موسم برشگال سخت دلکش ہو رہا ہے اور بہت جی چاہتا ہے کہ کم از کم ایک ہی وقت آپ کے یا اُن کے ساتھ لطف زندگی حاصل ہو جائے۔

پھر آپ نہیں آسکتے تو انہیں بھیجیے، وہ نہیں آسکتے تو آپ تشریف لے آیئے الغرض مدعا یہ ہے کہ آپ اور وہ دونوں آئیں اور مجھے تباہ کرکے فوراً چلے جائیں۔

— ۱۰۷ —

میاں!

حیران ہوں کہ تمہیں شادی کی مبارک باد دوں بھی تو وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو تم سننا چاہتے ہو، کیونکہ اس حادثے کی خبر اس قدر اچانک اتنی غیر متوقع طور پر معلوم ہوئی کہ اگر تم مجھ سے ملامت کا تقاضہ کرتے تو اس کے لئے بھی کوئی مناسب لفظ مجھے نہ ملتا۔

جسوقت سوچتا ہوں کہ تمہارا نازک دل شادی کے ردعمل کو کیونکر برداشت کر سکے گا، تمہاری "میرزا منشی"، ناز برداریوں کی تاب کیوں کر لا سکے گی اور تمہاری آزادہ روی کب تک ان سنہری بیڑیوں سے مخالف اندوز ہوتی رہے گی تو دل کانپ اٹھتا ہے، تمہارے انجام کے خیال سے نہیں، بلکہ اس غریب کے انجام سے جو اپنے ہزاروں ارمان تمہاری آغوش میں سونپنے آئی ہے۔

بہر حال اگر اس نوعمری میں تم نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی ہے تو اسے نباہنے کی بھی کوشش کرو اور تم کہ اسوقت تک تم نے اتنی عمر دوسروں ہی سے ایثار چاہا ہے اب خود بھی ایثار کرنا سیکھو —— جوانی میں بوڑھا ہو جانا اتنا مشکل نہیں جتنا بڑھاپے میں جوان ہونا، پہلے آسان کام کرنا اختیار کرو تاکہ مشکل کام بھی آسان ہو جائے، جواب کی ضرورت نہیں میں خود آؤں گا اور بغیر تمہارے کہے معلوم کرونگا کہ تم نے کس حد تک میرے کہنے پر عمل کیا۔

— ۱۰۸ —

محترم!

دیوان کی رسید تو میں پہلے ہی روانہ کر چکا ہوں —— پھر یہ تقاضا کیسا؟ مدعا غالباً یہ ہوگا کہ میں نے اپنی رائے کیوں نہیں پیش کی اوّل تو میں کیا اور میری رائے کیا، دوسرے یہ کہ سورج کو سورج کیا کہوں، میں کیا دنیا معترف ہے، آپ کا کمال خود بہ خراج اس سے وصول کر لیتا ہے۔

[redacted]

زبان آپ کی خانہ زاد، ذہانت آپ کی کنیز، پاکیزگی خیال آپ کی ماں جائی، رہ گیا عشق سو اس کے لئے آپ کی ہرزہ کار جوانی کافی ضمانت ہے ـــــــ شاعری آپ نہ کریں گے تو کیا میں کروں گا، جس کو گناہ کرنے کا سلیقہ عطا ہی نہیں کیا گیا ــ اگر کبھی یہ نعمت میسر آ گئی تو زیادہ دل کھول کر داد دوں گا، فی الحال تو اسی نارسائی کو قبول فرمایئے۔

—— ۱۰۹ ——

سنیئے صاحب ـــ یہ جھگڑا یوں طے نہ ہوگا، آپ اپنی خو چھوڑنے سے رہے اور میں اپنی وضع چھوڑنے سے رہا، یعنی اگر آپ کو یہ ضد ہے کہ غلط کو ہمیشہ صحیح کہے جائیں گے تو میں آپ کی رعایت سے صحیح کو غلط کیوں کہہ دوں۔

میں پھر کہتا ہوں اور علی رؤس الاشہاد کہتا ہوں، بہ بانگ دہل کہتا ہوں کہ مجنّ صاحب نے کبھی بھولے سے بھی آپ کا نام نہیں لیا اور آپکے مخبر صادق کا یہ اصرار ہے کہ نہیں یہ سارے کانٹے انہیں کے بوئے ہوئے ہیں بہر حال اب اس باب میں مزید مراسلت بیکار ہے، میں آئندہ جمعہ کو مجن صاحب اور" ان کو،، ساتھ لے کر وہیں آ رہا ہوں، آپ" اپنے "روح القدس،، کو حاضر رکھئے گا تاکہ بالمشافہ گفتگو ہو کر معاملہ صاف ہو جائے۔

آپ کے تکدّر سے یوں تو نہ میرا کوئی نقصان ہے نہ مجنّ صاحب کا لیکن خواہ مخواہ اچھے بھلے تعلقات کو محض وہم و گمان پر خراب کر لینا آپ کے لئے ضرور برا ہے۔ کیونکہ آج کو اس نے مجن صاحب کی طرف سے بدظن کرا دیا ہے کل کسی اور دوست سے آپ کو بیگانہ کر دے گا۔ پھر مانا کہ آپ اپنے وقت کے "یوسف" سہی لیکن "یوسفِ بے کارواں،، ہو کر جینا بھی کوئی جینا ہے۔

—— ۱۱۰ ——

مولانا و مرشدنا!

مکرمت نامہ کا شکریہ، یوں تو آپ کی محبت کا ہمیشہ سے میرے دل پر نہایت

پھر نقش قائم ہے لیکن اب آپ کی بزرگانہ نصیحت نے کچھ اور اضافہ اسمیں فرمادیا آپ کا مشورہ بالکل درست ہے کہ یا تو میں محراب و منبر ہی کا بندہ بنا رہوں یا صاف صاف کہہ دوں کہ مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ذوق انسانی محدود نہیں ہے، ایک مجذوب ہے جو بالکل ننگا پھرنا پسند کرتا ہے دوسرا سالک ہے جو ہر وقت عبا و قبا میں ملفوف رہتا ہے لیکن تیسرا ایک اور شخص ہے جو مشرب عشق کا اعلان اسطرح کرتا ہے۔

عریاں تنی خوش ست وے زیب دیگر ست
دامانِ چاک و گریبانِ دریدہ را

یہ تو خیر صرف شاعرانہ جواب ہوا اور ممکن ہے جناب کو پسند نہ آئے اس لئے ساتھ ہی ساتھ مجھے "منصور" کی زبان میں بھی صاف صاف کہہ دینا چاہیئے کہ واقعی میں محراب و منبر کا پرستار نہیں اور اس کا اعلان ایک بار نہیں ہزار بار کر چکا ہوں، لیکن اگر لوگوں کو اب بھی میرے مسلمان رہنے کا یقین ہے تو

زہے نصیب دلِ کفر آشنائے نیاز

قبلۂ عالم! آپ لاکھ سمجھایئے۔ یہ بات کبھی میری سمجھ میں نہ آئے گی کہ خدا صرف مسلمانوں کا ہے اور سوائے ان کے وہ سب کو جہنم میں پھینک دے گا۔ ظہور اسلام سے لے کر اسوقت تک زیادہ سے زیادہ دو چار ارب مسلمان پیدا ہوئے ہونگے اور ان کے مقابلہ میں ہزار گنا زیادہ اور مذاہب کے لوگ پھر کیا کوئی ذی عقل اسے باور کر سکتا ہے کہ خدا ایک کو تو جنت دے اور ہزار کو دوزخ میں جلائے۔ اس کو اتنے جہنمی پیدا کرنے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی، اور اتنی مخلوق کو جن میں خدا جانے کتنی حسین عورتیں ہونگی آگ میں ڈال کر تڑپانے سے خدا کی کون سی مسرت وابستہ ہے۔

آپ کے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے کہ اس کی مرضی، اور میرے پاس بھی اس کے خلاف ایک ہی احتجاج ہے کہ

یارب ز سیلِ حادثۂ طوفاں رسیدہ باد
بت خانہ کہ خانقش نام کردہ اند

———— ۱۱۱ ————

مکرمی!

بر سبیل شکایت نہیں بلکہ بطریق حکایت کہتا ہوں کہ ایک زمانہ وہ تھا جب میرے ایک ایک عریضے کا جواب دینے کی کوشش آپ سو سو طرح کرتے تھے یا ایک یہ زمانہ ہے کہ

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

سوچتا ہوں کہ اس انقلاب کا سبب کیا ہو سکتا ہے تو حیران رہ جاتا ہوں کیوں کہ اس سے قبل بھی یہاں

یہی چشم خونفشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا

آپ سے پوچھتے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں "موسیٰ و طور" کا قصہ کر نہ بیٹھ جائیں اور پھر الٹا مجھی کو اپنی نارسائی کا اعتراف کرنا پڑے، بہر حال اگر اس باب میں قابلِ الزام مجھی کو ٹھہرایا جائے تو بھی مجھے "روئے محمود دخاکپائے ایاز تما" والے خدا سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہو سکتی ہیں، لیکن قہر تو یہی ہے کہ آپ اسکا بھی اعلان نہیں کرتے۔

کاش آپ بیمار ہوتے کہ میں خود آپ کی طرف سے "عذرِ سکوت" ڈھونڈھ لیتا "عدیم الفرصت ہوتے کہ اس رسمی بہانے سے اپنے آپ کو دھوکا دیدیا کرتا یہ نہ تھا تو کسی جگہ مبتلائے عشق ہو جاتے کہ خرابیٔ دماغ کا یقین کرکے صبر کر لیتا، لیکن جب یہ کچھ نہیں تو پھر سوائے اپنی "شومیٔ قسمت" کے اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

باور کیجئے کہ آپ کی محبت و دوستی کا خیال میرے لئے اسقدر باعث فخر

درد مسرت نہیں جتنا آپ کی بے رخی کا خیال سوہان روح ہے اس لئے اگر کسی کو تکلیف میں مبتلا رکھنا آپ کے مذہب میں ثواب نہیں تو خدا کے لئے اس عذاب سے مجھے نجات دلایئے اور زیادہ نہیں صرف اتنا ہی لکھ دیجئے کہ میرا کوئی خط آپ کو نہیں ملا، مجھے یقین نہ آئے نہ آئے، لیکن اوروں سے تو کہہ سکوں گا، ان کی نگاہ میں تو میں ذلیل نہ ہونگا۔

———— ۱۱۲ ————

قبلۂ روحانیاں!

آپ مجھ سے عمر میں چھوٹے، تجربے میں کم، صحت و توانائی میں ضعیف لیکن پھر بھی آپ کو "قبلہ روحانیاں" لکھتا ہوں، آپ کا علم و فضل دیکھ کر، آپ کی فراست و دانائی کا خیال کر کے اور سب سے زیادہ اس کشش سے مجبور ہو کر جو قدرت نے آپکی صورت، آپکے اخلاق اور آپکی آواز میں ودیعت کر دی ہے لیکن کیا دنیا کا یہ حیرتناک واقعہ نہیں کہ باوجود اس شدید ارادتمندی کے محروم کرم اور باین ہمہ نیاز و فتادگی، ناآشنائے التفات ہوں۔

خضر نے سکندر کے ساتھ کیا کیا، اس کا صحیح حال کسے معلوم لیکن آپ کی بے اعتنائی میرے باب میں ایسی روشن حقیقت ہے کہ "کروبیان ملاء اعلیٰ" بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے، پھر میں آپ سے نہ دولت دنیا چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنی تہی دستی کا عذر پیش کرنا پڑے، نہ سعادت اخروی کا طلبگار ہوں کہ آپ میری اہلی سے مجبور ہو کر انکار کر دیں، بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر آپ کے لئے سفر کرنا متعذر ہے تو مجھی کو اجازت دیں کہ چند دن آستانۂ گرامی پر حاضر رہ کر لطف جبیں سائی حاصل کر لوں، آپ کی بہانہ آفرینیاں تو خیر ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی لیکن مجھے تو اپنی جنوں سامانیوں پر زیادہ اعتماد نہیں۔

التفاتِ جوشِ وحشت پھر کہاں
ہو سکے جب تک بیاباں دیکھ لیں

کل سید احمد صاحب نے آپکا ذکر کرکے اس آگ کو اور بھڑکا دیا، ورنہ میں نے تو گھٹ گھٹ کر مرجانے کا فیصلہ کرہی چکا تھا۔

—— ۱۱۳ ——

اِدھر آؤ، لبلوں بلائیں تمہاری

خدا کی قسم کیا کام کیا ہے۔ رستم و اسفندیار کی روحیں کانپ اُٹھی ہوں گی۔ سکندر و نپولین کی قبروں پر لرزہ طاری ہوگیا ہوگا، آجکل کے سینڈو اور گاما کا کیا ذکر، وہ لوگ بزدل ہیں جو اپنے سے قوی کو لُوٹتے ہیں، نامرد ہیں جو زبردست دشمن کے ساتھ معرکہ آرا ہوتے ہیں، بہادری نام ہے صرف کمزور کو ستانے کا، ضعیف کو پامال کردینے کا، پھر ظاہر ہے کہ بیوی سے زیادہ کمزور ہستی تمہیں اپنی شجاعت دکھانے کے لئے کہاں مل سکتی تھی۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مجھے تو اپنی صورت اب تم کو دکھانا نہیں، کیونکہ مجھے تم سے نفرت نہیں بلکہ عداوت پیدا ہوگئی ہے اور میں نے عہد کرلیا ہے کہ جس طرح ممکن ہوگا تم سے اس غریب آزاری کا انتقام لئے بغیر نہیں رہوں گا۔ تیت یدا ابی لہب،

—— ۱۱۴ ——

آرام جان!

کل میاں نثار کا خط ملا اور اس صحبت کا حال معلوم ہوا جو وہاں برپا ہوئی تھی جلیل صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ اصولاً صحیح ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ حسب حال ہے اس لئے بہت پسند آیا، میاں ذاکر نے جن الفاظ میں میرا ذکر کیا اُن پر مجھے فخر ہو یا نہ ہو لیکن رسم تشکر ادا کرنے کو ضرور جی چاہتا ہے، تم لاکھ کہو کہ مجھے علم نہیں میرا کوئی اشارہ شامل نہیں لیکن میں تو جانتا ہوں کہ

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

بہرحال یہ حقیقت نہ ہو تو بھی مصلحتاً یا عارِیتاً سر جھکا لو، اور مجھ سے یہ پندار نہ چھینو کہ دنیا میں جو کوئی مجھے اچھے نام سے پکارتا ہے، وہ حقیقتاً تمہاری ہی آواز ہے۔

۱۱۵

خان صاحب!

حیراں ہوں کہ آپ کی وضع عاشقانہ کی داد دوں یا آپ کے اخلاق کریمانہ کی یعنی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا وہ صرف بربنائے محبت تھا جو میرے لیے مخصوص ہے یا یہ کہ اس نوع کا لطف فرمانا آپ کی فطرت ہے تعیین و تخصیص سے بے نیاز!

خونی مجرم کو بھی ایک بار اظہار حال کا موقع دیا جاتا ہے نہ کہ میں جس کا جرم اس سے زیادہ نہیں کہ رات کو دن نہیں کہتا اور دن کو دن سمجھتا ہوں: بہرحال مجھے مسرت ہوئی کہ آپ نے میری طرف سے اپنی بیزاریوں کا اعلان کر کے برسوں کی پڑی ہوئی گتھی کو سلجھا دیا اور اب میرے لیے وہ الجھن باقی نہ رہی کہ آپ کو کس صف میں جگہ دوں۔ مانا کہ آپ کے جذبات پر اقتدار حاصل نہیں لیکن خدا را یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں اپنے جذبات کا خون صرف اس لیے کر دوں کہ آپ ان سے متفق نہیں۔

میں غریب ہوں اور غریب الدیار بھی، جاہل بھی ہوں اور لاچار بھی لیکن کیا کروں یہ بات کبھی سمجھ میں نہیں آتی کہ عقل آپ کی اور اعتماد میرا، جینے کا آخر یہ کونسا طریقہ ہے بہرحال اگر جنس ناکارہ سمجھ کر میرے وجود کو نظر انداز کرنا آپ کے لیے ممکن نہیں تو،

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

۱۱۶

حبیب مکرم!

پھلوں کے بھیجنے کی زحمت نہ اختیار کیجیے کیونکہ اوّل تو میں اتنا شائق نہیں دوسرے

یہ کہ بغیر آپ کی معیت کے وہ ہضم بھی نہ ہونگے۔ ہاں ایک صورت مفاہمت کی ہے اور وہ یہ کہ پہلے میں آپ کو یہاں سے شریفے بھیجوں اور جب آپ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میرا شکریہ ادا کریں تو میں جواب میں لکھوں کہ حضرت محض شکریہ سے کام نہیں چلتا، سفیدہ اور ردسہری بھیجیے — ہر چند پھر بھی زیر بار احسان رہونگا لیکن کم از کم یہ اطمینان تو مجھے رہے گا کہ جو کچھ کھا رہا ہوں اس کے حصول میں تھوڑی بہت قوت بازو میں نے بھی صرف کی ہے۔ آپ باور کیجیے کہ یوں مجھے خاک مزا نہ آئے گا۔

اس لیے کہ فضول خط و کتابت میں وقت نہ ضائع ہو۔ اس عریضے کے ساتھ نبیں سیر شریفوں کی کمیٹی ملفوف کرتا ہوں، اس جوار کا یہ پھل اتنا ہی مشہور و لذیذ ہے جیسا اودھ کا سفیدہ، گو مزہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے دونوں کا تقابل درست نہ ہو۔

اور ہاں یہ کہنا بھول گیا کہ یہ پھل آپ کے لیے نہیں بھیجتا بلکہ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے لیے بھیج رہا ہوں، بھابی کو بھی چکھنے کی اجازت نہیں۔

— ۱۱۷ —

کرم گسترا!

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا

کہ "پائے سخن" بھی درمیان ہے اور "سر چارہ فرمائی" بھی! یعنی خود بھی لطف فرماتے ہیں اور دوسروں کو بھی آمادہ کرتے ہیں — حیران ہوں کہ وہ خدا جس کے بندے اسقدر بندہ نواز ہوں، وہ خود اتنا بے نیاز ہو، بے نیازی سے میری مراد مستغنی اور بے پروا ہوتا ہے کہ میں مر رہا ہوں اور اسے فکر نہیں میں ایڑیاں رگڑ رہا ہوں اور اُدھر سے کوئی تسکین نہیں — شاید خدا اور خداوند میں بھی فرق ہوگا اور اسلئے مجھے کہہ دیجیے کہ

تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

یہ تو غیر سب کچھ ہو گیا لیکن یہ تو ہے کہ میری طبع اندوہگیں - کا کیا علاج ہے اور باوجود ان تمام الطاف و عنایات کے میری سوگواریاں بدستور قائم رہیں تو پھر میں کیا کروں گا، اس لیئے خدا کے لیئے کوئی شکل تو ایسی رہنے دیجئے کہ میں آپ کو صورت دکھا سکوں ـــ یاد رکھیئے میں ہرگز مستحق نوازش نہیں مجھ پر احسان کرنا مجھے ہلاک کرنا ہے ـــ نرد کی خدائی میں رہتا ہوں اور اسی میں جان دینا پسند کرتا ہوں، آپ کیوں اپنا دل دکھائیں۔

ـــــ ۱۱۸ ـــــ

جان نیاز!

قاصد پہونچا اور دفعتًا آپ کا باندہ چلا آنا معلوم ہوا ـــ اتنی بڑی قربانی اور میرے لیئے! اُف آپ کی جس محبت سے جان بچا کر میں یہاں چلا آیا تھا وہ اب خطرناک حد تک پہونچ گئی

درسے دارم خراب از التفات چشم بیمارت
ہمہ از بیدردی شد سخن از لطف بسیارت

میری مجبوریاں آپ سے مخفی نہیں، اسلیئے اب آپ ہی بتلایئے کہ ان حالات میں کیا کر سکتا ہوں، یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں وہاں آکر آپ پر سے قربان ہو جاؤں لیکن یہاں آپ کو بلانا امکان سے باہر ہے، اگر آپ کا اپنے گڑھ سے چلا آنا بغیر اجازت کے ہوا ہے تو بھی واپسی میں حرج نہیں زیادہ سے زیادہ دو چار اشک ندامت کافی ہونگے اور اگر اجازت حاصل کر لی گئی ہے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ اوّل تو مجھے یقین نہیں کہ مہاراج کو حقیقت کا علم ہو گیا ہے اور اگر تھوڑی دیر کے لیئے اس کو صحیح باور کر لیا جائے تو بھی "حقیقت سے انکار" آپ کے لیئے چنداں مشکل نہیں، آنسو بہا کر نہ سہی بپھر کر، بگڑ کر، تیوریوں پر بل ڈال کر سہی۔

میں خود باندے آکر آپ سے زبانی گفتگو کرتا، لیکن وہاں میرا آنا

مناسب نہیں اس لئے اب چارۂ کار بجز اس کے کیا ہے کہ پھر وہیں واپس جایئے اور مجھے اطلاع دیجئے کہ کیا رنگ ہے۔ ممکن ہے رخصت ختم ہونے پر میں بھی حاضر ہو جاؤں گو بظاہر اس کی امید نہیں۔

—— ۱۱۹ ——

ظالم! اب کیا پوچھتے ہو کہ یہ سب کیونکر ہوا —— شام کا وقت ہے ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہے، محل کے بائیں باغ میں روشوں پر ٹہل رہا ہوں، مہاراج کی طلبی کا انتظار ہے —— دفعتاً سامنے ایک مجسمۂ حسن و رعنائی نظر آتا ہے —— ذبیحات، متحرک، نگراں، خنداں —— ٹھیک اسی وقت چوبدار آتا ہے اور میں چلا جاتا ہوں لیکن یہ دو چیزیں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں ہلکے سانولے رنگ میں شفق کا انعکاس اور طاؤس کی سی مستیٔ رفتار،

اے جمالِ تو بتاراج نظر ہا گستاخ اے خرام تو بہ پامالی سر ہا گستاخ

بسنت کی صبح ہے، دربار میں رسم گلباری کی تیاریاں ہو رہی ہیں گلاب اور گیندے کے سرخ و زرد پھولوں سے آنچل معمور ہیں، مہاراج برآمد ہوتے ہیں اور بہار راگنی کے ساتھ ہی رسم شروع ہو جاتی ہے، تم کبھی آؤ گے تو دکھاؤں گا کہ اس پھول کی پنکھڑی اب تک میرے پاس محفوظ ہے جو میرے سینے پر پڑ کر ہمیشہ کے لئے ایک زخم چھوڑ گئی —— آہ ——————

گناں خوبش می شویم بمہتاب

خیر یہ تو وہ باتیں تھیں جن کا ذکر کچھ افسانوں ہی میں اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن قہر تو یہ ہے کہ میں اس سے زیادہ کچھ لکھ بھی تو نہیں سکتا۔

رگِ سنگم شرارے می نویسم کفِ خاکم غبارے می نویسم

رہا انجام و نتیجہ سو اب اس کے متعلق کیا عرض کروں۔

غالبؔ نے ایک جگہ بنارس کا حال بیان کرتے ہوئے وہاں کی "قیامت قامتاں مژگاں درازاں" کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

رنگیں جلوہ یا غارت گر ہوش   بہار بستر و نوروز آغوش

سو اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم رشک و حسد سے مر جاؤ گے تو میں بھی اس شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھ کر خاموش ہو جاتا۔ لاحول ولا قوۃ۔ میں بھی کس قدر لغو و جاہل ہوں کہ ایک جھوٹ ختم نہیں ہوتا اور دوسرا شروع کر دیتا ہوں یقین کرو کہ یہ سب افسانہ طرازی کے سوا کچھ نہیں تم میری "سازگاری بخت" سے اچھی طرح واقف ہو، اگر حقیقتاً ایسا ہو بھی تو یقین کرنے کی بات نہیں،

——— ۱۲۰ ———

لاحول ولا قوۃ

تم بھی کس قدر بیت ہمت واقع ہوئے ہو، صبح بہار میسر نہیں، تو شب ماہ میں کیا برائی ہے، حسن بسیرت کا فقدان ہے تو ہونے دو۔" خم زلف و شکن طرف کلاہ سے ارباب"

تف ہے تمہاری جوانی پر اور حیف ہے تمہارے شباب پر گفتگو اصول شروع ہو جائے گی اور غالباً ذاتیات تک پہونچ جائے، اس لئے خاموش رہتا ہوں "نہ کہنا کہ میرے شیب وانحطاط سے اپنا شباب وعروج بدل لو، یا پھر اپنا نصیب مجھے دے دو کہ کوئی ایک تو مکمل ہو جائے، مجھے فرصت نہیں ورنہ وہاں پہونچ کر بجائے مقال کے عمل سے ثابت کر دیتا۔

ہمارے سلیم چشتی کیسے ہیں۔ اگر ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ نفحات کا نسخہ میرے پاس سے کہیں گم ہو گیا، مولانا جامی کے دستخط اگر اس پر ثبت نہ ہوتے تو بھی افسوس کرنا چاہیئے تھا لیکن اگر آج ملک الموت ہی روح میری قبض کرنے آجائیں تو کیا وہ مجھے بچا سکتے ہیں۔

——— ۱۲۱ ———

بحمد اللہ میں صحیح و تندرست ہوں اور اسی لئے آپ کی صحت و عافیت کا طالب ورنہ یوں بیمار پڑ جانے پر تو میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میری

طرح کراہنے لگے۔

آپکی پرسش حال کا شکریہ، لیکن یہ آپ سے کہہ کس نے دیا کہ میری حالت اسقدر سقیم ہے اور پھر یہ آپ کو میرا اتنا بڑا ہمدرد کیونکر جان لیا کہ ساری دنیا میں آپ ہی پر اس کی نظر انتخاب پڑی۔

اگر یہ صرف بہانہ ہے اجرائے مراسلت کے لئے تو خیر ورنہ میں اس شخص کا نام معلوم کرنے پر اصرار کروں گا، جس نے شگون بد منہ سے نکالا۔

عزیز یہاں نہیں ہیں پرسوں اجمیر گئے ہیں، اگر جلد واپس آگئے تو آپ کا پیام پہونچا دوں گا، اور کوشش کروں گا کہ وہ آپ کو مایوس نہ کریں۔

لیکن اگر اُن کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو مجھے معذور سمجھئے کیونکہ میں خود آئندہ ماہ کی ابتداء میں یہاں سے باہر چلا جاؤں گا اور غالباً دو ماہ کے بعد واپسی ہو۔

منظومات کا مجموعہ نہ چھپا ہے اور نہ اس کے چھاپنے کا ارادہ، شعر کہنے سے قبل شعر سمجھنے کا سلیقہ نہ تھا اور جب یہ سلیقہ پیدا ہوا تو وہ زمانہ گزر گیا اب بعد لوگوں کو اختیار ہے۔

۱۲۲

نیاز نوازا!

دنیائے شاعری میں تو یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ذرا سی لغزش پا انسان کو خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور اسی لئے نہایت ہی شوق و ولولہ کے ساتھ یہ تمنا بھی کی جاتی ہے کہ

من دیک لغزش پائے تو دو قطع ناز ہا

لیکن اس "دو اور دو چار" کی دنیا میں کسی غلطی کا ــــ "حقیقت" میں تبدیل ہو جانا شاذ و نادر ہی کبھی دیکھا جاتا ہے ــــ اگر اجازت ہو تو اپنی اس غلطی کو بھی انہیں "در نادر" میں شمار کروں، ممکن ہے "اظہار تشکر" والی خاتون پر آپ کو برہمی ہو، لیکن کم از کم میں تو ان کا از بس ممنون ہوں کہ "آگ

کی جستجو میں جانا اور پیمبری لے کر بیٹھنا، ہوش کے بعد سے اسوقت تک تو کبھی دیکھا
نہیں گیا۔

آپ کا خط پڑھنے کے بعد دو متضاد کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں، ایک مسرت و انبساط کی دوسری تاسف و برہمی کی — وہ اس لئے کہ آپ کی تحریر میں مجھ کو وہ سب کچھ نظر آیا جو کسی ہستی کو ادبی دنیا میں پرستیدۂ عام بنا سکتا ہے اور یہ اس لئے کہ میں کیوں اسوقت تک آپ سے بے خبر رہا اور آپ کی ان بیش بہا فطری ودیعتوں کو کیوں نہ بروئے کار لا سکا۔

مجھے ایک زمانے سے تمنا ہے کہ نگار کسی ایسی خاتون کو پیش کر سکے جو دنیائے ادب میں عورتوں کے لئے صحیح نمونہ بن سکے، لیکن اسوقت کامیاب نہ ہو سکا ایک اور صرف ایک بلبل بھی تو "موج کوثر و تسنیم"، والی کہ "خراب محبت"، ہونے کیوجہ سے شاعری میں تو یقیناً ان کا جواب نہیں، لیکن یوں تو وہ ایک پتھر کی دیوی ہیں جس کے سامنے سر تو پھوڑا جا سکتا ہے لیکن زبان نہیں ہلائی جا سکتی۔

بہرحال آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد میری یہ دیرینہ تمنا پھر از سر نو زندہ ہو گئی ہے، اور کس قدر جی چاہتا ہے کہ آپ اور آپکی ادبیت نگار کے لئے مخصوص ہو جائے مجھے معلوم نہیں کہ اسوقت تک آپ نے کیا لکھا اور کہاں لکھا لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ آپنے جو کچھ لکھا ہوگا خوب لکھا ہوگا یا خوب لکھنے کے تمام آثار پائے جاتے ہوں گے اس لئے اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے اپنے تمام ادبی مشاغل اور انہماک ذوق سے بے خبر نہ رکھئے اور کوئی مقالہ لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں پورا اندازہ کر کے آپ کو صحیح مشورہ دے سکوں۔

بھوپال میں گیارہ سال تک رہنے کی وجہ سے مجھے وہاں کی ہر چیز سے الفت ہے، اس لئے یہ معلوم کر کے کہ آپکا تعلق اسی سرزمین سے ہے، یوں بھی ایک خاص کشش آپ میں پاتا ہوں اور متمنی ہوں کہ اس حد تک ضرور آپ مجھ سے بے تکلف ہو جائیے کہ اس بُعدِ مکانی کو اپنے تصور و خیال کی مدد سے دور کر سکیں

۱۲۳

رسیا!

کہو مرزا پور سے کب واپس آئے اور ساون کی مست و سیاہ راتوں میں کس کس کے ساتھ جھولا جھولے، کہاں کہاں "کجری" سنی ـــ حقیقت یہ ہے کہ تم سے بیس بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں، غضب خدا کا اس دلکش موسم میں پورب کی نازک، چپلی، چھریری، سبز رنگ صحبتوں کو چھوڑ کر علیگڈھ چلے آئے! سچ ہے تم کیا کرو۔

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اچھا تو اس کی سزا سنیئے ـــ آپ کو معلوم ہے کہ سید صاحب کو میں نے لکھ دیا تھا کہ اس زمانے میں آپ کو فرصت نہ ہوگی لیکن چونکہ آپ وہاں سے قبل از وقت واپس آگئے ہیں اس لیے اب آمادہ ہو جایئے اور جس طرح ممکن ہو ان کی کوششوں کو کامیاب بنا لیجئے۔

ہر چند میں جانتا ہوں کہ ہزاروں عذر آپ کی طرف سے پیش ہونگے لیکن یہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ میں ایک ماننے والا نہیں ـــ پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ میں انہیں خط لکھ رہا ہوں، دو چار دن میں آپ کے سر پر مسلّط ہو جائیں گے۔

۱۲۴

بنّے صاحب!

آپ لاکھ میرے دوست سہی لیکن بہر حال دشمنی ان سے بھی تو نہیں ہے۔ اس لیے معاملہ اگر بالکل "سخن گسترانہ" آپڑا ہے تو میں کیوں کسی کی خودداری کو صدمہ پہنچاؤں، میں زیادتی و یادتی کچھ نہیں جانتا، میرے سامنے تو صرف "ادا" ہوا کرتی ہے خواہ وہ کتنی ہی سرکشانہ کیوں نہ ہو، میں شیطان سے صرف اسلئے محبت رکھتا ہوں کہ اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، پھر تمہیں انصاف

کردکہ میں انہیں کیونکر مجبور کر سکتا ہوں کہ وہ وہاں جاکر معذرت پیش کریں اور کیوں کریں؟ جبکہ دافعی ابتدا ان کی طرف سے نہیں ہوئی، آپ اُن کی غربت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایئے، دنیا میں مفلس و نادار ہونا کوئی عیب نہیں، اگر فاقہ کرکے مرجانے کی داستان میں کوئی ٹکڑا دست سوال پھیلانے کا نہ ہو، مانا کہ آپ کے چچا جاہ وثروت والے ہیں، رئیس ہیں حکام رس ہیں، شہر میں خاص اثر رکھتے ہیں، لیکن میرے عزیز دوست عزت کا سودا یوں نہیں ہوا کرتا، مرزا صاحب غریب ہیں، بیکس و محتاج ہیں لیکن بتایئے اگر کبھی ایک پیسہ کا احسان آپکے چچا کا انہوں نے لیا ہو، پھر میاں تمہیں ایسے شخص کی عزت کرنا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ تمہارے محلے میں ایک آدمی تو اس آن بان کا ہے معاف کرنا، میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے چچا کا بھری محفل میں مرزا صاحب کی طرف اشارہ کرکے یہ کہنا کہ" وہ میرے پاس کیوں آنے لگے، بڑے آدمی ہیں" کیا معنی رکھتا تھا۔ اگر اس پر انہوں نے یہ کہہ دیا کہ" میں اگر بڑا آدمی ہوتا تو خود چھوٹوں کے پاس جایا کرتا،" تو کیا بُرا کیا۔ بیشک اس فقرے میں طعن ہے اور سخت طعن ہے لیکن کیا تمہارے چچا نے پہلے ان کو چھوٹا آدمی نہیں کہا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ بچارے غریب ہیں — بہرحال میں قیامت تک ان سے معذرت کے لئے اصرار نہ کروں گا اور کروں گا بھی تو فائدہ، مجھے معلوم ہے کہ وہ کبھی راضی نہ ہوں گے۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس معاملہ کو آگے نہ بڑھنے دو اور اپنے چچا کو سمجھا دو، مرزا صاحب کا تباہ کر دینا مشکل نہیں، لیکن شاید یہ کوئی قابل عزت کارنامہ ان کا نہ ہوگا۔

—— ۱۲۵ ——

"مبارک، مبارک،" —— تو میں زبان سے لاکھ بار کہہ دوں، لیکن دل کو کیا کروں کہ وہ زبان کا ہم نوا نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ آپ بیٹے کی شادی کر رہے ہیں یا اس کی دستار بندی کا جلسہ ہے کہ سوائے مولویوں اور

واعظوں کے کسی دوسرے کو شرکت کی اجازت ہی نہیں۔ تم کہو گے کہ اجازت کیوں نہیں شہر میں کون ہے جو مدعو نہیں کیا گیا۔

ہاں، ہاں صاحب فہرست میں نے بھی دیکھی ہے، تقریب کا پروگرام میری نظر سے بھی گزر چکا ہے لیکن مجھے تو اس میں نہ پٹنہ کی زہرہ جان کا نام کسی جگہ نظر آیا نہ کلکتہ کی گوہر جان کا، نہ کہیں آتش بازی کا ذکر ہے نہ طبل و شہنائی کا۔

یہ آپ کے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے یا کراماً کاتبین کی کہ مبادا اُدھر کسی گناہ کا نام آیا اور وہ شادی کے جلسے سے اُٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

سنیئے یہ مولوی لوگ جو شادی کی تقریبوں میں ناچ گانے کے مخالفت کرتے ہیں اس سے مدعا درستی اخلاق نہیں بلکہ صرف یہ کہ مدرسہ و مسجد کے نام سے اُن کو لذت کام و دہن کا سامان میسر آجائے گا، پھر میں یہ نہیں کہتا کہ مولویوں کو نہ دو ضرور دو لیکن یہ سمجھ لو کہ جس طرح مولانا سعید الدین صاحب کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے، اسی طرح شیریں جان کو بھی ہے، یعنی اگر مسجد میں اذان دینے کے لئے ان کی ضرورت ہے تو رُوح کی خستگی دور کرنے کے لئے یہ بھی کم ضروری نہیں۔ بہر حال میں تو شریک ہونا نہیں کیونکہ ہمیں گھر میں کیا کم ویرانی ہے کہ وہاں شادی میں شرکت کروں۔

—— ۱۲۶ ——

مہربان بندہ —— آپ نے ایک ایسے مسئلے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے کہ اس کی موافقت و مخالفت دونوں میں لوگوں کے پاس کافی دلائل ہیں —— میں خود کوئی رائے اسوقت تک اس لئے قائم نہیں کر سکا کہ یہ خوش نصیبی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔ ایک بیوی کے مر جانے کے بعد دوسری شادی کرنا ظاہر ہے کوئی شرعی گناہ تو ہے نہیں، لیکن اخلاقی و معاشرتی معصیت ضرور ہے اگر کسی کے حالات اس کے مقتضی نہیں۔ وہ لوگ جو فطرتاً اہلِ زندگی کے اہل نہیں ہیں

یعنی جو حقوق زناشوئی کی طرف سے بے پرواہ ہیں ان کا تو خیر سوال ہی نہیں لیکن آپ ایسے لوگوں کے لیئے جو زندگی صرف اپنے لیئے بسر نہیں کرتے، یقیناً یہ مسئلہ غور طلب ہے۔

اگر آپ کی بیوی کوئی اولاد نہ چھوڑ جاتیں تو بھی کوئی جھگڑے کی بات نہ تھی، لیکن جبکہ ایک چھوڑ ماشاء اللہ تین تین اولادیں آپ کی موجود ہیں، عقد ثانی کے مسئلہ پر ایسی آسانی سے رائے زنی نہیں ہو سکتی، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ محض بچوں ہی کی وجہ سے دوسری شادی ضروری ہو جاتی ہے اور کبھی انہیں کی وجہ سے عقد ثانی حرام ہو جاتا ہے مجھے جہاں تک معلوم ہے آپ کی بڑی بچی اچھی طرح گھر سنبھال سکتی ہے اس لیئے انتظام خانہ داری کا سوال تو فی الحال پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس کی شادی ہو گی تو اسوقت تک آپ کی بہو گھر میں آجائے گی اور دوسری بچی اس بار کے اٹھانے کے قابل بن جائے گی۔ اس لیئے اب سوال صرف آپ کی ذات کا رہ جاتا ہے سو مجھے معلوم ہے کہ اس باب میں آپ ہمیشہ بہت محتاط رہے ہیں اور یہ جذبہ کبھی آپ پر غالب نہیں ہوا۔

عمر طبیعی تک پہونچنے کے لیئے زیادہ زمانہ درکار نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس سال، پھر کیوں آپ الجھنوں میں گرفتار ہوں اور علائق بڑھا کر اپنے سکون کو ضائع کریں ــــ لیکن اگر کسی خاص سبب کی بناء پر مجبور ہی ہو جائیں تو پھر کوئی سن رسیدہ بیوہ تلاش کیجئے جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔

ـــــ ۱۲۷ ـــــ

ادھر آؤ، تمہارا منہ چوم لوں، واللہ کیا خبر سنائی ہے، دل خوش ہو گیا، کیا کروں بے بال و پر ہوں ورنہ خود وہاں پہونچتا، اور اتنی زور سے تمہیں بھینچتا کہ تمہارا دم نکل جاتا یا میرا، خدا کے لیئے مفصل سناؤ کہ یہ سب کچھ ہوا کیونکر، یہ محال کو ممکن بنانے والا ولی کون تھا، ذرا میں بھی تو اس کا نام سنوں، معاذ اللہ جسوقت گذشتہ زمانے کا خیال آجاتا ہے تو کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، کس بلا کا کرب تھا، کس قیامت

کی تکلیف تھی اور واقعہ یہ ہے کہ مجھے کوئی امید کامیابی کی نہ تھی اور ڈرتا تھا کہ خدا جانے کس دن کیا خبر سننے میں آئے، بارے شکر ہے کہ وہ دور ختم ہو گیا اور تمہاری تحریر پڑھ کر جان میں جان آئی۔

ہائے کتنا جی چاہتا ہے کہ صبح ہجراں میں دم توڑنے والوں کو شام وصال کی زندگی کا مژدہ خود آ کر سناؤں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ وصل و فراق کی بینائیوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ لیکن کیا کروں سخت مجبور ہوں، بہرحال ان کے پاس جاؤ میری طرف سے ایک کے لب اور دوسرے کی پیشانی چوم کر یہ خط دکھا دو —— پھر جو کچھ وہ کہیں —— کہیں گے کیا۔ صرف مسکرا دیں گے مجھے لکھنا نہیں، بلکہ خود کبھی آ کر سنا دینا۔

—— ۱۲۸ ——

کیسا کلیات، کہاں کا مجموعۂ نظم؟ —— پاگل ہو گئے ہو —— تمہارے حسن ظن کی تسکین کے لئے ہی ملک میں رسوا ہو جاؤں، یہ کہاں کی دانشمندی ہے، اول تو میرے پاس مجموعہ موجود نہیں اور اگر کوشش کر کے متفرق نظمیں یکجا کر لی جائیں تو بھی ان کی اشاعت کی کیا صورت ہے —— میں جب شاعر تھا تو بدقسمتی سے بُرے بھلے کی تمیز نہ تھی اب جو سلیقہ آیا تو دنیا کی شاعری نگاہوں سے گر گئی، خود میرا کیا ذکر ہے،

اس میں شک نہیں کہ اول اول، میں نے جھک مارا اور دنیا نے اس کی داد بھی کافی دی لیکن باور کرو حقیقی شاعر میں کبھی نہیں تھا، ذوق شعر و سخن ضرور رکھتا تھا۔ سو اس میں بیشک غیر معمولی ترقی محسوس کرتا ہوں، یہاں تک کہ اب صرف نقاد ہو کر رہ گیا ہوں اور اپنی گرہ میں کچھ ہو یا نہ ہو، لیکن دوسروں کے زر عیار کو فوراً پہچان لیتا ہوں۔

تمہیں یاد ہے وہ زمانہ جب صرف فارسی کی غزلیں لکھنے کا دورہ مجھ پر پڑا تھا، اسوقت تو میں نے ظاہر نہیں کیا تھا، لیکن اب کہتا ہوں کہ فارسی کی طرف

میں نے صرف اس لئے توجہ کی تھی کہ اپنی اردو شاعری کی طرف سے میں مطمئن نہ تھا مگر وہ دور بھی ختم ہو گیا اور اب شاعری کے لحاظ سے میں اسی منزل میں ہوں، جس کا ذکر میر نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

میرے مرنے کے بعد تمہیں اختیار ہے، اپنی زندگی میں کبھی اس کی اجازت نہ دوں گا۔

۱۲۹

کرم فرمائے بندہ!

گرامی نامہ جس کو پند نامہ فرید الدین عطار کہنا زیادہ موزوں ہے، ملا، آپ نے جس محبت و خلوص کے ساتھ مجھے امر خاص سے باز رکھنے کا مشورہ دیا ہے اس کا شکریہ نہ ادا کرنا ظلم ہے لیکن معاف فرمایئے، آپ کا یہ خیال کہ تنہا میں اس کا ذمہ دار ہوں، درست نہیں،

در خراباتم ندیدستی خراب

بادہ پنداری کہ تنہا می زنم

میں تو اس کوچے میں اسوقت تک قدم نہیں رکھتا جب تک مولانا اور اُن کے برادر زادہ ارجمند میرے لئے خضر و الیاس کا کام نہ دیں، پھر یہ آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں، اُن سے باز پرس کیجئے، ان سے دریافت فرمایئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

حضرت یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کس خیال میں ہیں یہ سوئے ظن اور میرے متعلق! آہ،

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

آپ کو معلوم نہیں کہ جس طرح ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوا کرتا ہے

اسی طرح ہر سو سال کے بعد ایک رند پیدا ہوتا ہے، سو مجدد کا حال تو آپ کو معلوم ہو گا، اور ممکن ہے کہ آپ ہی ہوں لیکن اس صدی کے رند کی بابت مجھ سے پوچھئے کہ کون ہے؟ ہر چند خود ستائی ہو گی لیکن آپ اصرار کریں گے تو صاف صاف کہنا ہی پڑے گا۔

پھر آپ ہی غور فرمائیے کہ آپ کا یہ تمام "دفتر تدبیر و مصلحت"، کیا کام دے سکتا ہے اور آپ کی مجددانہ ترشیاں اس نشہ کو کیا اتار سکتی ہیں، جہاں اگر کبھی ترک معصیت کا خیال بھی ذہن میں آ گیا تو اس کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے،

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

نمازیں پڑھتے رہیئے اور فرشتے بنے رہیئے ہم لوگوں کو چھیڑنے سے فائدہ کہ اگر آزادی سے ایک سانس بھی آپ کے سامنے لی تو بادۂ دوشینہ کی بو سے آپ کو بھاگنے کی راہ نہ ملے گی، ہم لوگ رند ہیں رند! سنا آپ نے؟

—— ۱۳۰ ——

کیا پوچھتے ہو کس عالم میں وہاں سے واپس آیا، تم سے میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے وہاں بھیجتے تو ہو، لیکن اگر میں ہلاک ہو گیا تو کیا کرو گے تم نے کہا تھا، "نہیں اس کا ذمہ دار میں ہوں!" سو آؤ اور اب اپنی ذمہ داری کو پورا کرو کیونکہ جس بات کا اندیشہ تھا وہ ہو کر رہی یعنی انہوں نے مجھے خوب تباہ کیا۔ مجھ میں ہمت کہاں کہ زبان ہلاؤں، خدا کے لئے تمہیں میری طرف سے شکریہ ادا کر دو اور لکھ دو کہ جب تک زندہ ہوں کبھی اس طرف کا رُخ بھی نہ کروں گا — یہ جانتے ہوئے کہ میں اس باب میں کس قدر خود سر و آزاد ہوں، تم نے ان لوگوں میں بھیج دیا جو میری سانس کو بھی آزاد نہیں دیکھ سکتے، مہمان نوازی اور خاطر و مدارات کی بھی ایک حد ہوتی ہے نہ یہ کہ انسان کو خود اپنے آپ سے شرم آنے

لگے، اچھا کیا تم نے جلد واپس بلا لیا ورنہ میں تو عزم کر چکا تھا کہ اس ہفتہ سنکھیا کھا کر جان دے دوں گا اور وصیت کر جاؤں گا کہ خبردار جو کسی نے میری لاش کو ہاتھ لگایا، سڑک پر ڈال کر سگان بازاری کے سپرد کر دی جائے کیونکہ ان سے انتقام کی صورت اگر کوئی تھی تو صرف یہی۔ حقیقت یہ ہے کہ عجیب لوگ ہیں اور تم ان سے زیادہ عجیب ہو کہ جانے سے قبل مجھے آگاہ نہ کیا۔ ورنہ یہاں سے نیا ریشو کر جاتا کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم "سنپاہ گرہ" تو کر سکتا۔

۱۲۱

اسے '

یہ کون رقیب تھا جو کل صبح تمہاری محفل میں مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا وہی گورے گورے خوبصورت سے نوجوان، آنکھوں میں سرمہ اور منہ میں پان تم نے تعارف کرایا نہیں، میں نے تو جسارت کی نہیں، یہ وہی مولوی صاحب تو نہیں ہیں جن کا ذکر تم نے جمیل میاں سے کیا تھا کہ نہایت اچھے شاعر، بڑے ماہر طبیب اور زبردست اہل دل صوفی ہیں، گاتے بھی خوب ہیں اور محفل میں حال بھی نہایت دلچسپ لاتے ہیں۔

یہ تم نے کیا غضب کیا کہ مجھ سے ملوایا تک نہیں میں ایسے سوانگ بھرنے والوں کا لاکھ مخالف سہی، لیکن تمہارے مہمان ہیں شعر سنکر داد دینا۔ نبض دکھا کر نسخہ تجویز کرانا، سامنے بیٹھ کر توجہ لینا، گانا سننا، محفل میں ان کے ساتھ رقص کرنا اور بادر کرو جو شروع سے آخر تک کسی ایک بات میں بھی تصنع ہوتا۔

صورت تو مجھے بھی اچھی معلوم ہوئی۔ سیرت کا حال ابھی تک معلوم نہیں اگر کوئی حرج نہ ہو اور تمہارے مصالح اجازت دیں تو کل شام کو انہیں غریب خانہ پر تکلیف دوں، اور قوالی کا انتظام کروں، کھانا بھی کھالیں گے، جن لوگوں کو بلانا مناسب ہو انکی فہرست نہیں مرتب کردو تو اچھا ہے۔

۱۳۲

صدیقی العزیز! کل شام کو محبت نامہ ملا، مگر اس حال میں کہ پندرہ دن سے صاحبِ فراش ہوں اور کروٹ بھی دوسرے کے سہارے سے لیتا ہوں۔ افسوس ہے کہ میں اسوقت کسی خدمت کے قابل نہیں، آپ اگر دعا کے قائل ہیں تو اسے کر دیجئے دوا کی طرف سے تو میں مایوس ہو چکا ہوں۔

ایک عجیب قسم کا درد وحوالی قلب سے اُٹھ کر تمام رگ و پٹھے میں دوڑ جاتا ہے اور یہ ۲ گھنٹے کے لئے بالکل بیکار کر جاتا ہے، اطبا کا خیال ہے وجع قلب ہے ڈاکٹر اس کو ریاحی درد بتاتے ہیں، بہر حال یہ تو ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں اصل کیا چیز ہے، اس کی خبر کسی کو نہیں ہے ـــ کل سے خود اپنا علاج شروع کا وہی ہومیو پیتھی جس کے آپ مخالف ہیں اور میں حد درجہ موافق علامات کے لحاظ سے میں نے (RHUS TOX) تجویز کیا ہے اور امید ہے کہ اس سے فائدہ ہو ـــ آپ بھی یاد رکھئے، شاید کبھی کام آئے۔

یہ خط میں ایک اور صاحب سے لکھوا رہا ہوں کیونکہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔

۱۳۳

آہ! تمہارا جانا بھی ـــ عجب ایک سانحہ ہو گیا ہے۔

پورے تیس دن اس توقع میں گزر گئے کہ آج کے بعد کل نہ آئے گی اور جب کل آج ہو گئی تو پھر وہی تم سے میری ایک نہ سننے والے اور وہی میں تھا تمہاری ضد پر کچھ نہ کہہ سکنے والا! میں نے کہا ایک ہی بار جی لگا کر میری کہانی سن لو، تم نے ہنس کر ٹال دیا، میں نے التجا کی کہ میری نہیں سنتے تو تمہیں کہہ دو تمہارے جی میں کیا ہے یہ بھی تمہیں پسند نہ آیا، آخر کار اسی راز و نیاز میں یہ فرصت ختم ہو گئی اور میرے کسی ایک دکھ کا علاج تم سے نہ ہو سکا۔

کیسی کیسی چاندنی راتیں آئیں اور ختم ہو گئیں، کیسی کیسی متوالی گھٹائیں آئیں

اور گزر گئیں لیکن ایک دن بھی "کھل کھیلنے" کا بہانہ تم نے ہاتھ نہ آنے دیا، میری نا صبری کی شکایت کرتے ہو لیکن اپنی بےحسی کا احساس نہیں، ہیں تنگ ظرف بھی لیکن کب دوستی و مروت کا پاس ہے۔

بہر حال تم مجھے تشنہ و مجبور چھوڑ کر جانے پر نادم ہو یا نہ ہو مگر یہ سمجھ رکھو کہ

مے باقی و ماہتاب باقی ست
مارا بہ تو صد حساب باقی ست

پھر بولو کہ یہ مطالبہ کب ادا ہو گا، یہ حساب فہمی کس وقت ہو گی، کہہ دو "کبھی نہیں"، یہ بھی برحق اور قیامت بھی برحق۔

۱۳۴

دیکھئے آخر کار آپ مانے نہیں، اور مجھے پھر ستایا، میں آپ سے کہہ چکا ہوں شرعی حلف کے ساتھ کہہ چکا ہوں کہ مجھے ان کے ہاتھ آب حیات پینا بھی گوارا نہیں لیکن آپ کا اصرار یہی ہے کہ میں زہر بھی پی لوں — اچھا مجھے منظور ہے۔ لیکن ایک شرط میری بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ خود آیئے اور مجھے وہاں لے چلئے، آپ پوچھیں گے اس کی کیا ضرورت ہے میں کہوں گا کہ جب آپ ہی جنازہ میں کاندھا دینے کے لئے پاس نہ ہوئے تو مرنے کا کیا لطف ہے آپ ہنسیں گے کہ یہ کیا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں جانا واقعی موت ہے میرے اخلاق کی میری روح کی، میری انسانیت کی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس منظر کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ فطرت کے خلاف کسی کو مجبور کرنا قتل انسان سے زیادہ سنگین جرم ہے جس کی سزا اگر قانون سے نہیں تو ضمیر کی طرف سے ملنا ضروری ہے۔

یاد رکھئے مجھے ان سے کوئی بغض و عناد نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ میں اپنی بے کسی و بیچارگی ان کی عظمت و شوکت سے پوری طرح واقف ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے سایۂ دیوار میں پناہ لینے کو جی نہیں چاہتا۔

یوں اگر کوئی خدمت مجھ سے ان کی ہو سکتی ہے تو اس کو انجام دینا میرے

۱۳۲

صدیقی العزیز! کل شام کو محبت نامہ ملا، مگر اس حال میں کہ پندرہ دن سے صاحب فراش ہوں اور کروٹ بھی دوسرے کے سہارے سے لیتا ہوں۔ افسوس ہے کہ میں اسوقت کسی خدمت کے قابل نہیں، آپ اگر دعا کے قائل ہیں تو اسے کر دیکھئے دوا کی طرف سے تو میں مایوس ہو چکا ہوں۔

ایک عجیب قسم کا درد حوالی قلب سے اُٹھ کر تمام رگ و پے میں دوڑ جاتا ہے اور ۲۴ گھنٹے کے لئے بالکل بیکار کر جاتا ہے، اطبا کا خیال ہے وجع القلب ہے ڈاکٹر اس کو ریاحی درد بتلاتے ہیں، بہر حال یہ تو ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں اصل کیا چیز ہے، اس کی خبر کسی کو نہیں —— کل سے خود اپنا علاج شروع کا وہی ہومیوپیتھی جس کے آپ مخالف ہیں اور میں حد درجہ موافق علامات کے لحاظ سے میں نے (R H U T O X) تجویز کیا ہے اور امید ہے کہ اس سے فائدہ ہو —— آپ بھی یاد رکھئے، شاید کبھی کام آئے۔

یہ خط میں ایک اور صاحب سے لکھوا رہا ہوں کیونکہ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔

۱۳۳

آہ! تمہارا جانا بھی —— عجب ایک سانحہ ہو گیا ہے۔

پورے تیس دن اس توقع میں گزر گئے کہ آج کے بعد کل نہ آئے گی اور جب کل آج ہو گئی تو پھر وہی تم سے میری ایک نہ سننے والے اور وہی میں تھا تمہاری ضد پر کچھ نہ کہہ سکنے والا! میں نے کہا ایک ہی بار جی لگا کر میری کہانی سن لو، تم نے ہنس کر ٹال دیا، میں نے التجا کی کہ میری نہیں سنتے تو تمہیں کہہ دو تمہارے جی میں کیا ہے یہ بھی تمہیں پسند نہ آیا، آخر کار اسی راز و نیاز میں یہ فرصت ختم ہو گئی اور میرے کسی ایک دکھ کا علاج تم سے نہ ہو سکا۔

کیسی کیسی چاندنی راتیں آئیں اور ختم ہو گئیں، کیسی کیسی متوالی گھٹائیں آئیں

اور گزر گئیں لیکن ایک دن بھی "کھل کھیلنے" کا بہانہ تم نے ہاتھ نہ آنے دیا، میری نا بسی کی شکایت کرتے ہو لیکن اپنی بیچسی کا احساس نہیں، ہیں تنک ظرف بھی لیکن کب دوستی و مروت کا پاس ہے۔

بہر حال تم مجھے تشنہ و مجبور چھوڑ کر جانے پر نادم ہو یا نہ ہو مگر یہ سمجھ رکھو کہ

مے باقی و ماہتاب باقی ست

مارا بہ تو صد حساب باقی ست

پھر بولو کہ یہ مطالبہ کب ادا ہوگا، یہ حساب فہمی کس وقت ہو گی، کہہ دو "کبھی نہیں" یہ بھی برحق اور قیامت بھی برحق۔

—— ۱۳۴ ——

دیکھئے آخرکار آپ مانے نہیں، اور مجھے پھر ستایا، میں آپ سے کہہ چکا ہوں شرعی حلف کے ساتھ کہہ چکا ہوں کہ مجھے اُن کے ہاتھ آب حیات پینا بھی گوارا نہیں لیکن آپ کا اصرار یہی ہے کہ میں زہر بھی پی لوں —— اچھا مجھے منظور ہے۔ لیکن ایک شرط میری بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ خود آیئے اور مجھے وہاں لے چلئے، آپ پوچھیں گے اس کی کیا ضرورت ہے میں کہوں گا کہ جب آپ ہی جنازہ میں کاندھا دینے کے لئے پاس نہ ہوئے تو مرنے کا کیا لطف ہے آپ ہنسیں گے کہ یہ کیا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں جانا واقعی موت ہے میرے اخلاق کی میری روح کی، میری انسانیت کی اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس منظر کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ فطرت کے خلاف کسی کو مجبور کرنا قتل انسان سے زیادہ سنگین جرم ہے جس کی سزا اگر قانون سے نہیں تو ضمیر کی طرف سے ملنا ضروری ہے۔

یاد رکھئے مجھے ان سے کوئی بغض و عناد نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ میں اپنی بے کسی و بیچارگی ان کی عظمت و شوکت سے پوری طرح واقف ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کے سایۂ دیوار میں پناہ لینے کو جی نہیں چاہتا۔

ہاں اگر کوئی خدمت مجھ سے ان کی ہو سکتی ہے تو اس کو انجام دینا میرے

لئے سعادت ہے لیکن وہاں جاکر نہ حاضری دینا اور پھر یہ سننا کہ اسوقت فرصت نہیں ہے میرے بس کی بات نہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ غلط ہے، انہیں خبر ہی نہیں ہوئی در آنحالیکہ سب کچھ میرے خود کانوں نے سنا، نہ آپ کو جھوٹا کہہ سکتا ہوں، نہ انہیں، اس لئے خود اپنی ہی سماعت پر الزام دے کر خاموش ہو جانا چاہتا ہوں، مگر آپ اسپر بھی راضی نہیں، پھر کیا مطلب یہ ہے کہ میں اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں؟ کالا منہ کر کے کسی طرف نکل جاؤں ـــــ لاحول ولا قوۃ ـــــ معلوم نہیں آپ لوگوں کو اس چھیڑ چھاڑ میں کیا مزہ ملتا ہے۔

براہ کرم آئندہ اس باب میں مجھے کچھ نہ لکھیئے ورنہ میں اس سے زیادہ بد اخلاقی کا مجرم ہوں گا اور آپ سے قطع تعلق کر لونگا۔

ـــــ ۱۳۵ ـــــ

صدیقی!

آپ ملامت کرتے ہیں کہ میں کیوں مسوری سے چلا آیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپنے وہاں کا ذکر چھیڑ کر کیوں مجھے تڑپا دیا سنیئے، ٹھیک دوپہر کو میں دفتر میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہوں کہ راج پورہ سے ٹیلیفون آتا ہے۔ ہم یہاں پہونچ گئے ہیں لنچ کے بعد روانہ ہوں گے ـــــ یہ وہ خبر تھی جس کے سننے کا میں ازل سے منتظر تھا۔ ۹ بجے کا وقت ہے گہرا ابر محیط ہے۔ پہاڑ کی خنک ہوائیں جسم میں سردی لیکن دل و دماغ میں شراب کی سی گرمی پیدا کر رہی ہیں کونتنا بنگلہ سے باہر رنڈا آسٹریم، میں میرا قیام تھا، چہل پہل سی معلوم ہوتی ہے اور میں باہر نکلتا ہوں ـــــ معلوم نہیں غالب کا وہ نگار "آتشیں رخ سر کھلا"، کیا تھا لیکن یہاں تو وہ ایک شمع ہوئی روشنی تھی پیکر انسانی میں، ایک قید کی ہوئی بجلی تھی عالم آب و گل میں، آنکھیں یکسر سحر بابل، لب "ہمہ خون صد میخانہ"، اور اب یہ نہ پوچھئے کہ سن کیا تھا

بس یوں سمجھئے کہ جوانی کانٹے پر تُل رہی تھی۔

بس اگر یہ کہوں کہ بیہوش ہو کر گر پڑا تو آپ اسے شاعرانہ مبالغہ تصور کرینگے لیکن اگر حواس کا تعطل، اعصاب کا انتشار، جسم کی لرزش اور دل و دماغ کا عدم توازن بھی بے ہوشی کا مفہوم رکھ سکتا ہے تو باور کیجئے کہ اس وقت مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی بے ہوش نہ تھا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ وہ خاندان ہے جس میں شرفاء فرانس اور دہلی کی خواتین تیموریہ کا خون ایک جگہ آکر ملتا ہے گویا ان دونوں جگہ کے پیکانوں سے ملا کر ایک نئی قسم کا ایسا تیر بنایا گیا ہے جس سے نہ مشرق میں پناہ مل سکتی ہے نہ مغرب میں ـــــ پھر انصاف کیجیئے کہ جس شخص کو ایک دن نہیں مسلسل چار مہینے اس شعلۂ جوالہ، اس برق بے پناہ کی معیت حاصل ہو رہی ہو وہ کیونکر اس سے جُدا ہو کر زندگی بسر کر سکتا تھا۔

۱۳۶

آہ! خورشید خرامید و فروغے بہ نظـــر ماند

آپ اس کو ترک ملازمت یا جگہ چھوڑ کر چلا آنا کہتے ہیں حالانکہ یہ کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جانا ہے، آپ عقل و مصلحت کی دنیا کا ذکر کر رہے ہیں اور ادھر یہ حال ہے کہ ان سب منزلوں سے گزر کر۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہـــم کو بھی
کچھ ہمـــاری خبـــر نہیں آتی

انتہائی مجبوری و بیکسی میں آپ "اللہ بس باقی ہوس،، کہہ کر خاموش ہو جایا کریں۔ یہاں تو اب بھی لب پر دعوائے ،، انا الشرق ،،ہے اور دل میں وہی آفتاب جلوہ گر!

ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے، مرتبے و آداب کا لحاظ رکھ کر گفتگو کرنا سیکھئے آپ کو معلوم نہیں کہ ہم عاشق ہیں عاشق!

مشعل خورشید بجھ جائے جو نالہ سر کریں

۱۳۷

عزیزی! کیا مکتوب محبت کے زبانی شکریہ ادا کرنے کا بھی اہل نہیں ہوں سچ ہے جہاں "جاں سپاری" کی ضرورت ہو، وہاں صرف جنبش لب کیا کام آ سکتی ہے مگر آپ اسے اعتراف بے کسی سمجھ کر کیوں نہ قبول کریں۔ لوگ اس حالت میں۔

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

کا نعرہ لگانے لگتے ہیں، میں اگر ایک "بیچارانہ شکریہ" پر قناعت کروں تو کیوں مورد الزام قرار پاؤں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا خلوص بے پناہ ہے، جہاں اعتراف شکست کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

برسات کا ذکر مجھ سے نہ کیجئے جس طرح اس کا پہلا دن بےخبری میں طلوع ہوا ہے اسی طرح آخری دن بھی ختم ہو جائے گا۔

اے دادل من! صد وائے دل من

مجھے سوچنے دیجئے کہ آپ کو میرے سفر حیدر آباد کا علم کیونکر ہو گیا، کیونکہ اگر خدا نخواستہ میں آپ کو ولی سمجھنے لگا تو قیامت ہی ہو جائے گی۔ ہاں "ارتباط قلب" کی بات آپنے خوب کہی۔ اچھا تو یہ بتایئے کہ میں آپ کو کیا دیکھنا چاہتا ہوں۔

باب الاستفسار و باب المراسلۃ میں ایسی تحریروں سے اغنا ضروری ہے جبتک مدعا کی تکرار بار بار نہ ہو، لوگوں کے ذہن نشیں ہونا دشوار ہے۔ آپ کو میرا مشن معلوم ہی ہے ـــــ دیوانہ ہوں دیوانہ ـــــ بکنے دیجئے جو بک رہا ہوں، شاید کبھی کوئی کام کی بات زبان سے نکل جائے۔

خوش رہیئے کہ آپکا وجود میرے لئے خدا جانے کیوں باعث تسکین ہے۔

ـــــ

——— ١٣٨ ———

محترم!

آپکی علالت کا حال تو مجھے معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ حالت اسقدر نازک ہے بارے شکر ہے کہ خطرہ جاتا رہا۔ نقاہت کا کیا حال ہے، جاتی رہیگی، ادویات بھی آپ پہلے ہی کون بڑے سام دتریمان تھے کہ اب ضعف و ناتوانی کی شکایت ہو

ہر چند آپ اُن ہستیوں میں سے ہیں جن کو قدرت زیادہ مہلت دنیا میں نہیں دیتی لیکن معلوم نہیں کیوں مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ ابھی بہت جئیں گے اس لئے نہیں کہ آپ کے سر بہت سے بندگان خدا کا بار ہے، بلکہ شاید اسلئے کہ آپ کا زندہ رہنا ہی خدا کی قدرت کا بڑا ثبوت ہے۔

وہ شخص جو مسلسل ہفتوں کا فاقہ کرے، دو دو دن پانی نہ پیئے (شراب کا کیا ذکر ہے)، چار چار وقت حجرہ بند کئے پڑا رہے، مہینوں بات نہ کرے۔ اس کی زندگی ہی کیا ہے جسے موت آئے گی اور آئی بھی تو کیا لے جائے گی۔

خدا کے لئے چند دن کے لئے یہاں آجایئے، یہ میرا ذمہ ہے کہ تبدیل آب وہوا سے نہ آپکے جسم میں ایک انچ کا اضافہ ہوگا اور نہ آپکے وزن میں ایک تولہ کی بیشی ——— البتہ الجھنوں سے دور رہ کر ممکن ہے آپ کے دل و دماغ میں کیفیت نشاط پیدا ہو جائے۔ مگر

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس سے قبل بارہا لکھ چکا تو کیا نتیجہ نکلا؟ اور اب لکھ رہا ہوں تو کیا ہوگا؟ عہد کر چکا تھا کہ آئندہ آپ سے مراسلت یک قلم موقوف کر دوں گا۔

مگر ستم زدہ ہوں ذوق خامہ فرسا کا

میں یونہی جھک مارتا رہونگا اور آپ اسی طرح کبھی خاموش رہ کر اور کبھی صرف ہنس کر ٹالتے رہیں گے۔

٭٭٭

— ۱۳۹ —

نیاز نوازا!

اس محبت و دل پرسی کا شکریہ — میری غریب الوطنی پر آپ کو رحم آتا ہے۔ مگر یہاں کیجیے یا استغنا، یہ عالم ہے کہ

بحسرتِ غنچہ ام یعنی بہ دل تنگی وطن دارم

آپ کے جذبات کا احترام مجھ پر فرض ہے ورنہ میں تو یہی درخواست کرتا کہ آپ مجھے بھلا دیجیے کیونکہ اب جس منزل سے گزر رہا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ

"تا بہ خاطرہا فراموشی ست، دریادیم ما

— ۱۴۰ —

آپ پوچھتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں؟ معلوم نہیں میری زندگی کے کس پہلو کو سامنے رکھ کر آپ نے یہ سوال کیا ہے،

اگر مقصود میری لٹریری زندگی ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

ساختہ ام خامہ زبانِ پری

اگر مدعا میرے جمالیاتی ذوق کو معلوم کرنا ہے تو یہ کہنا حقیقت کے خلاف نہ ہوگا کہ

غازہ نہم بر رخِ خورشید و ماہ

اور اگر مراد یہ ہے کہ میرے تاثرات کا صحیح علم آپ کو حاصل ہو تو مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ

آتشِ بے دود فسردہ زندہ ام

کُنہِ حقیقت کے ذکر سے قصداً احتراز کرتا ہوں کیوں کہ آج نہیں تو کل ساری دنیا کے ساتھ آپ خود میرے "نیاز آخر الزماں" ہونے پر ایمان لے آئیں گے۔

— ۱۴۱ —

خدا جانے وہ کون تھا جس نے یہ رسم ڈالی کہ کسی کو خط لکھو تو ابتداء القاب و آداب سے کرو، تمہیں بتاؤں کہ تم کو کیا لکھوں؟ مجھ سے بڑے ہوتے

زنبیلہ دکعبہ لکھ دینا چھوٹے بڑے تو غرض ذرا تمیز لکھ دینا ۔۔۔ برابر کے دوست
ہوا اور اسوقت کے جب ہماری اور تمہاری روحوں کے علاوہ اور سب نے "رقالو بلیٰ"، کہا تھا، پھر اگر میں نے کبھی اپنے آپ کو مخاطب کرنے کے لئے کوئی لفظ استعمال کیا ہو تو تمہارے لئے بھی استعمال کر دوں خیر یہ ساری تمہید اس لئے ہے کہ آئندہ سے نہ تم میرے "مکرم و محترم"، ہو اور نہ میں تمہارا "مطاع و معظم" نہ تم کچھ نہ میں کچھ۔

اچھا اب خط شروع ہوتا ہے اور براہ راست ڈانٹ سے یعنی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو کس احمق نے مشورہ دیا کہ نگار ان کو دکھاؤ اور اپنے ساتھ مجھے بھی گالیاں سنواؤ، غالب عرصہ ہوا محاکمہ کر چکا ہے کہ

مے بہ زہاد مکن عرض کہ ایں جوہر ناب
پیش ایں قوم بہ شورابۂ زمزم نہ رسد!

مگر تم کو ہنوز اس قوم پر اعتبار باقی ہے۔

بہر حال وہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، لیکن اب مجھے ذرا تفصیل سے لکھو کہ نگار کے مطالعہ کے بعد ان کی پیشانی پر کتنی شکنیں پیدا ہوئیں؟ کس قسم کی گالیاں صرف فرمائیں اور کف آلود ہونٹوں نے ریش مبارک کو کتنا تر کیا؟

اللہ اللہ! یہ بھی کیا لوگ ہیں، صرف احمق ہوتے تو خیر "اہل جنت"، میں شمار ہو جاتا، لیکن خبث باطن کا کیا علاج جو یہاں بھی انہیں "آتش زیر پا"، رکھتا ہے اور وہاں بھی "آتش در شکم"، بنائے بغیر نہ رہیگا، اگر واقعی دوزخ کوئی چیز ہے اور "اکل حرام"، قابل تعزیر یہ میری طرف سے مولانا کی مزاج پرسی کر لو، اور پوچھ لو کہ در توبہ اگر ابھی بند نہ ہوا ہو تو حاضر ہوں۔

—— ۱۴۲ ——

بندہ نواز!

مکرمت نامہ کا شکریہ ادا کروں تو کس زبان سے، نہ ادا کروں تو کس دل سے؟

ہر چند آپ کو نہ اس کی ضرورت نہ اس کی پرواہ، لیکن میں اتنا بھی مجبور نہیں کہ مجبوری کا اظہار نہ کر سکوں۔

سن چہ در پائے تو ریزم کہ سزائے تو بود
سر نہ چیزے ست کہ شائستہ پائے تو بود

دنیا میں لطف و کرم نئی چیز نہیں رافت و محبت گوگر داحمر نہیں، الفت و ہمدمی پر عنقا نہیں، لیکن ایک چیز اور ہے جسے ”ادا“ کہتے ہیں، پھر بتایئے کہ ایسے لوگ جو احسان کر کے خود زیر بار احسان ہو جائیں کہاں ہیں؟ یہ تو خیر از راہ رسم کہیئے یا برنبائے ”جذبہ شوق“، لکھنے کو لکھ گیا، مگر اب یہ بتایئے کہ میں کیا کروں؟

برسرم ز آزادی سایہ را اگر ابنہاست

اور پھر ”پر کاہ“، ”پر کوہ شکنی“، سے بھی باز نہیں آتے، یہ کیا تماشہ ہے؟ اگر سوال رد و قبول کا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی لیکن جب زہر پی لینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو کیا مجھے یہ پوچھنے کا بھی حق حاصل نہیں کہ

درکشتنِ من ایں ہمہ بے باک چرائی

ڈر رہا ہوں کہ اس کے جواب میں آپ کوئی اور تیر نہ صرف کر دیں۔

—— ۴۳ ——

اے صاحب مکارم اخلاق کردگار

یہ غالباً چوتھا عریضہ ہے جو خدمت گرامی میں پیش کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو پچھلے خطوں کا ہوا،

ہر چہ از گریہ نشاندیم بہ نشمردن ریخت
ہر چہ از نالہ رساندیم بہ نشنودن رفت

لیکن تسکین ہے تو صرف اس خیال سے کہ یہ عریضہ جواب کی توقع سے نہیں بلکہ اعلان ”قطع امید“، کے طور پر لکھ رہا ہوں اور آپ کی اس طویل خاموشی

یا مسلسل بے اعتنائی کا جواب میری جانب سے زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا۔

عبرت دراز بعد فراموش کار من

—— ۱۴۴ ——

بسوز غالب آزردہ داد باک مدار
بشرط آنکہ تواں گفت نامسلمانش

جتنا چاہو ظلم کرو، جس قدر جی میں آئے ستا لو، لیکن خدا کے لئے یہ تو نہ کہو کہ میں اس کا سزاوار تھا، یقیناً تم معشوق ہو، محبوب ہو، لیکن کیا یہ کاروبار بغیر دشنہ و خنجر کے چلتا ہی نہیں۔

نظر بد دور میں تمہیں ٹوکتا نہیں، کیونکہ شہر میں تمہیں ایک قاتل رہ گئے ہو۔ بلکہ یونہی بر سبیل تذکرہ سرسری طور پر، روا داری میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی تمہاری نیت خراب ہے؟

ایک لطیفہ سنو! ایک بار شہنشاہ اکبر محل کے زینہ پر چڑھ رہا تھا اور بیربل بھی پیچھے پیچھے آرہا تھا، اکبر نے جو اسوقت کسی قدر مغموم تھا پلٹ کر بیربل سے کہا کہ اگر اوپر کوٹھے تک پہونچتے پہونچتے تم مجھے نہ ہنسا سکے تو قتل کر ڈالوں گا۔ بیربل نے اپنے لطائف و ظرائف شروع کئے اور اکبر آہستہ آہستہ زینے طے کرنے لگا، لیکن کسی بات پر اس کو ہنسی نہ آئی، آخر جب ایک زینہ رہ گیا اور اکبر کو کسی طرح ہنسی نہ آئی تو بیربل نے گھبرا کر نہایت بھیانک آواز میں اکبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ "او ہمایوں کے بچے کیا سچ سچ تو مجھے آج ہی مار ڈالے گا" اکبر یہ سن کر ہنس پڑا اور بیربل کی جان بچ گئی۔

تو اسطرح میں بھی تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی تم مجھے ہلاک ہی کر ڈالو گے اور میری ایک نہ سنو گے، اس کے جواب میں اکبر کی طرح تم نہ ہنس پڑنا کیونکہ اس کی ہنسی سے تو خیر بیربل کی جان بچ گئی تھی لیکن یہاں تو خاتمہ

ہی ہو جائے گا۔

ہاں ہاں کہو میں تم کو سنا تا ہوں، مگر میں کبھی نہ کہونگا کہ تم نے ظلم کر کے میرا کیا بگاڑ لیا، یاد رکھو ایک ایک منٹ کی خبر مجھے پہنچتی ہے، تمہاری محفل میں میرا گزر نہیں، لیکن تمہاری جلوت و خلوت دونوں کا حال مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہے رقیبوں ہی میں سے ایک کو راز دار بنا رکھا ہے، تم بغیر پوچھے "اپن" "اپن" کا نام لے دوگے، اچھا ہے. جتنی سزا بھی اس کو ملے کم ہے، کمبخت یہاں سے گیا تو ملا کہیں نہیں،

۱۴۵

یہ جو تمام دنیا میں ۳۰ سال تک خستہ و خوار پھرنے کے بعد آپکو گھر جانے کا سودا ہوا ہے سو کیوں اگر رشایان دست و بازو قاتل نہیں رہے،، تو پھر قاتل کی جستجو کیوں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر اسوقت تک جو کرتے رہے ہو وہی اب بھی کرو، دم کیوں توڑے دیتے ہو، ہاتھ پاؤں کیوں ڈھیلے ہوتے جا رہے ہیں؟

آپنے جو شرائط شادی پیش کئے ہیں وہ اس سے زیادہ عجیب و غریب ہیں یعنی آپ کو ایک ایسی عورت چاہیئے جو حسن میں کوہ قاف کی پری ہو اور دولت میں راکفلر یا فورڈ کی بیٹی ــــ خیال اچھا ہے کیونکہ تم بھی تو اپنی بدصورتی یا مفلسی میں جواب نہیں رکھتے، ہوش میں آؤ کیوں دماغ خراب ہوا ہے اوّل تو ایسی عورت ملنا محال ہے اور اگر مل بھی گئی تو وہ مجھے چھوڑ کر تمہارے پاس کیوں جانے لگی، یاد رکھو بدصورت مرد کے لئے حسین بیوی سے زیادہ دنیا میں کوئی عذاب نہیں، اگر اس کو تم سے محبت نہ ہوئی (اور محبت ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو اس عذاب میں مبتلا رہوگے کہ خدا جانے کب تمہیں چھوڑ بیٹھے اور اگر محبت ہو گئی تو ہمیشہ اس کے غلام بنے رہوگے، کیونکہ یہی ایک صورت تمہارے لئے اعتراف محبت کی ہو سکتی ہے۔

اگر آزادی ایسی ہی ناگوار ہے تو کوئی عورت معمولی شکل و صورت کی ڈھونڈ جو تمہاری قدر کرے اور تمہارے آئینہ میں اپنا بھی منہ دیکھ سکے۔ جھونپڑے میں رہنا اور محلوں کا خواب دیکھنا سراسر حماقت ہے۔

——— ۱۴۶ ———

مطاعی الاجل،

آپ نے اچھا کیا کہ عزیز سلمہٗ کو سب سے پہلے فارسی شروع کرا دی۔ نصاب کے متعلق کیا عرض کروں، سوائے اسکے کہ اصولاً میرے نزدیک پہلے کلاسکل فارسی پر عبور ہو جانا ضروری ہے، جدید فارسی علوم و فنون کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی توقعات اپنے اندر رکھتی ہو، لیکن نہ جمالیاتی ذوق اس سے تحریک میں آتا ہے نہ فنی تکمیل ہوتی ہے، رہی نزاکت خیال، سو اس کا اس زمانے میں ذکر ہی کیا ایران اسوقت خالص سیاسی راہوں سے گزر رہا ہے اور اس کو سوائے اقتصادیات پر توجہ کرنے کے اور کوئی کام فی الحال نہیں کرنا، اسلئے ہندوستان میں بیٹھ کر صرف ایران جدید کے لٹریچر کا مطالعہ کرنا اور فارسی انشا کی تکمیل کی توقع رکھنا بیکار ہے۔

آپ انشائے بہار عجم کے بعد گلستان شروع کرا دیجئے، گو یہ کتاب پختہ عمر میں دیکھے جانے کے قابل ہے، اس کے بعد تدریج رقعہ، شبنم، شاداب، رسائل طغرا، سہ نثر ظہوری، اور ابوالفضل، نظم میں سکندر نامہ کے ساتھ جستہ جستہ شاہنامہ پڑھانا بھی ضروری ہے۔ غالب کی مثنویاں، عرفی و خاقانی کے قصائد بھی نگاہ سے گزرنا چاہیئے۔ بدر چاچ کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ بھی اپنی جگہ ایک چیز ہے، دواوین میں سعدی، فیضی، خسرو، حافظ و نظیری کا مطالعہ ہونا چاہیئے۔ صنائع و بدائع میں اعجاز خسروی خاص چیز ہے لیکن اس کے پڑھانے والے ایران میں بھی نہیں، ہندوستان کا کیا ذکر۔ اخیر عہد میں صرف ایک صہبائی تھے، جن سے اعجاز خسروی پڑھنے کے لئے ایران کا ایک شہزادہ ہندوستان

آیا تھا، میرے والد نے بھی اس کتاب کو صہبائی سے پڑھا تھا، اور میں نے اپنے والد سے۔ پھر جب یہ تمام مواقف طے ہو جائیں۔ اور نزاکت تخیل سے لطف اٹھانے کی پوری اہلیت پیدا ہو جائے تو بیدل کا مطالعہ کرنا چاہیئے جو اپنے سوا تمام لٹریچر سے انسان کو بے نیاز بنا دیتا ہے۔

فارسی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ عربی بھی ضروری ہے کیونکہ کلاسکل فارسی میں اس کا عنصر غالب ہے لیکن عربی بنیۃ المصلی، شرح وقایہ، ہدایہ، مشکوٰۃ نہیں ہے، بلکہ قواعد و لغت، ادب و انشا کی تکمیل ہے جب اسمیں کچھ درک پیدا ہو جائے تو علوم مغرب کی طرف متوجہ کیجیئے کہ بغیر ان کے حاصل کئے ایک آدمی مولوی، راہب، صوفی، زاہد، عاشق، گدا گر سب ہی کچھ بن سکتا ہے، لیکن انسان نہیں بنتا، اور نہ اس کی ذہنی غلامی دور ہوتی ہے، قرآن کا مطالعہ عربی کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیئے ابتدا میں بچوں کو کلام مجید پڑھانا سخت اصولی غلطی ہے کیونکہ اس کے مطالب نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے بچہ کا دماغ مشوش ہو جاتا ہے اور نہایت مہلک قسم کی مقلدانہ ذہنیت پیدا ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ کلام مجید کا مفہوم صرف جزودان و رحل رہ جاتا ہے یا پھر اس کی آیتیں زعفران سے لکھ لکھ کر لوگوں کو پلانا۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ بھی ازبس ضروری ہے اور فن حدیث کی تنقیدی تحقیق بھی، لیکن یہ باتیں بعد کی ہیں، جب ۴۰ سے متجاوز ہو جائے۔

ساتھ ہی ساتھ آپ ہندی بھی پڑھایئے اور تھوڑی سی سنسکرت بھی کیونکہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کا ہندوؤں کی کتابوں اور ان کے علوم سے بیخبر رہنا ناقابل معافی غلطی ہے اور یوں بھی جب فلسفہ و تصوف کا مطالعہ کیا جائے گا تو ہندوؤں کا لٹریچر دیکھنا ناگزیر ہے۔ قرآن کے ساتھ گیتا، انجیل کو نظر انداز نہ کیجئے اور جب آپ اپنے بچوں کو نماز روزہ کا درس دیں تو اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین

کہیئے کہ ہندوں کا ناقوس و مندر بھی قابل احترام چیزیں ہیں اور رام و کرشن بھی اپنے زمانے کے پیغمبر تھے جو ہندوستان میں مبعوث ہوئے تھے مدعا یہ کہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی ضروری ہے تاکہ مذہبی تنگ نظری نہ پیدا ہو۔

اگر یہ مراحل آپ کے لئے دشوار گذار ہیں تو عزیز کو میرے پاس بھیج دیجئے لیکن یہ آپ کیوں کرنے لگے جبکہ آپ کے پیر کے نزدیک میرا ماحول بھی اس قدر کفر آلود ہے کہ کسی ایسے شخص کے حق میں جو میرے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اُن کی دعا بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔ آپنے دیکھا یہ ہیں بلند مرتبے میری نامسلمانی کے مگر آپ کیوں ایمان لانے لگے۔؟

—— ۱۴۷ ——

تم تو ہو بالکل وہ یہاں تو عاشقی میں وہ زور و طنطنہ تھا کہ جب تک بنی بنی اور جب نہیں بنی تو تم کو معلوم ہے میں نے کیا کیا؟

دل را بزور نہ کفِ دلبر گرفتہ ایم

ہر چند تم ایسے لجوج، خاکسار، فدوی قسم کے عاشق سے جو معشوق کے حضور میں اس حد تک "زمین دوز" ہو جانا پسند کرے کہ نقش قدم سر سے گزر جائے اس جرأت کی توقع رکھنا لا حاصل ہے تاہم اس خیال سے کہ ہاشمی خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے، غیرت دلاتا رہتا ہوں، ممکن ہے کسی وقت بپھر جاؤ اور اس عذاب سے نجات حاصل کر سکو۔

ماشاء اللہ سن وقوف کو پہونچ گئے ہو، عمر طبعی نصف سے زائد ختم ہو چکی ہے علائق کا بار بھی کم نہیں، غرض شناسی کے بھی مدعی ہو اور دنیا کی تمام باتوں میں طبیعت پر جبر کر سکتے ہو، لیکن اس باب میں تم ہنوز طفل شیر خوار ہو۔ میں تم سے زیادہ اس کی فطرت سے واقف ہوں، شاید ہی کوئی دوسرا محبت ناشناس ایسا پیدا ہوا ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ اس حقیقت کو جان کر دامن بچا جاؤ، موج خون سر سے گزر جانے کے بعد اگر ہوش آیا بھی تو بیکار ہے۔

صدیقی!

غزل پہونچی کیا کہنا، اسی کو کہتے ہیں:۔

زدل جستہ دبا دل آویختہ

ہر چند شعر وسخن سے بیگانہ ہو گیا ہوں لیکن جب کوئی شعر، داغی شعر نگاہ سے گزر جاتا ہے تو اب بھی بیتاب ہو جاتا ہوں، موجودہ دور تغزل معنی آفرینی کے لحاظ سے خواہ کچھ ہو مگر کاسہ محبت سے بالکل اجنبی نظر آتا ہے ایک مرتبہ میں اکبر مرحوم سے ملنے الہ آباد گیا، ان کا بالکل آخری زمانہ تھا اور عشرت منزل میں وہ اپنی تنہا سوگوارانہ زندگی بسر کر رہے تھے، میں اکبر کا بہت ادب کرتا تھا، ان کے شاعرانہ کمال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ والد کے دوستوں میں سے تھے اور غدر کے بعد کانپور میں برسوں دونوں کا ساتھ رہا تھا وہ بھی مجھ پر بزرگانہ شفقت صرف فرماتے تھے، انہوں نے مطبوعہ دیوان مرحمت فرماتے ہوئے کہا ـــــ" میں نے طبا طبائی سے پوچھا کہ آپ کو سب سے بہتر شعر میرے دیوان میں کون سا نظر آیا؟" انہوں نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا:۔

دنیا کی کیا حقیقت اور اس سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

"اور اب تم بتاؤ کہ تم نے کس شعر کو پسند کیا ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ یوں تو سیکڑوں انتخاب میں آسکتے ہیں، لیکن وہ شعر جس کو ایک بار پڑھنے کے بعد میں کبھی نہیں بھولا ـــــ اور نہ بھول سکتا ہوں یہ ہے:۔

آرزو دل میں ہے ایک شخص سے ملنے کی بہت
نام کیا لوں کوئی اللہ کا بندہ ہوگا

یہ سنکر اکبر سر پکڑ کر دیر تک خاموش رہے اور پھر بولے کہ "عمر میں پہلی مرتبہ تم

ایسے شخص نظر آئے ہوں جس نے اس شعر کا ذکر کر کے میرے محبوب ترین دور شاعری کو یاد دلا دیا ہو،

مدعا یہ کہ میرا مشرب تغزل کے باب میں ذرا قدامت پسند واقع ہوا ہے اور تصوف و فلسفہ طرازی میری سمجھ سے باہر ہے، اسی لئے فارسی میں سعدی اب بھی میرا محبوب ہے اور اردو میں میر و درد پر جان دیتا ہوں۔

زبان کی ترقی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جذبات کو ان کے حقیقی رنگ میں ظاہر کرنے کی اہلیت اس میں پیدا ہو جائے، تصنع اور چوچلے کا میں قائل نہیں، میر خالص زبان و محاورہ کی شاعری کرتا ہے تو بھی اس رنگ کی کہ

میر نہیں پیر تم، کاہلی اللہ رے
نام خدا ہو جوان، کچھ تو کیا چاہیئے

لیکن آجکل کا شاعر جب لطف زبان پیدا کرے گا تو اس سے آگے نہ بڑھے گا کہ

آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے   اک ذرا آپ کو زحمت ہو گی

میں نے جو آپ کے کلام کو پسند کیا تو اسی لئے کہ اسمیں تصنع و آورد نہیں ہے، بے جا پیچ نہیں ہے، واردات قلب ہیں جن کو آپ نے سادہ الفاظ میں ظاہر کر دیا ہے۔

خدا کے لئے آپ اپنے استاد کی تقلید کبھی نہ کیجئے، اور اگر عشق نہیں کر سکتے تو شاعری عشق کرنے والوں کی سی کیجئے۔

—— ۱۴۹ ——

وہ جام و مینا کی سرگوشیاں، وہ صحن چمن میں درختوں کی گل پوشیاں وہ ہلکی ہلکی پھوار، وہ رندانِ بدمست کا ہنگامۂ بادہ بہار، آہ کیا پوچھتے ہو،

رات کس درجہ یاد آئے ہو تم

بجلی چمکتی تھی اور تمہارا تبسم نگاہوں میں پھر جاتا تھا، سرو و شمشاد ہوا سے جھومتے تھے اور تمہاری رعنائیاں آنکھوں کے سامنے آجاتی تھیں۔

ساغر میں شراب چھلکتی ہوئی دیکھتا تھا، و تمہاری آنکھوں کا تصور ستانے لگتا تھا۔ اور

گل دیدمے و رودے ترا یاد کردمے

پھر بتاؤ تمہیں بتاؤ کہ

فریب خوردۂ نیرنگ وعدہائے توکیست؟

وہ جن کے پاس بے بلائے پہونچ جانے ہو ——— یا میں ——— ؟

جس کے حق میں ایفائے عہد کی تم نے قسم کھالی ہے۔

اے لاحول ولا قوۃ، کہاں کا جام و سبو، کیسی بادہ خواری!

آشفتگی کجا و ہوائے چمن کجا؟

تم نہ آئے تو ساری رات اسی اہتمام کے تصور میں کٹ گئی۔ جی چاہا کہ تمہیں بھی ستاؤں یعنی تم پر ظاہر کردوں کہ

تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی

ہوئی اور خوب ٹھاٹھ سے ہوئی لیکن اس تنگ ظرفی کا برا ہو کہ جھوٹ بولنے کی بھی نہیں سمائی ——— یہ بیکسی کی آخری حد ہے اب بھی تو کو رحم نہ آئے تو خدا تم پر رحم کرے۔

——— ۱۵۰ ———

الفت پناہا مودت دستگاہا!

گرامی نامہ پہونچا۔ سینہ پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور دیر تک سوچتا رہا کہ آپ کے الطاف بے پایاں کا اعتراف کیونکر ممکن ہے، اگر روح القدس اپنی زبان مجھے دے بھی دیں تو خضر و الیاس اپنی عمر کیوں دینے لگے اور اگر یہ دونوں باتیں ممکن ہوں تو بھی اس کا کیا علاج کہ باندازۂ تاثر میرے نزدیک وہ بھی ناقص ہے اور یہ بھی مختصراً آپ فرمائیں گے کہ یہ سب تکلف و تصنع ہے، میں عرض کروں گا۔

زخود بہ جوئے کہ مارا چہ درد دل افتا دست

آپ کہیں گے کہ یہ شاعری ہے میں کہوں گا "آداب عرض" ہے۔

بہر حال آپ کو نہیں معلوم، میں جانتا ہوں کہ آپ کا یہ التفات کیا مجھے کافر بنائے بغیر چھوڑتا ہے۔؟

زندہ و سلامت رہیئے اور اسی انداز سے

عمر محبت دراز، رشتۂ الفت رسا

—— ۵۱ ——

لا حول ولا قوۃ —— مصائب سے گھبراتے ہو، آلام و افکار سے پریشان ہوتے ہو اور یہ نہیں دیکھتے کہ تم اتنے "اچھے" کیوں ہو،

تو نالی از خلۂ خار و تنگری کہ سپہر

سر حسین علی بر سناں بگرداند

زمانے کا دستور ہمیشہ سے یہی چلا آتا ہے، اچھوں کی زندگی سدا یوں ہی بری بسر ہوتی ہے، پہلو میں دل رکھتے ہو تو دکھ اٹھانا ہی پڑے گا۔ شکوہ و شکایت بیکار ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ تم جن کے لئے تباہ ہو وہی تم سے بیزار ہیں جن کی دوستی میں تم برباد ہوئے وہی تمہارے دشمن ہیں، لیکن کیا یہ تجربہ تمہاری یا دنیا کی فطرت کو بدل دے گا —— وہ تمہیں تو اور ہزاروں ہیں تمہاری نیکی سلامت چاہیئے دشمنوں کی کیا کمی —— سونا ہونے کا دعویٰ ہے تو بار بار تپایا جانا ضرور

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ

آنجا کہ نطمہ ہائے ید اللہ میبرد ند

میں ذاکر صاحب سے ابھی تک نہیں مل سکا اور ملوں بھی تو کس امید پر جانتا ہوں کہ زبان سے "نہیں" کبھی نکلے گی نہیں اور دل کبھی "ہاں" کرنے کا نہیں۔

—۱۵۲—

مسکین خبر از لذت آزار ندارد
خارم کن و در رہ گذر چارہ گرم ریز

غالب کا یہ شعر مجھے بہت زمانے سے یاد ہے مگر جو بحث آپ نے پیش کی ہے وہ کبھی میرے خیال میں بھی نہ آئی تھی،

آپ پوچھتے ہیں کہ دوسرے مصرع میں لفظ کن بالفتح پڑھا جائے یا بالضم یعنی اسے کندن کا امر سمجھا جائے یا کردن کا ـــــ میرے نزدیک ہر وہ شخص جس کو فارسی زبان اور غالب کے ذوق شعری کا صحیح علم ہے، اس کے ذہن میں بھی کبھی یہ اختلافی صورت نہیں آسکتی۔ معلوم نہیں آپ کے احباب کو کیوں یہ خلش پیدا ہوگئی۔

شاعر کا مقصود یہ کہنا ہے کہ ـــــ "چارہ گر جو مجھے صبر و ضبط یا ترک محبت کی ہدایت کرتا ہے، اس کا سبب صرف یہ ہے کہ غریب لذت آزار سے آگاہ نہیں اس لئے اسے خدا تو اسے بھی اس آزار سے آشنا کر دے تاکہ وہ اپنی پند و نصیحت سے باز آجائے۔"

اس مفہوم سے غالباً آپ کو بھی انکار نہ ہوگا، پھر خود فیصلہ کیجئے کہ اس صورت میں یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ "مجھے کانٹا بنا کر چارہ گر کی راہ میں ڈال دے" یا یہ کہ "میرا کانٹا نکال کر اس کی رہ گزر میں ڈال دے"

ظاہر ہے کہ نہ رہ گزر سے مراد واقعی رہ گزر ہے اور نہ خار سے مراد واقعی خار بلکہ ایما و اشارہ ہے، چارہ گر کی زندگی اور آزار محبت کی طرف، اس لئے یہ کہا جائے کہ "مجھے کانٹا بنا کر اس کی راہ میں ڈال دے"، تو ظاہر ہے کہ خیال خار و رہ گزر کے لغوی معنی کی طرف منتقل ہوگا جو مقصود نہیں لیکن بصورت دیگر مفہوم میں وہی معنوی رنگ پیدا ہو جائے گا جو شاعر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

علاوہ اسکے "مجھے کانٹا بنا کر راہ میں ڈال دے"، کہنا اسوقت زیادہ موزوں تھا

جب جذبۂ انتقام بھی اس میں شامل ہوتا لیکن پہلے مصرعہ میں لفظ ''مسکین'' اس خیال کے منافی ہے، اسی کے ساتھ ''فارسیت'' کا اقتضا بھی یہی ہے کہ اسے کندن کا صیغۂ امر قرار دیا جائے۔

۱۵۳

آپ بھی سن لیجئے اور ان سے بھی کہہ دیجئے کہ اعتراف محبت کوئی گناہ نہیں کہ اس کی تعزیر میں آزمائش و امتحان کے مبادیات طے کرنا ضروری ہوں، غالب کہتا ہے

خجلت نگر کہ در حسنا تم نیافتند
جز روزۂ درست ز صہبا کشودہ

مگر یہاں تو انشاء اللہ نامۂ اعمال بالکل کورا ہی ملے گا، وہاں کم از کم ایک روزہ تو تھا خواہ وہ شراب ہی سے کیوں نہ کھولا گیا ہو، مگر یہاں تو ساری عمر اسی حسرت میں بسر ہوئی کہ شراب ہوتی تو روزہ رکھا جاتا،

بہر حال ان سے محبت کرتا ہوں اور بالکل بیوجہ، اس لئے نہ مجھے دلیل لانے کی ضرورت اور نہ انہیں امتحان لینے کی، وہ مجھے بلاتے ہیں شکریہ لیکن اگر میرا آنا ''شرط وفا'' قرار دیا جاتا ہے تو کہہ دیجئے۔

میں نہیں جانتا وفا کیا ہے؟

وہ خود تو مارے معشوقیت کے ایک بات میری نہ مانیں اور میں پس پس کے برابر گرد راہ بنتا چلا جاؤں خوب! ان سے کہہ دیجئے کہ اگر وصل لیلیٰ کی شرط یہی ٹھہری ہے۔

تو استغنا مرا با حسرت دباس
آج سے نہ وہ میرے محبوب، نہ میں ان کا چاہنے والا۔
وبندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم

ـــــــ

—— ۱۵۴ ——

کرم فرمائے بندہ!

کل جعفر صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ میری طرف سے لبریز شکایت ہیں، خیر، یہاں تک تو کوئی مضائقہ نہ تھا، لیکن سنا گیا ہے کہ آپنے مجمع احباب میں بعض ایسے الفاظ سے بھی یاد کیا جو تہذیب سے بکسر بیگانہ تھے، حیرت ہے کہ آپنے کیوں اسقدر التفات فراواں سے کام لیا۔

آپ میرے بزرگ ہیں میرے بزرگوں کے ملنے والے ہیں حسنی الحسینی ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اسکے کہ اسوقت تو میں اپنے آپ کو ایسا مکار و فریبی نہیں سمجھتا تھا لیکن اب چونکہ آپ ایسا فرماتے ہیں اسلئے ویسا بن جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔

گفتہ بودی ہمہ زرقند و فریبند و فسوس
سعدی آں نیست ولیکن چو تو فرمائی ہست

چونکہ جناب کی اس توجہ کا شکریہ لازم تھا اس لئے یہ چند سطریں سپرد قلم کی گئیں ورنہ اس سے منشا حاشا و کلا یہ ظاہر کرنا نہیں کہ میں کچھ اصلاح کی طرف مائل ہو گیا ہوں یا یہ کہ آپ کی بد دعاؤں نے مجھے مآل کی طرف خائف بنا دیا ہے یہاں تو جو بے راہ روی اول دن اختیار کر لی تھی بحمد اللہ وہی اب تک قائم ہے آپ کے مذہب و ایمان کی بلندی سے ناواقف نہیں لیکن اپنے متعلق کس زبان سے عرض کروں کہ:۔

کردہ ام ایمان خود را دستمزد خویشتن
می تراشم پیکر از سنگ و عبادت می کنم

لکم دینکم ولی دین۔

—— ۱۵۵ ——

تو یہ کہیے آپ مجھ سے خفا ہیں اور صرف اس لئے کہ میں نے آپکے

اسی ایک خط کا جواب کیوں نہ دیا جو جواب طلب تھا
بندۂ خدا، یہ تو سوچو کہ تم ۲۷ کو لکھ رہے ہو کہ میں ۲۸ کو جا رہا ہوں"
پھر میں تمہیں خدا حافظ کہتا بھی تو کس پتہ سے ؟ میں انتظار میں تھا کہ منزل مقصود تک پہونچ جانے کے بعد تم مجھے اطلاع دوگے اور میں دعائیں یا گالیاں جو کچھ دینا ہیں اسی وقت تفصیل سے دونگا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ خدا کی بارگاہ تک پہونچکر انسان میں خود بھی "پندار خدائی" پیدا ہو جاتا ہے جس کا بڑا کارنامہ "بیچارہ" بن جاتا ہے۔

بہرحال شکر ہے کہ آپ مع الخیر اس مذہبی سفر سے واپس آگئے، آپ اگر خفا ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کیجئے کہ تبرکات میں سے مجھے کچھ نہ دیجئے لیکن کسی کو دائرہ بندگی سے خارج کر دینا کہاں کی شان خداوندی ہے !
مدعا یہ کہ مجھ سے بولیئے خواہ وہ کتنی ہی برہمی کے ساتھ ہو اور مجھ کو خط لکھیئے خواہ اس میں گالیاں ہی گالیاں کیوں نہ ہوں۔

آپ سے ملنے کے بعد ہی تو یہ معلوم ہوا ہے کہ اہرمن بھی ایسی بُری چیز نہیں، پھر یہ خفگی بیکار ہے۔

——— ۱۵۶ ———

مکرمی ! آپ نے جس مضمون کی طرف مجھے متوجہ کیا ہے وہ میری نگاہ سے گزر چکا ہے لیکن آپ میرے مسلک سے پوری طرح آگاہ ہیں اور اسلئے مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ اس کا جواب دوں بیکار ہے۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میزند

اور فرمایئے، آپ کے مشاغل کا کیا رنگ ہے ؟ وہی ساری دنیا کا غم لئے ہوئے بھی پھرنا اور ایک لفظ شکایت کا منہ سے نہ نکالنا !

اے خوشا عمرے کہ صرف راہ استغنا شود

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ سے زیادہ اس رمز کا سمجھنے والا مجھے کوئی

دوسرا نظر آیا نہیں۔

اگر قربانیاں کرتے کرتے کوئی ہستی کبھی خود دیوتا بن سکتی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ سے بڑا دیوتا پیدا ہونا اس صدی میں ممکن ہے، مگر اس کا کیا علاج کہ آپ کا انکسار اسے بھی تسلیم نہ کرے گا۔

۱۵۷

عزیز گرامی!

یہ درست ہے کہ شیوۂ محبت کا واقف آپ سے زیادہ کون ہو سکتا ہے لیکن خدارا یہ تو بتایئے کہ آپ کے یہاں "جرم" محبت بھی کوئی چیز ہے یا نہیں ہاں ہاں کہہ دیجئے کہ آپ کی معصوم دنیا میں اس کا کیا گذر۔

بھنوں گزر جائیں آپ میری بات نہ پوچھیں مگر یہ عین الفت!! میں آپ کی تمام تر اعتنائیوں کے باوجود رات دن آپ ہی کا نام بھرتا ہوں مگر یہ سراسر جرم محبت!!

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بیس دن ہوئے آپ کو میں نے ایک نہایت ضروری خط لکھ کر چند باتیں دریافت کیں۔ اس کے بعد متواتر دوبارہ یاد دہانی کی لیکن نہ آپنے میرے اضطرار کی پروا کی اور نہ اس امر کی کہ آپ اگر ذرا توجہ کر کے اُن امور کے متعلق تفصیلی حالات لکھ دیتے تو میرا کتنا فائدہ تھا۔ بہر حال اب کہ وقت گزر گیا ہے یہ شکایت بالکل بیکار ہے کیونکہ اگر آپ اب جواب بھی دیں تو کوئی نتیجہ نہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ کو میرا دل توڑ کر۔ میرا نقصان کر کے کچھ مسرت ہو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمد اللہ ان دونوں باتوں میں کامیاب ہو گئے اور جو کام آپنے کیا ہے وہ شاید ہی رستم و اسفندیار سے ہو سکتا ہے۔

شاید آپ اس تحریر کا جواب دیں، لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ اب میرا دور سکوت

دیدار شروع ہو گیا ہے۔ اس کے بعد بھی آپ جرأت خطاب کریں تو آپ جانیے۔

—— ۱۵۸ ——

صاحب الطاف عمیم

القاب و آداب کا یہ اہتمام صرف اسلیے ہے کہ آپ چاپلوسی کے فریب میں آجائیں اور میری خطا کو درگزر فرمائیں، باور کیجیے میں حد درجہ نادم ہوں کہ آپنے ساری عمر میں ایک خدمت میرے سپرد فرمائی اور وہ بھی مجھ سے بر وقت انجام نہ پاسکی، مصروفیت وغیرہ کا عذر تو خیر بالکل لایعنی سی بات ہے لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ باوجود کوشش کے بھی اس طرف طبیعت مائل نہ ہوئی میں چاہتا تھا کہ مسودہ کو اسی کیفیت کے ساتھ دیکھوں جس کے تحت آپنے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اسمیں کامیابی نہ ہوئی، آخر کار مجبوراً آورد و تصنع سے کام لینا پڑا اور اب انتہائی شرمندگی کے ساتھ اُسے واپس کر رہا ہوں۔ غالبًا آپ کو اطمینان نہ ہوگا لیکن مجھے اس حد تک اطمینان ضرور ہے کہ زبان و لغت کی غلطی تو اب کوئی ہے نہیں۔ رہ گیا سوال بیان و معانی کا، سو اسکی پروا نہ کیجئے کہ لوگوں نے ملہمات ربانی کو بھی مجروح کیئے بغیر نہیں چھوڑا، اور کسی تصنیف کا کیا ذکر ہے۔

جو کچھ میں لکھ رہا ہوں خدا کرے آپ کو اس کا یقین ہو جائے اور اس کا یقین مجھے صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ اس کے جواب میں پروانۂ معافی بھیج دیں اس خط کو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ڈاک میں ڈال رہا ہوں اور اس کے جواب کو اس سے بھی زیادہ لرزاں ہاتھوں سے کھولوں گا۔

—— ۱۵۹ ——

واللہ! آپ بھی قیامت کرتے ہیں کہ میر "اپلے لنگ"، "چھین کر"، "دل تنگ" مرحمت فرمانا چاہتے ہیں۔

آپ کی چارہ سازیوں کا شکریہ، لیکن میرا ان سے فائدہ اُٹھانا معلوم یقینًا

آپ کو میری بے کسی و بے چارگی پر رحم آنا چاہیئے لیکن یاد رکھیئے کہ میں رحم کے قابل نہیں ہوں اور اتنا خانماں برباد نہیں جتنا آپ سمجھتے ہیں۔

عشق ہر جا می رود ما را بہ ساماں می برد

فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ آپ کے یہاں زندگی نام ہے مرغ و ماہی کا دیبا و حریر کا، خدم و حشم کا، ایوان و قصور کا، مے و نغمہ کا، یہاں "برگ و ساز" عبارت ہے صرف اس فلسفہ سے کہ

رخت اگر کمتر بود کشتی بساحل می برند

آپ کو اپنی اہمیت کا علم اسطرح ہوا کہ دوسرے ایسا کہتے ہیں، اور میری غیر اہمیت مجھ پر اسطرح القا ہوئی کہ

مرا کردہ اند آشکارا بہ من

اللہ اللہ کیجیئے آپ بھی کس فکر میں مبتلا ہو گئے ——— آپ کیوں دیوانوں کا ساتھ دے کر اپنی زندگی کا لطف ضائع کرتے ہیں۔

بادل شدگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

——— ۱۶۰ ———

محبّ دل نواز!

آپکا پیام اختر کے ذریعے سے پہونچا ہے مجھے تعمیل ارشاد میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ مگر سوچ لیجیئے کہیں ایسا نہ ہو اس کا نتیجہ خلاف امید نکلے! میرا تو اسمیں کوئی نقصان نہیں جاتا ہے اور سچ سچ سارا واقعہ عرض کر دینا، لیکن اگر انہوں نے صرف اسوجہ سے باور نہ کیا کہ روایت کرنے والا میں ہوں تو پھر کیا ہوگا؟ آپ کو معلوم نہیں، میں ہمیشہ سے اُن کے نزدیک مجروح راوی کی حیثیت رکھتا ہوں، یہانتک کہ اگر میں کہدوں خدا ایک ہے تو انہیں توحید میں بھی شک پڑ جائے گا، پھر کیوں نہ یہ خدمت آپ مولانا ذاکر کے سپرد فرمائیں جو اُنکے نزدیک مخبر صادق کا مرتبہ رکھتے ہیں، آپ کہیں گے ان پر اعتبار مشکل ہے سو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجن صاحب کو بھی اُن کی

سمیت میں بھیج دیجیے۔

بہرحال مجھے امتثال امر میں عذر نہیں، لیکن کیا فائدہ اگر نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا

جواب کا منتظر ہوں۔

—— ۱۶۱ ——

نگاہ اوّلین اور اس درجہ گرم و نشتیزہ کار! معاذ اللہ! لیکن شاید آپ کو علم نہیں کہ ان نشتروں کی خلش مجھے کس حد تک گوارا ہے۔

آپ "بہ اندازہ بنوش"، کی ہدایت فرماتے ہیں اور یہاں یہ عالم ہے کہ

تا بادہ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم

آپ مجھے "کل" سے کیوں ڈراتے ہیں جبکہ میں آج ہی سب کچھ آپکے "پندار" پر قربان کر چکا ہوں خدا وہ دن تو کرے کہ آپ اس ساز و سامان سے مجھے تباہ کرنے کے لیے تشریف لائیں۔

اے سنگ بر تو دعوئے طاقت مسلم ست
خود را نہ دیدہ بہ کفِ شیشہ گر ہنوز

محمود صاحب سے کہہ دیجیے کہ انہوں نے لکھنؤ میں اسی چیز سے محروم رکھا جو میرا تنہا سرمایہ حیات ہے اور پھر اس پر آپ کا یہ ظلم کہ مجھ ہی سے اس کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ ہاں صاحب چھایا کا خیال سنیے، ساون کی الاپ پر سر دھنیے، ہولیاں کھیلیے، رنگ رلیاں منائیے، یہاں کیا ہے وہی ایک داغ نارسائی یا پھر

دستے کہ بہ جز جامہ دریدن نہ شناسد

—— ۱۶۲ ——

پیر و مرشد!

یہ خیال کیا ذہن مبارک میں آیا؟ میں اور آپ سے سرتابی! ذرہ و آفتاب کی دنیا میں یہ بات تو کبھی نہیں سنی گئی، کاہ و کاہربا کی حکایت ہیں یہ واقعہ تو آج

تک کسی نے بیان نہیں کیا،

آپکی محبت میرا ایمان اور آپ کا آستانہ میرا کعبۂ ایقان ہے، پھر

اے دامن تو قبلۂ مشتِ غبارِ من

یہ آپنے کیونکر باور کر لیا کہ میں آپ سے منحرف ہو کر زندہ رہ سکتا ہوں مجھے اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ خود روشن ضمیر ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ

در کوئے یار بندۂ قرباں برم ہنوز

۱۶۳

سوزاں چو شمع بودن، دانی کہ می توانم
داغ از دلم زدودن، دانی کہ می توانائی

یعنی بجائے خود یہ حقیقت تو مسلم ہے کہ میں آپ سے کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو بھی اس کا علم ہے یا نہیں؟ کہہ دیجئے کیوں نہیں؟ اور پھر اس کے بعد خاموشی اختیار کر لیجئے یہاں تک کہ آہ و فریاد کی تمام طاقت مجھ سے سلب ہو جائے، پے در پے چار عریضے روانہ کئے لیکن کوئی اعتنا نہیں دو تار بھیجے مطلق پروا نہیں، خاص طور پر آدمی بھیجا مگر جواب ندارد۔ اس بے توجہی سے تو خدا کی خدائی بھی نہیں چل سکتی، کارگاہ "عشق و جمال" کا کیا ذکر ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب جھوٹ ہے نہ اس سے پہلے کوئی خط ملا آپ کو، نہ تار، نہ کوئی آدمی پہنچا نہ تقاضہ، یہ سب درست سہی لیکن میں تو مستقبل کا ذکر کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہو کر رہیگا، اس لئے اس کی تکذیب کی صورت اگر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ آپ فوراً جواب دیں اور نصیبہ کی روانگی کی تاریخ وہیں سے متعین کر کے اس بار سے مجھے سبکدوش فرمائیں، ان کے حقوق آپ پر بھی اتنے ہی ہیں جتنے مجھ پر، اور پھر آپ مجھ سے زیادہ دردمند دل رکھنے کے مدعی بھی ہیں، اس لئے معاملہ احسان

ومراعات کا نہیں بلکہ ادائے فرض ورعایت فطرت کا ہے، جسے آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

—— ۱۶۴ ——

کل ایک صاحب تشریف لائے اور تمہارے متعلق عجیب وغریب خبر سنائی وہ یہ کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور دوسری شادی کرنے والے ہو پھر اگر معاملہ صرف طلاق کا ہوتا تو بھی غنیمت تھا لیکن یہ عقد ثانی کی ترکیب بالکل سمجھ میں نہ آئی، میں تمہاری طوفانی طبیعت سے واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب ہوکر تم اس سے بھی زیادہ نازیبا حرکت کے مرتکب ہو سکتے ہو لیکن اس سے بھی آگاہ ہوں کہ جب جنون دور ہو جاتا ہے تو فرشتہ بھی تمہارے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اول تو خدا کرے تم اس خبر کی تردید کرو، لیکن اگر خدانخواستہ یہ واقعہ صحیح ہے تو اطلاع دو تاکہ دل کھول کر تمہیں گالیاں دے سکوں۔

ہرچند یہ تمہاری زندگی کا کوئی نیا تجربہ نہیں اور اس وقت تک تم کئی بار اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت اس طرح دے چکے ہو، لیکن خیر ہر بار کوئی نہ کوئی معقول سبب تمہاری خوش قسمتی سے پیدا ہو جاتا تھا، اس مرتبہ تو کوئی تاویل ہو ہی نہیں سکتی سوائے اس کے کہ تم دفعتًا انسان سے جانور بنگئے ہو، بہر حال مجھے سخت خلجان ہے اور تمہارا ہیجان دور ہو گیا ہو تو مفصل حالات سے آگاہ کرو، ورنہ میں خود آتا ہوں اور صرف اسلئے کہ اگر تم دوسری شادی کر چکے ہو تو اس کو بھی طلاق دلوادوں کیونکہ ایک نہ ایک دن اس کے ساتھ یہی سلوک ہونا ہے۔

—— ۱۶۵ ——

صدیقی الاجل!

میں کل شام کو یہاں پہونچا اور اسوقت تک کہ کامل ۲۰ گھنٹے گزر گئے ہیں یہ فیصلہ

نہیں کر سکا کہ اگر، لوگ واقعی انسان ہیں تو میں اپنے آپ کو کس قسم کا حیوان سمجھوں
اسمیں کلام نہیں کہ" مساوات "، عمدہ چیز ہے لیکن صرف "نظریہ"، کی حد تک کیونکہ اگر عملی صورت میں اس کا مظاہرہ اسیطرح ہو سکتا ہے جو یہاں نظر آیا تو "ڈماکریسی" اور جمہوریت دونوں پر لعنت ہے۔

مجھے ایسے آقا کی ضرورت نہیں جو اپنی طرح مجھے بھی حیوان سمجھ کر زر و سیم کے انبار سے لاد دے مجھے تو ایسا مالک چاہیئے جو مجھے فاقوں میں مبتلا کرے لیکن مجھے انسان ——— یاد رکھو میں یہاں ایک منٹ کے لیے نہیں رہ سکتا اور شام تک میرا یہاں سے بھاگ جانا بالکل برحق ہے۔

میرے اس خط کا جواب اسوقت دینا جب میں پھر تمہیں لکھوں، لاحول ولاقوۃ، تم نے بھی کس عذاب میں مبتلا کر دیا۔

——— ۱۶۶ ———

میرزا صاحب!

کہیئے آج کل آپ کی "ستارہ پیشانی"، کہاں ہیں ——— کیوں؟ کیا "زہرہ جبین" کا یہ ترجمہ برا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "عشق"، نام ہے صرف حماقت کا خواہ قبل مسیح ہو یا بعد مسیح، فرق یہ ہے کہ اگلے وقتوں کا عاشق اکثر و بیشتر مفلس و نادار ہوتا تھا اس لیے سوائے اس کے کہ محمل کے پیچھے دوڑتا پھرے یا پہاڑ کے پتھر پھوڑا کرے اور کیا کر سکتا تھا، یہ زمانہ زر و زرداری کا ہے اس لیے اب معشوق کی جستجو میں پاؤں کے آبلے نہیں پھوٹتے، پٹرول بہایا جاتا ہے اور بجائے جوئے شیر لانے کے "وہسکی اور شاہپین"، کی طلب ہوتی ہے۔

رہا سوال کامیابی کا، سو پہلے محبوب ملتا تھا خدا جانے کتنا سر کھپانے کے بعد اور اب یہ مصیبت ہے کہ وہ سب کو آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ الغرض محبت کی دشواریاں بدستور قائم ہیں ——— اسی لیے میری ہمدردیاں تو آپ کے ساتھ ہی ہونگی البتہ سوال یہ ہے کہ جب باوجود ایں ہمہ دعوائے مرزائیت و

فلسفۂ "سوفسطائیت" آپ کسی کے سامنے "منہ پھاڑ سر جھاڑ" نذار و رہے ہونگے تو اس وقت مجھ غریب "چارہ گر" کی کیا حالت ہوگی۔ آپ ہی کہیے سوائے فرار ہو جانے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپکے صبر و استقلال کی حالت بھی بہت سقیم ہے اور دم لب پہ ہے، اگر یہ خبر صحیح ہے اور یقینا اور دو ہی چار دن میں اس کا جنازہ نکلے
صحیح ہوگی تو کم از کم میرا "استعفا رفاقت"، تو آپ قبول ہی کر لیجئے۔ مجھے "غم روزگار" سے اتنی فرصت کہاں کہ آپ کے "غم عشق"، کی سربراہی کرتا پھروں، آپ کو ان کی محبت و وفاداری پر یقین ہے، مناسب — لیکن مجھے باور نہ کرائیے، کیونکہ اس کے بعد بھی میں عاشق ہونے سے رہا اور آپ معشوق بننے سے۔
حیرت ہے کہ ایسے گوش و ہوش والے انسان بھی اس کوچہ میں آکر اتنے احمق ہو جاتے ہیں۔

—— ۱۶۷ ——

سنیئے، ایک بات ضروری عرض کرنا ہے، کل دلدار خاں صاحب کا خط آیا وہ کہتے ہیں اگر اس وقت غفلت سے کام لیا گیا تو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔
چونکہ موقع و محل کی باتیں آپ زیادہ سمجھتے ہیں اس لئے میں نے جواب دینے سے قبل یہ مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے اس معاملہ میں لے لوں —— یہ بالکل درست ہے کہ میں اس کام کی تکمیل کے لئے بیتاب ہوں اور یہ بھی غلط نہیں کہ خان صاحب میرے ہوا خواہ ہیں، اور ایک حد تک صائب الرائے بھی لیکن مجھے صرف اندیشہ یہ ہے کہ اگر اس کے بعد بھی کاربرآری نہ ہوئی تو پھر سوئے سر پھوڑ کر مر جانے کے اور کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔
بار بار آپ کا احسان اٹھانے میں تو چنداں حرج نہیں، لیکن یہ مسلسل ناکامیاں کس سے برداشت ہونگی؟ بہر حال آپ کے جواب کا منتظر ہوں اور جواب بھی وہ جس میں میری "خاطر داری"، کا لحاظ مطلق نہ کیا جائے بلکہ صرف مصلحت و

عاقبت بینی کا

— ۱۶۸ —

ارے یار چپ بھی رہو، اب کیوں کہتے ہو؟ اُف اُف!

عرفی مگو بہ تیرہ شبِ ہجر حرف مے
حرفیست ایں کہ در شبِ مہتاب گفتنیست

یہ تم نے کیا کہا؟ یہ میں نے کیا سنا؟ — معاذ اللہ!
یاد رکھو جس وقت وہ صحبت یاد آجاتی ہے تو دل تڑپ کر رہ جاتا ہے تمہارے کہنے کی ضرورت تھی؟ میں تو وہاں اڑ کر پہونچتا، لیکن یاد رکھو — بہت درماندہ ہوں — "اتنا درماندہ کہ اب کیا کہوں۔

قصۂ غم سنا کر تمہاری مسرتوں کو خراب کرنا نہیں چاہتا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری کامرانیوں کی خبر سن کر اس وقت تک میں اپنی ماتم داریاں بھلائے بیٹھا ہوں کتنے دن قیام کا ارادہ ہے — کل جلانے کے وقت میں نے شکردان کھول کر دیکھا تو شکر کے اندر سے ایک چیونٹا ملا خشک مرا ہوا، میں نے سوچا کہ دیکھیے، جان بھی وہیں دی اور دفن بھی وہیں ہوا — سو بھائی! تمہاری خواہش تو قریب یہی ہوگی لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی فرصت زمانہ کب دیتا ہے بہرحال وہاں سے آنا پڑے گا، اور اسی لیے کہ کب تک اس کی توقع (غالباً اندیشہ زیادہ صحیح لفظ ہوگا) کی جائے۔؟

میرا اسلام عرض کرو اور کہو کہ کیوں صاحب ادھر سے گزر جانا اور بات تک نہ پوچھنا، بہتر ہے، میں نے بھی اگر اس غصہ میں شیشہ خالی نہ کردیا تو میرا نام مفتی صدر الدین آزردہ نہیں،

میں اور شغل بادہ کشی لے گئیں مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزمِ شراب میں

ـــ

ہنسو! ہنسو! خوب ہنس لو! بڑا کام ہے کہ کبھی ایسا موقع ہاتھ آئے گا۔ میں یہ دھوت تھا کہ وہاں جاکر یہ رسوائی اٹھائی اور تم۔ ہاں بھئی تمہاری فراست و دانشمندی کا کیا کہنا کہ یہاں کہتے کہتے زبان گھس گئی لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے، تم لاکھ عذر کرو لیکن بخدا یہ سارا مظلمہ تمہاری گردن پر ہے نہ تم خاموش رہتے، نہ مجھ سے یہ حرکت ہوتی کہ۔۔

اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

شامت جب آتی ہے تو اکثر احباب ہی کی وساطت سے آتی ہے۔ پھر اب فرمایئے کیا ارادہ ہے؟ تم سے تو خیر انتقام لینا چنداں دشوار نہیں، گیا اور تمہاری، تسبیح توڑ کر رکھ دی، دلائل الخیرات چرا کر گم کردی، جانماز گھسیٹ لی، اور کچھ نہ سہی تیمم کا تودہ ہی اٹھا کر پھینک دیا، تمہارے رُلانے کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے لیکن یہ بناؤ کہ اس "شقی" سے کیونکر عہدہ برا ہوں، نہ خدا کا قائل نہ رسول کا، نہ کسی پیر کا معتقد نہ ولی کا، نہ دل میں مروت نہ آنکھوں میں لحاظ،

ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی؟

میں نے ایک تدبیر سوچی ہے، تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ وہ چند دن میں یہاں آئیں گے۔ اس لئے کیوں نہ وہ دروازہ ان کے لئے مسدود کردیا جائے جہاں کی آستاں بوسی ان کا دین و ایمان ہے، پوچھو اس کا کیا ذریعہ ہے؟

تم نے ان میر صاحب کو دیکھا ہوگا جو تنبورہ لئے ہوئے "قاچار" کے مکان کی طرف اکثر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں —— وہ ہیں ان کے استاد۔ اور مجھ سے عقیدت رکھتے ہیں اسلئے کہ مجھ سے زیادہ انکا کوئی مداح نہیں —— نہ یہ میرا کہا ٹال سکتے ہیں نہ وہ ان کا—— اس لئے سوچتا ہوں کہ اس ذریعے سے ایک جنگ کرادوں، یاد رکھو میں اس کا دوست ہوں، لیکن یہ تباہی

منظور ہے اور خانماں بربادی منظور نہیں ـــــ وہ تو ہو گئے ہیں پاگل، اس لئے اگر ان کے طرز عمل سے خفا ہو کر بیٹھ جاؤں تو پھر کون اس کشتی کو بھنور سے نکالنے والا ہے؟ کیا تم؟ کیوں نہ ہو ماشاء اللہ،

ــــــ ۱۷۰ ــــــ

یاد فرمائی کا شکریہ ـــ آپ نے میر صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے خدا کرے صحیح ہو، لیکن میری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ

کم چنیں دیوانۂ ہشیار پیدا می شود

آپ اپنی فطرت کے لحاظ سے فرشتہ ہیں، اس لئے ساری دنیا کو بے گناہ جانتے ہیں، میں ایسا نہیں ہوں اس لئے سمجھتا ہوں کہ معصوم صورتوں میں کیسی کیسی قبیح سیرتیں چھپی رہتی ہیں، بہرحال آپ اپنے معاملات کو مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، آپ کی مرضی ہے جو جی میں آئے کیجئے لیکن مجھ سے رائے نہ طلب کیجئے، میں تعمیل ارشاد پنڈت جی سے ملا، ان کے انداز گفتگو سے میں نے نتیجہ نکالا کہ وہ اس باب میں براہ راست آپ ہی سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور میری وساطت پسند نہیں۔ اور ہے بھی ٹھیک، آپ لینے والے۔ وہ دینے والے، میں کون؟ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔

ــــــ ۱۷۱ ــــــ

تمہارا خط ابھی ملا۔ یعنی ۱۰ ستمبر ٹھیک دس بجے دن کو، اور اسی وقت جواب لکھنے بیٹھ گیا، یا یوں سمجھو کی تقییں جی لگ گیا۔ خیر بزرگی و زرگی تو میں جانتا نہیں لیکن اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ میرزا مظہر اپنے ذوق کے لحاظ سے واقعی "جان جاں" تھے۔

اگر تم نے ان کے کلام کا غائر مطالعہ کیا ہے تو اس کے ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ وہ نہایت رنگین و لطیف طبیعت رکھتے تھے اور ذوق شعر کے لحاظ سے تو فارسی اردو دونوں میں ان کا جواب نہ تھا۔

رہ گیا سوال تاباں کا سو تذکرہ نویس کچھ کہیں لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اُن سے شدید محبت کرتے تھے، تاباں کے غیر معمولی جمیل ہونے پر سب کو اتفاق ہے، رہ گئے مرزا صاحب سو، ان کا یہ ذوق خود ان کے کلام سے ظاہر ہے ہرچند امرد پرستی کا اظہار فارسی شاعری میں ایسی معمولی بات ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر کسی شاعر کے امرد پرست ہونے پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ لیکن مرزا صاحب کے یہاں یہ رنگ کچھ عجیب و غریب کیفیت لیے ہوتے ہے۔

اس قسم کے اشعار کم و بیش تمام شاعروں میں پائے جاتے ہیں، لیکن مرزا صاحب جس تکرار و لذت کے ساتھ اس جذبے کا اظہار کرتے ہیں وہ دوسروں کے یہاں بہت کم پایا جاتا ہے، چند شعر سناتا ہوں۔

دگر چگونہ نواں کردیا د حق مظہر
الہٰ باطل من عشق نوجوانے ہست

تم کہو گے کہ "نوجوان" مرد بھی ہو سکتا ہے اور عورت بھی، بہتر ہے ایک شعر سنو

کنوں در جائے سر پیچ مرصع شگہا دارد
بہ طفلاں مظہر مایل کہ الفت بیشتر دارد

ممکن ہے تم یہ کہو کہ طفل چھوٹے بچے کو کہتے ہیں اور اس سے امرد پرستی کو کوئی تعلق نہیں، لیکن خود میرزا صاحب نے طفل کے کیا معنی لیے ہیں۔ یہ بھی سن لو:-

عشق بازاں مرید طفلاں اند
پیر ایں قوم نوجواں باشد

طفل سے مراد ان کی نوجوان ہے یا نہیں؟ اب کیوں نہیں بولتے؟
اچھا اور لو:-

عاقبت از بہر تحصیل کمال جذب عشق	شد مرید نوجوانے گرچہ مظہر پیر بود
مپرس باعث ضعف قوائے مظہر را	کہ گشتہ پیر ز بیداد نوجوانے چند

مظہر تو دشمنِ خودی اے خانماں خراب　　دل می دہد بدست سپاہی پسر کسے

خویش را مظہر بدست دلبرے بفروختم　　بہر بیعت پیر می جستم جوانے یافتم

بعض اشعار میں تو انہوں نے اشارہ تک کر دیا ہے مثلاً:۔

من از رنگیں ادا ئیہائے اشعارش گماں دارم

کہ مظہرؔ میل با رعنا جوانے میرزا دارد

اور ایک جگہ تو اس سے بھی زیادہ کھل گئے ہیں۔

کفر و دیں امروز مظہرؔ نازہا دارد بہ من

سرو رعنا ساخت عشق میرزا آجا مرا

اس کی تحقیق شاید تم نے کی ہو گی کہ وہ حیدرآباد گئے یا نہیں لیکن دکن کے سانولے سالونے لڑکوں سے انہوں نے جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اس شعر سے عیاں ہے:۔

گشتہ ام محو سوادِ سبز خطاں دکن

دلنشیں افتاد نقش حیدرآبادی مرا

یہ تو وہ اشعار ہیں جن میں کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ورنہ یوں تو جھلک نہ معلوم کتنے اشعار سے نمایاں ہے، ایک شعر سنو کس قیامت کا لکھ گئے ہیں۔

سر از یں تیغ بردن آساں نیست

آہ، مظہرؔ خم سلام کسے

میں تو مظہرؔ کے ذوق شاعری کا پرستار ہوں اور اس سے بحث نہیں کہ وہ امرد پرست تھے یا کیا کیونکہ اگر ایسا ہو بھی تو کیا گناہ ہے۔ شاید تم اس راز سے آگاہ نہیں کہ "حسن مجرد" کے پرستاروں کا میلان اسطرف زیادہ ہوتا ہے گو خود میرا مشرب یہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، کیونکہ محبت کے باب میں روحانیت و حقانیت میری سمجھ میں آتی نہیں اور کسی صوفی کی خدمت میں بیٹھ کر یہ فن سیکھنے کی کوشش کبھی کی نہیں، میں محبت کرتا ہوں اور گناہ سمجھ کر

کرتا ہوں تاکہ اس کی لذت باقی رہے۔ عورت کے ساتھ جانماز کا سا شرعی تعلق میرے بس کی بات نہیں۔

—— ۱۷۲ ——

پیر و مرشد!

آپ اس محبت سے فرمائیں اور میں تعمیل نہ کروں، یہ آپ نے کیا کہا، میری فطرت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ:۔

ہراں کہ بندہ بخواند مرا خدائے من ست

چہ جائیکہ آپ جن کے الطاف میرے لئے سرمایۂ حیات ہیں، آپ مطمئن رہیئے، امکان سے بھی زیادہ اگر کوئی صورت کوشش کی ہو سکتی ہے تو وہ بھی صرف کر دی جائے گی اور توقع ہے کہ ناکام نہ رہوں گا۔

کل صبح اول وقت نماز پڑھ کر (نماز اس لئے کہ آپ کو خضوع و خشوع کا یقین ہو جائے) راجہ صاحب سے ملوں گا اور کہوں گا کہ سرکار یہ معاملہ میری موت و زیست کا ہے اس لئے اگر مجھے ہلاک کر کے دنیا کی رونق آپ واقعی تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں تو خیریات دوسری ہے ورنہ جس طرح ممکن ہو بشیر کو صدر دفتر میں تبدیل کر دیجئے، وہ پوچھیں گے اس سے تمہاری موت و حیات کا کیا تعلق؟ میں عرض کروں گا کہ "پیر و مرشد کی تمنا یہی ہے اور ان کی کسی آرزو کا پورا نہ ہونا میرے لئے موت سے بدتر ہے" امید تو ہے کہ مان جائیں لیکن اگر یہ تدبیر نہ چلی تو پھر ایک صورت اور میرے ذہن میں آئی ہے، آپ سے اس لئے نہیں کہنا چاہتا تھا کہ کہیں شرعی جواز و عدم جواز کی بحث نہ چھڑ جائے اور آپ مجھے اس سے باز رکھیں،

—— ۱۷۳ ——

عزیزہ!

کیا پوچھتے ہو کیا عالم ہے۔ موسم کو دیکھتا ہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوں۔

بہار چند بود برشگال ہاں غالب   دریں خزاں کدہ ہم موسم شرابے ہست
اُف یہ کالی کالی گھٹائیں، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ادھر ادھر۔

سفالینہ جام من از مے تہی

کل، یوسف کا خط آیا ہے، لکھتے ہیں آرہا ہوں، میں نہیں خط بھیجتا ہوں خدا کرے تم بھی جواب میں لکھو کہ آرہا ہوں، ہائے۔ ہائے، ابھی نہ یوسف پاس نہ عزیز قریب، لیکن تصور ہی سے بے قابو ہوا جاتا ہوں —— کیا تمہیں میری اس بے بسی اور بے کسی پر بھی رحم نہ آئے گا۔

تم کہو گے کہ یہاں آکر کیا کروں، میں جانتا ہوں کہ ایک جگہ نہ بیٹھ سکنے کا عذاب جو خدا نے تم پر مسلط کیا ہے وہ یہاں بھی ساتھ لاؤ گے، سو سن لو کہ یہاں آنے کے بعد میں خود یہاں نہیں ٹھہرونگا اور دو چار دن کے لیے یا جبتک تم کہو گے بالکل خارج البلد رہوں گا۔

سر پھوڑنے کے لئے نہ یہاں پہاڑوں کی کمی ہے اور نہ دشت نوردی کے لئے جنگلوں کا فقدان —— چلو تمہارا انتظام تو ہو گیا ہاں میں اور یوسف سو ہم دونوں گاؤں کے ______ کسی کھجور پڑے میں رات کو جس وقت بادل گرج رہے ہوں گے۔ مینہ برس رہا ہوگا کہیں دور سے آنے والی بانسری کی آواز سنتے رہیں گے مگر ظالم تو کب سنتا ہے۔؟

کبھی کود کی ہیں جس نے نہ سنی مری کہانی
مجھے اس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی

—— ۱۷۴ ——

کل ہی اجین سے واپس آیا ہوں، تم بہت یاد آئے، چند لاونی کا گانا تھا لطف آگیا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ معہ اپنی آواز کے دل میں سمائی جا رہی ہے عمر ۳۰ سال سے متجاوز، لیکن چمپئی رنگت اور نقشہ کی دلآویزی ہنوز باقی ہے اچھو میاں بھی تھے اور ڈاکٹر شریف الحسن بھی ــــ ان کی ترکیب سنئے ایک

صاحب نے "بھیروں بہار" کی راگنی میں ان کی شاگردی اختیار کی اور دوسرے نے ایمن میں ان کی صاحبزادی کی۔ یہاں انتہائے مایوسی میں بے اختیار جی چاہا کہ طبلہ اپنے سر پر دے ماروں یا سر طبلہ پر ٹپک دوں، لیکن میر منور علی صاحب مجھ سے زیادہ تیز نکلے اور طبلے کے ساتھ سارنگی کو بھی منگوا کر بیٹھ گئے کیا کہوں یہ چار دن کس خود فراموشی کے عالم میں بسر ہوئے ہیں یاران مخلص کا ایک جگہ بیٹھ جانا بھی واللہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

فی الحال میرا ارادہ لکھنؤ آنے کا نہیں ہے لیکن اگر زمانے نے فرصت دی تو اور مکروہات نے پیچھا چھوڑا تو نومبر کے پہلے ہفتہ میں چار دن کے لئے ضرور آؤں گا۔ تم سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے اور جب سے یہ سنا ہے کہ تم نے وہاں اپنا گھر بنا لیا ہے تو بے تابی اور بڑھ گئی ہے۔

———— ۱۷۵ ————

یہ تم نے کیونکر جانا کہ مجھے گھر کی محبت نہیں، اور گھر گیا بھاڑ میں کیا تمہاری محبت بھی نہ ہوگی لیکن پیارے یہ تو بتاؤ کہ وہاں قیام کی صورت کیا ہے۔

سعدیا حب وطن گرچہ حدیثے ست صحیح
نہ تواں مرد بہ سختی کہ من آں جا زادم

خدا کرے تم زندہ ہو کہ اس پیار سے کبھی کبھی پوچھ لیتے ہو، ورنہ اب اور کون پوچھنے والا باقی رہ گیا ہو، بہر حال آؤں گا اور وطن کی ویرانیوں پر آنسو بہانے جلد آؤں گا، خدا حافظ۔

———— ۱۷۶ ————

میرے عزیز دوست!

میرا معاملہ ان کے ساتھ کیا ہے، اب یہ نہ پوچھئے۔

نے رخصت اشکے نہ مرا فرصت آہے
دارم بہ رخ یار غریبانہ نگاہے

میں یوں ہی پر دل تھا آپ نے ہمدردی فرما کر اور غضب ڈھایا، آپ کو خبر کہ کتنی بار رو رو کر سینہ ہلکا کرنے کی کوشش کر چکا ہوں، لیکن دل ہے کہ اُمنڈا چلا آرہا ہے، آپ اپنے منہ سے کیوں کہیں، مجھے خود اس کا اعتراف ہے کہ تنگ ظرف ہوں، تنگ حوصلہ ہوں درد کی تاب نہیں ضبط کا یارا نہیں اور کس کس سے اس حقیقت کو دہراتا پھروں کہ

مرا صبر ے کم ست و درد بسیار ست می نالم

آپ کی ہمدردیوں کا شکر گزار ہوں اور آپ کی چارہ سازیوں کا ممنون ہوں لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں ایک زمانہ تھا کہ مجھے خودداری کا احساس تھا اور سعی و طلب میں بیقرار رہتا تھا لیکن رفتہ رفتہ نہ وہ خودداری باقی رہی نہ سعی و طلب کی وہ بے قراری یہاں تک کہ اب زندگی کا مفہوم بجز،

تنہا ملول بودن و تنہا گریستن

کے اور کچھ نہیں ہے۔

—— ۱۷۷ ——

محترمہ!

اشعار ملے اور تمام ان درد سامانیوں کے ساتھ جو بقول آپ کے آپ کی زندگی کا سہارا، لیکن میرے نزدیک موت کا کفارہ ہیں، آپ کو معلوم نہیں "موج کوثر و تسنیم" کے لیے دنیا نے کتنی بار مجھ سے مطالبہ کیا اور میں نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ دیکھا جائے گا۔ میں کسی سے یہ بھی تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ کون ہیں اور کیوں اپنے کلام کی اشاعت گوارا نہیں فرماتیں۔

آپ کا یہ شعر:-

بانسری بج رہی تھی دور کہیں   رات کس درجہ یاد آتے ہو تم

ابتک دماغ میں گونج رہا ہے، اب آپ نے دوسری صدا سے دردناک سے تڑپا دیا معاذ اللہ۔

کس نے مجھ کو پکارا صحرا میں
ہائیں، آئی کدھر سے یہ آواز

جنگل کے سناٹے میں کسی عاشق آوارہ کا یہ محسوس کرنا کہ کوئی اُسے پکار رہا ہے ایسی مکمل تصویر انتہائے وحشت و اُلفت کی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

دشت کو چھوڑ کے میں اسکی گلی میں پہونچی
کیا کہوں، مجھ سے تو واں اور بھی ٹھہرا نہ گیا

میری ہلاکت کے لیئے یہی شعر کیا کم تھا کہ آپ نے مقطع لکھ کر اور قیامت کردی

ہم بھی جا پہونچے تھے یہ دیکھنے کیسی ہے نسیم
حال اس غمزدہ کا ہم سے تو دیکھا نہ گیا

باور کیجیئے کہ آپ سے ملنے اور آپ کی داستانِ غم سننے کے بعد بھی مجھ پر اتنا اثر نہیں ہوا، جتنا آپ کے کلام سے ہوتا ہے، شاید اس لیئے کہ جو نگاہ آیئنے سے اُچٹ کر آتی ہے وہ زیادہ قاتل ہوتی ہے۔

آپ کب تک لکھنؤ آیئں گی، غالباً محرم میں" ہاں، نہیں"، دونوں صورتوں میں آپ کا سکوت ہی مناسب ہے، ہمراِ لطف انتظار آپ کیوں غارت کریں؟۔

——— ۱۷۸ ———

نیاز نواز!

کل انتہائی سراسیمگی کے عالم میں تھا کہ مکتوب گرامی پہونچا، سراسیمگی صرف اس لیئے تھی کہ:۔

چشم ہماں، قوتِ دیدش ہماں

لیکن اس کا کیا علاج کہ ـــــ ’’پردہ ڈالا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے‘‘ بارے شکر ہے کہ آپ کی تحریر سے اضطراب کچھ کم ہوا اور اس خیال سے یک گونہ تسکین ہوئی کہ دنیا میں ’’کچھ‘‘ دل ’’، اور بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ بربنہ شکایت ہیں۔

میں نے متعدد بار لکھا کہ یہاں آئیں، اُن کو بھی ساتھ لائیں، تاکہ ایک بار اور پھر ان کو دیکھ کر یکسوئی حاصل کر لی جائے، لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُن کی نیت خراب ہے، بہرحال اب اگر کوئی تدبیر ہے تو صرف یہ کہ آپ (اور اگر نامناسب نہ ہو تو یہ فقیر بھی) دونوں ساتھ اچانک وہاں پہونچ جائیں اور اس حال میں گرفتار کریں کہ ان کے ہاتھ خون سے رنگین ہوں۔

یہ میں نے صرف اس لئے لکھا کہ آپ کی بے قراری یوں آپ کو چین نہ لینے دے گی، ورنہ یہاں تو اس نوع کا اضطراب ہمیشہ مایوسی ہی نظر آیا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو میری تسکین اسی میں ہے۔

ـــــ ۱۷۹ ـــــ

صدیقی!

زحمت تو ہوگی لیکن از راہ بندہ نوازی اختیار کیجئے اور جس طرح ممکن ہو قاضی صاحب سے مل کر یہ معلوم کر لیجئے کہ جو اطلاع انہوں نے مجھے دی تھی کیا واقعی صحیح ہے۔ انہوں نے مجھے متعدد خطوط لکھے، لیکن چونکہ اُن کی تصدیق کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوئی اس لئے میں نے مناسب نہ جانا کہ محض اُن کے بیان پر اعتماد کر کے اس قدر طویل سفر کی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ قبلہ قاضی صاحب کس ’’ڈھب‘‘ کے آدمی ہیں اس لئے ممکن ہو تو دیگر ذرائع سے بھی ان کے بیان کی تصدیق کر لیجئے، میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں اور نہایت بے چینی کے ساتھ۔

نیاز

شیخ صاحب!

واللہ آپ بھی کیا باتیں کرتے ہیں۔ میں نے توبہ ہی کب کی تھی کہ توبہ توڑنے کا الزام مجھ پر قائم کیا جائے، مجھے معلوم تو ہو کہ یہ آپ سے کہا کس نے۔ وہ کون سا "دشمنِ جاں" دوست ہے جس نے آپ کو یہ باور کرا دیا۔ استغفر اللہ! بہرحال آپ مطمئن رہیے کہ اگر "خونِ دل" پینے کا نام آپ کے یہاں بادہ خواری ہے تو

فتواے مے زساقیٔ کوثر گرفتہ ایم

میں وہاں اب بھی روز جاتا ہوں، اس سے پہلے بھی جاتا تھا، آئندہ کے متعلق بھی مجھے یقین ہے، آپ کو باور نہ آئے، یہ آپ کی بزرگی ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ:۔

ماہمانیم و سبہ مستی ہر روزہ ہماں

قبلہ! گناہ دو قسم کے ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جسے "دعوت برگ و نوا" کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو "لذت جگر خواری" سے آتے نہیں بڑھتے، معلوم نہیں آپ نے مجھے کس معصیت کا مرتکب قرار دیا ہے۔ میری بے سروسامانی و آشفتہ حالی کا جو عالم ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں کہ:۔

مرا درد ہر پنداری وطن نیست

اس لئے ظاہر ہے کہ اس گناہ تک میری دسترس کہاں جو "ارباب توکل" کے لئے "میر سامان" بن جاتا ہے۔ رہ گیا صرف دل کا خون کرنا سو بتلایئے کہ وہ کون سی بڑی عبادت ہے جو نتیجے کے لحاظ سے اس کے تحت نہیں آتی، فرق اگر ہے تو صرف "محراب مسجد" و "محراب ابرو" کا اور یہ منحصر ہے ذوق پر۔

تو و زاہد اد ہوشے و کنار امن کوشے
من و لغزشے و میل نم چشم مے فروشے

معاف فرمایئے اس سے مقصود نہ آپ کے خلوص کو صدمہ پہنچانا ہے
اور نہ آپ کو دعوتِ معصیت دینا بلکہ

نوحہ بر خویش دہے نوایِ خویش

لیکن اگر آپ کو یہ بھی ناگوار ہے تو میں معذرت کے لئے بھی تیار ہوں
مگر صرف اس حد تک کہ

زاہندہ نوامیدم واز رفتہ شہ مسارم

—— | ۸ | ——

جانِ نیاز!

خدا کے لئے کچھ تو کہو کہ یہ سکوت میری کس "ہرزہ سرائی،، کا انتقام ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج کل تم کس کی معیت میں ہو اور اس نے کیسے زبردست "فریب جلوہ،، سے تمہیں مسحور کر رکھا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ملنا ترک کر دو ملو اور ضرور ملو۔

ایک رہبر راشناس از راہ زن

تمہاری عمر سے تو نہیں لیکن تمہاری فراست و دانائی سے ضرور بعید تھا کہ اتنے بدحواس ہو جاؤ گے۔

ہر چند اس عمر میں زیادہ "ہوش دگوش،، مجھے بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا اور یہ سن ہی جان پر کھیل جانے کا ہے لیکن مرنے کا لطف مار رکھنے ہی میں ہے اور جہاں تم یہ کھیل کھیل رہے ہو، وہاں اس کی توقع نہیں،

بہرحال اگر ممکن ہو تو چند دن کے لئے یہاں آ جاؤ، پند بزرگانہ سننے کے لئے نہیں بلکہ کوچۂ عشق کی راہیں سیکھنے کے لئے ٹھوکریں کھانے کا سلیقہ حاصل کرنے کے لئے اور اگر جی چاہے تو یہ سننے کے لئے کہ:۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا می روی

٭٭٭

—— ۱۸۲ ——

کل شام کو آپ کے برادرِ نسبتی، شاہ صاحب کا ایک پیام لائے۔ پیام

تو خیر میں نے سنا یا نہیں، لیکن یہ حیرت اب تک دور نہیں ہوئی کہ شاہ صاحب سے آپ کو یا میاں زاہد کو کیا واسطہ — میں نے اُن سے تو پوچھا نہیں لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا قصّہ ہے۔ کیا آپ اس دوران میں آپ دہلی گئے تھے یا شاہ صاحب خود بریلی آئے تھے۔

اگر آپ واقعی اُن کے مرید ہو گئے ہیں تو خدا کے لئے مجھ سے کہہ دیجئے کیونکہ اُن کے کرامات کا تو میں عرصے سے قائل تھا لیکن، یہ بات کبھی میرے وہم و گماں میں بھی نہ آسکتی تھی کہ اُن کے "فتراک روحانیت"، میں آپ بھی کبھی صیدِ زبوں کی حیثیت سے گرفتار نظر آئیں گے۔

بہرحال اگر یہ صحیح ہے تو سوائے صبر کے کیا چارہ ہے، لیکن میں تو ایک بار آپ کی زبان سے سن کر "منزلِ یقین"، تک بھی پہونچ جانا چاہتا ہوں۔ آپ کے پیر تو اس درجے تک آپ کو جب پہنچائیں گے پہنچائیں گے۔

—— ۱۸۳ ——

عزیز مکرم!

اس میں شک نہیں کہ غالبؔ کا جو شعر آپ نے لکھا ہے وہ نہایت پاکیزہ ہے اور جذبۂ رشک کا اظہار جس انداز سے کیا گیا ہے وہ گوناگوں کیفیات اپنے اندر لئے ہوئے ہے، لیکن یہ کہنا کہ غالبؔ اس خیال میں بالکل منفرد نظر آتا ہے غالباً درست نہیں۔

غالبؔ[1] کے شعر میں دو ٹکڑے نہایت پاکیزہ ہیں پہلے مصرعہ میں "دیکھنا قسمت"

---

[1] غالب کا پورا شعر یہ ہے:۔

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

اور دوسرے مصرعہ میں "کب مجھ سے دیکھا جائے ہے" اس میں زیادہ لطیف
شاعرانہ خوبی اس لئے پیدا ہو گئی ہے کہ "دیکھنا" دو علیحدہ علیحدہ معنوں میں
استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ "نظر کرنے" کے مفہوم میں اور دوسری جگہ "گوارا
کرنے" کے معنی میں۔ اس وقت فارسی کا ایک شعر یاد آگیا، اُسے بھی سن لو۔

در محبت بیشتر جانِ مرا از رشک سوخت
آنکہ بر رویش نظر بسیار نتوانست کرد

اس کے دوسرے مصرعہ میں جو کیفیت ہے اس کا غالب کے شعر میں کہیں پتہ
نہیں یہ شعر مرزا مظہر کا ہے جو غالب سے بہت متقدم العہد تھے، غالب
کے سامنے یہ شعر تھا یا نہیں، اس کا علم کسے؟ لیکن دونوں کا فرق کوئی چھپی ہوئی
چیز نہیں،

شعر کے محاسن، جن کا تعلق صرف وجدان سے ہے، کبھی بیان میں
نہیں آسکتے لیکن جانتا ہوں کہ تم مانو گے نہیں اس لئے مختصراً عرض کرتا ہوں۔
غالب کہتا ہے کہ قسمت کی خوبی دیکھئے کہ محبوب کو دیکھنے کے بعد
خود مجھے اپنے آپ پر رشک آنے لگتا ہے اور اس لئے میں اسے اب دیکھ
بھی نہیں سکتا۔

مرزا مظہر نے پہلے مصرعہ میں لفظ بیشتر کہہ کر دوسرے مصرعہ میں اس کو جس
خوبی سے پھیلایا ہے وہ شاعرانہ بلاغت کی انتہا ہے۔

غالب کے یہاں تو معاملہ صرف اس حد تک پہونچ کر ختم ہو گیا کہ از راہ
رشک وہ محبوب کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا مظہر ایک منزل اور آگے
بڑھ گئے۔ یعنی باوجود اس رشک کے بھی ان کو اپنے دل پر قابو نہ تھا جیسے
لفظ بیشتر سے ظاہر کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے مرزا مظہر نے رشک کی تخفیص
نہیں کی جس سے مفہوم زیادہ وسیع ہو گیا اور غالب کی سی تخفیص "انا ولا غیری"
باقی نہیں رہی پھر دوسرے مصرعہ کا انداز بیان جس قیامت کا ہے اس کے اظہار

کی ضرورت نہیں۔

۱۸۴

آپ بھی کیا داستان لے کر بیٹھ گئے ـــــ اے حضرت آ ب گل کا فرد مسلمان دونوں کا ایک حال ہے، نہ اس کو شیوۂ کافری کا پاس نہ اس کو آئین، مسلمانی کا لحاظ یہ وہ زمانہ ہے کہ۔

چراغ کعبہ و بت خانہ بے پروانہ می سوزد

دنیا بدل گئی، اس کا تمدن بدل گیا، عورت مرد ہو گئی، مرد عورت بن گیا اور آپ کو ہنوز اصرار ہے کہ ریش دراز بھی ہو اور منت کش شانہ بھی!

دین و مذہب کے باب میں غالب اپنا فلسفہ ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔

سنگ و خشت از مسجد ویرانہ می آرم بشہر
خانۂ در کوئے ترسایاں عمارت می کنم

یعنی اگر کسی مذہب میں یہ قوت باقی نہیں رہی کہ وہ نظام تعمیری کو قائم رکھ سکے تو مناسب یہی ہے کہ اس کی ویرانی پر کسی اور زندہ مذہب کی تعمیر شروع کی جائے۔

اب مذہب نام ہے صرف سیاست کا اور سیاست کی غایت ہے صرف صنعت و تجارت کی ترقی، اس لئے اگر آپ کو واقعی مذہبی نزاع سے دلچسپی ہے تو سرمایہ داری کی حمایت کیوں نہ کیجئے کہ تاریخ مذہب کے باقیات میں سے اب یہی ایک چیز دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے، اب زمانہ "حی علی الصلوٰۃ" کی پکار کا نہیں بلکہ "حی علی العمل" کا ہے۔

راہیکہ خضر داشت ز سرچشمہ دور بود
لب تشنگی ز راہ دگر بردہ ایم ما

لیکن آپ کیوں سمجھنے لگے؟

۱۸۵

آپ تو وعدہ کرنے سے تھکیں گے نہیں لیکن میرا پیمانۂ صبر بالکل لبریز ہو چکا

ہے آپ کی مجنت میں زیادہ سے زیادہ مجھے وہی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے
جو قیس عامری کو لیلےٰ کے عشق میں حاصل تھا۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے
کہ لیلیٰ کے جھوٹے وعدوں سے تنگ آکر ایک دن غریب مجنوں کو بھی اونٹ
کی مہار پکڑ کر آخر کار یہ کہہ دینا ہی پڑا :۔

بدار اے ساربان محمل ز ما سنے
کہ عہد وصل را آخر زبان ست

اس لئے پہلے سے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ اس مرتبہ بمبئی جاتے ہوئے
آپ میرے پاس نہ ٹھہرے تو خیر مجنوں والی حرکت تو ممکن نہیں کیونکہ فرق
اونٹ اور انجن کا ہے، لیکن بخدا وہیں پہونچکر ایک ہنگامہ برپا کردونگا اور
آپ کی ایک معذرت نہ سنوں گا۔ ہاں تو بتایئے آپ کس تاریخ کو وطن،
چھوڑیں گے۔

—— ۱۸۶ ——

عجیب عقلمند انسان ہو —— میں نے یہ کب لکھا تھا کہ تم خود اُن سے ملو
اور معاملہ کو خراب کردو۔ مدعا تو یہ تھا کہ تمہارے حالات ان تک پہونچ جائیں
اور پھر دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتے ہیں، خیر، اب میں کوئی اور تدبیر سوچوں گا لیکن
اگر تم نے پھر اپنی حماقت سے کوئی رخنہ پیدا کردیا تو ؟

اپنے عمو جان سے میرا سلام کہو اور پوچھو کہ انہیں کچھ خبر ہے مجھ پر کیا گزر
رہی ہے وہ یہ سن کر غالبًا ہنس دیں گے لیکن مجھے تم یہ لکھنا نہیں،

—— ۱۸۷ ——

آؤ آؤ ! اور تمام ان محشر سامانیوں کے ساتھ آؤ جو قدرت نے صرف
تمہارے لئے مخصوص کردی ہیں،

اے گرد راہِ تو بہ جہاں نو بہار من

لیکن اس کے کیا معنی کہ آنے سے قبل ہی تم نے اپنی واپسی کی بھی تاریخ متعین کردی۔

—— ۱۸۸ ——

سرکار! عتاب نامہ ملا اگر یہ کہوں کہ اس کو دیکھ کر میں کانپ اٹھا تو واقعہ کے خلاف ہوگا اور یہ نہ کہوں تو آپ اور زیادہ برہم ہونگے عجیب کشمکش میں ہوں کہ آپ کے غصّہ کا احترام اور اپنی بے گناہی کا وقار دونوں بیک وقت کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

اب تو کئی دن گذر گئے ہیں، غالباً غصّہ کم ہوگیا ہوگا اور اپنی رنجش بیجا کا احساس تو خیر کیا، لیکن کم از کم دوسروں کی معذرت سننے کی تاب ضرور پیدا ہو گئی ہوگی۔

میں اصل معاملہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا، بلکہ صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں آپ کا دشمن ہوسکتا ہوں کیا میں اس درجہ بداخلاق ہوسکتا ہوں کہ آپ ایسے محسن وکرم فرما سے منحرف ہو جاؤں۔ آپ کو تو خیر کیا غصّہ آیا ہوگا، غصّہ مجھے آیا ہے جب آپ کا خط ملا اور میں نے دیکھا کہ آپکے یہاں قدر وفا اس طرح کی جاتی ہے۔ بہر حال میں پھر وہی عرض کرتا ہوں جو اس سے قبل بارہا عرض کر چکا ہوں اور اگر اب بھی آپ کو اعتماد نہیں تو خدا حافظ،

اگر زبندگی چوں منے ترا عارست
تو زندہ باش خریدار بندہ بسیارست

—— ۱۸۹ ——

اجی کیوں بناتے ہو۔ وہ اور التفات جنہیں ظلم کرنا بھی گوارا نہیں وہ تو کہیئے۔

خود را بزور بر ستم یار بستہ ایم

ورنہ یہ ساری "میرزا منشی" کب کی خاک میں مل گئی ہوتی۔

سچ پوچھو تو وضع نباہ رہا ہوں، ورنہ
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا

یہ جانتا ہوں کہ فطرت بُری نہیں، خو بری ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ "خوئے بد" کے لیے بہانوں کی کمی نہیں بہر حال مجھے کوئی خاص شکایت اُن سے نہیں ہے اور ہو بھی تو کس امید پر۔ تم نے یہ ذکر کر کے دبی ہوئی چوٹ ابھار دی، اچھا نہ کیا، مگر تم کیا اُن سے کم ہو۔ میں ایک ہفتے کے بعد کلکتہ جا رہا ہوں اگر تم نے حد درجہ اصرار کیا تو شاید ایک دن کے لیے تمہارے پاس، ٹھہر جاؤں ورنہ جی تو نہیں چاہتا۔

بے رحم و غافل ایں چنیں سفاک و قاتل اینچنیں

۱۹۰

میرے عزیز دوست!

میں جانتا تھا کہ اس محفل میں میرا ذکر آئے اور تم دبی زبان سے بھی کچھ نہ کہو، قیامت تک ممکن نہیں، واللہ لطف آگیا، تم یوں صاف صاف کہتے تو بات ہی کیا تھی، بہر حال تمہارا مقصود پورا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، میرا ذوق ضرور ایک حد تک آسودہ ہو گیا۔

پارۂ شوخ و پارۂ نمکیں
ہائے دشنام ناتمام کسے

۱۹۱

صدیقی — جی ہاں میں کشمیر سے واپس آگیا لیکن اب آپ کو ساری داستان سنانے بیٹھ جاؤں یہ میرے بس کی بات نہیں،

حرفے ست اینکہ در شب مہتاب گفتنی ست

اور اس کا موقع اب شاید ہی کبھی اس زندگی میں میسر آئے۔ چاندنی نام ہے انعکاس ماہ کا، نسیم باغ کی آبشاروں میں شالامار کے فواروں میں سو دہ یہاں کہاں؟ آپ پوچھتے ہیں کہ وہاں سے آپ کے لیے کیا لایا؟ یہ پوچھو کہ پاس کیا تھا جو بچا لایا۔

سرزمین حسن و عشق کے زائرین کے لئے مایۂ نازتہی دستی ہوا کرتی ہے نہ کہ پُر مایگی۔ مگر آپ اس سے کیا واقف۔ کبھی قربانی کی ہوتی تو جانتے۔

——— ۱۹۲ ———

کرم نمائی کا شکریہ - ایک جلد "جمالستان،، کی پیش کرتا ہوں، جب مشاغل حیات سے فارغ ہوکر آپ کسی اور کام میں وقت صرف کرنا پسند کریں تو اس مجموعہ پر بھی اک نگاہ ڈال لیجئے۔

داد کا طالب ہوں، کیونکہ شاعرانہ انکسار سے کام لے کر کبھی اس نے خود بھی اس کی برائی کسی سے نہیں کی۔ آپ اس کو جس نگاہ سے دیکھیں لیکن چونکہ میرے ماضی کے بہت سے نقوش اس میں مرتسم ہیں اس لئے میں تو ان کی پرستش کرتا ہوں اور یوں بھی آپ جانتے ہیں کہ۔

خود نمائی خدا شناسی ہاست

——— ۱۹۳ ———

بندہ نواز!

یاد رکھیے "پیر کنعاں،، کی طرح پیراہن پرست نہیں ہوں —— زمرۂ اہل یقین سے ہوں، خلوتیانِ راز میں سے ہوں، اور جو کچھ کہتا ہوں اس کی حقیقت مولانا روم بیان ہی کر چکے ہیں کہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اس میں شک نہیں کہ صورت و وضع کے لحاظ سے وہ بہت دلکش چیز ہیں علاوہ اس کے آنکھوں میں کشش بھی ہے اور بالوں میں کافی سے زیادہ، دلربایانہ انداز بھی۔ لیکن آپ اس تبلیغ کو عمر و زید تک محدود رکھیے تو بہتر ہے ورنہ کیا فائدہ، کسی وقت کوئی " رند ژولیدہ ہو،، بگڑ گیا اور ان کی کارگاہ درویشی کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔

رہا میرا سوال، سو آپ کے فرمان کی تعمیل میں لات و منات کی پرستش پر بھی تیار ہوں، ورنہ یوں تو آپ واقف ہی ہیں کہ میں خود کس مرتبے کا انسان ہوں۔

زطوطیان شکرخا گوے دا زمن ببرے
نشاطِ زمزمہ ولذتِ جگر خواری

۱۹۴

آپ زندہ رہیں کہ آپ کی زندگی، زندگی ہے، میں کیا اور میری حیات کیا، حشرات الارض اپنے وجود کو گوارا بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ درندے نہیں ہیں، حالانکہ نظام عالم قائم ہے صرف درندگی پر اور جو سب سے زیادہ درندہ ہے، اسی کو سب سے زیادہ جینے کا حق حاصل ہے۔

بہرحال آپ کے ولولۂ حیات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں مگر رشک نہیں کرتا خوشی اس لئے کہ اپنے حلقے میں کوئی ایک تو "نبرد آزما" نکلا اور رشک نہ کرنے کا سبب یہ کہ میں آپ کی سطح پر آنے کا اہل ہی نہیں، سوختہ پر بھی ہوں اور شکستہ ناخن بھی۔

برنمی آید دلم باروزگار
شیشۂ طاقت بہ سنداں می زنم

۱۹۵

اگر میں کبھی خط بھیجنے میں تاخیر سے کام لیتا ہوں تو خیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ

ہر دم زیاد می ازی تایاد بسیارت کنم

لیکن تم اپنے تغافل کی کیا تاویل کر سکتے ہو؟

تیغ برکف، بادہ در سوختہ پنہاں زیر لب

خیر یہاں تک تو صرف شاعری تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے کچھ خوش

نہیں ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں تمہیں یاد رکھوں میں نے چلتے وقت تم سے کس منت سے کہا تھا کہ دیکھو عزیز کا خیال رکھنا اور تم نے وعدہ بھی کیا تھا، لیکن مجھے یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ تم اس غریب کو کبھی کبھی حاضری کا بھی موقع نہیں دیتے، ہمدردی کیا خاک کرو گے۔

بہر حال میں تو مایوس ہو چکا ہوں اور اس لئے مطمئن ہوں، اس غریب کو ابھی تک البتہ یقین نہیں آیا کہ تم اس درجہ سنگ دل ہو لیکن آخر کب تک؟ ایک نہ ایک دن کلیجے پر پتھر رکھ کر وہ بھی بیٹھ جائے گا۔

—— ۱۹۶ ——

عزیز گرامی!

کل مکتوب سامی ملا، آج اس کی تعمیل کر رہا ہوں، امتثال امر کی اگر کوئی ایسی مثال نظر آئے تو مجھے بھی مطلع فرمائیے گا۔

تصویر بھی حاضر ہے اور سوانح حیات بھی، یہ بھی مختصر وہ بھی مختصر، خدا کرے آپ آئندہ جغرافیہ و ریاضی کے جھگڑوں میں مجھے مبتلا نہ کریں کیونکہ مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کب اور کہاں پیدا ہوا، زندگی کے دیگر سوانح کا ضبط و انحصار کیا؟ تاہم سن و پیدائش و وفات کی جگہ آپ "ازل تا ابد" لکھ سکتے ہیں اور سوانح زندگی کی جگہ صرف یہ شعر

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بُدم پختہ شدم، سوختم

—— ۱۹۷ ——

صدیق مکرم!

لطف عمیم نہیں چاہتا، نوازش خاص کا طلب گار ہوں، نگاہ تماشا طلب نہیں رکھتا کہ تماشائے نگاہ کی تمنا ہو، دنیا کے ساتھ آپ کا جو معاملہ بھی ہو مجھے اس سے غرض نہیں، میں تو کچھ ایسی چیز چاہتا ہوں جو میرے لئے ہو، اس لئے

سوال تسفات رضایت کا نہیں،
ظالم اگر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو

خدا کرے یہ تقریب حسب دل خواہ انجام کو پہونچ جائے —— دعا گو ہوں جہاں رہوں گا یہی زبان سے نکلے گا —— شرکت پر اصرار نہ فرمایئے آپ کا حلقۂ احباب وسیع اور یہاں "طبع اندوہگیں"، کا یہ عالم کہ خود اپنی زندگی سے بیزار ممکن ہے کوئی صورت ناخوشگوار پیدا ہو جائے۔

خطے بر ہستیٔ عالم کشیدیم از مژہ بستن
زخود رفتیم و ہم خویشتن بردیم دنیا را

—— ۱۹۸ ——

قبلہ محترم!

نامۂ گرامی جسے "دفتر تدبیر و مصلحت"، کہنا زیادہ موزوں ہوگا، پہونچا مخلصانہ ہمدردیوں کا شکریہ، لیکن کیا کروں فطرتاً کج بیں ہوں اور آپ کی "صراط مستقیم" مجھے نظر ہی نہیں آتی، آپ فرماتے ہیں کہ بدنامی و رسوائی بڑی چیز ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ:-

عشق منت می نہد آں را کہ رسوا می کند

آپ کا نظریۂ حیات یہ ہے کہ آنکھ بند کرکے اس آواز کی طرف چلو جدھر ساری دنیا جا رہی ہے، یہاں فلسفۂ زندگی یہ ہے کہ جبتک خود اپنے اندر سے کوئی آواز پیدا نہ ہو قدم نہ اٹھاؤ، آپ جرس کارواں کے پابند، میں صدائے قلب کا متمند، آپ کو ایمن و طور کی جستجو اور یہاں

پروانۂ چراغ مزار خودیم ما

الغرض —— من از آتش دخاں بینم تو آتش از دخاں بینی

آپ ہی فرمایئے اتحاد خیال کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تاہم اپنے جس محبت و خلوص سے میری رہبری فرمائی ہے اس کی ضرور قدر کرتا ہوں اور متمنی

ہوں کہ گاہے گاہے اس خانماں خراب کو ضرور یاد فرماتے رہیں۔

۱۹۹

"بزم سرور" کا اولین پیام اور میرے لیے

بسیار بادہ کہ ماہم غنیمتیم ہے

ارباب بزم کی اس رعایت ذوق کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں۔ فی الحال اس "اعترافِ عجز" ہی کو قبول کیجیے۔ شبِ ماہ، سبزہ زار اور چند نوجوانوں کا اجتماع! یہ آپنے کیا سنایا، یہ میں نے کیا سُنا، معاذاللہ!

ببرید از من دیوانہ بہ طفلاں خبرے

میں نے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھا کہ شاید مجھے بھی "دعوت آب و ہوا" دی گئی ہو، لیکن پھر یہ سوچ کر کہ

بچہ رُو بہ جلوہ آید طلب نیاز منداں
نہ دلِ نیاز خرّم، نہ لب اُمیدِ خنداں

صبر کر کے بیٹھ گیا ـــــ تاہم میری دعائیں، میری تمنائیں اور میری ہر وہ خواہش جو پوری نہیں ہو سکتی آپ کے ساتھ ہے اور میری زندگی کے لیئے یہ کیا کم ہے کہ

"ہوں تو کسی کی نگاہ میں"

۲۰۰

کیوں صاحب!

خود ہی بدگمان ہونا اور خود ہی روٹھ جانا! قیس و فرہاد ہوتے تو ایک نہ ایک دن تنگ آکر وہ بھی استعفائے محبت پیش کر دیتے چہ جائیکہ وہ جو خود "نازیکتائی" میں آپ سے کسی طرح کم نہیں۔

اس میں کلام نہیں کہ آئینِ وفا کیشی میں جس صبر و ضبط کی ضرورت ہے اس سے زیادہ وہ غریب واقف نہیں لیکن آپ اپنی دل آزائیوں کو بھی تو دیکھئے کہ رستم و اسفندیار ہوں تو وہ بھی خون تھوکنے لگیں، چہ جائیکہ اس نزاکت

پسند تمدن دور میں آپ ہی کی طرح ایک نازک انسان ؛

میں جانتا ہوں کہ آپ کی ان تمام بدگمانیوں کا باعث آپ کی شدید وابستگی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ہی کی تسکین سے کب اس کا اضطراب دور ہوتا ہے، یہ کہ اس کے شوق میں اعتدال، نہ آپ کی دار و گیر کی کوئی انتہا ایک نہ ایک دن اس "کارگاہ بینائی،، کا ٹوٹنا ضروری ہے۔

بہرحال اس مرتبہ تو آپ مجھ پر احسان کیجئے اور کسی نہ کسی طرح من جایئے اس کے بعد اگر پھر کبھی آپ کو بیگانگی کی شکایت اس کی طرف سے ہو تو بلا بیجئے گا۔

۲۰۱

شفیق محترم !

پرسوں گرامی نامہ ملا، اور ہرچند آپ نے اس کا جواب بواپسی ڈاک طلب فرمایا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس وقت سے پہلے مجھ کو جواب دینے کی فرصت نہ مل سکی۔ معذرت خواہ ہوں۔

غالباً اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ جس حد تک سوال صرف تعمیل ارشاد کا ہے، مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے، لیکن اگر بحث مصلحت اور طلب رائے کی آ پڑی تو یقیناً اس باب میں آپ مجھے اپنا ہم نوا نہ پائیں گے۔

آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ دنیا میں آہن کا جواب آہن ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ میں خود علاج بالمثل کا بڑا حامی ہوں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی جانتا ہوں کہ فطرت خود کسی اصول کی پابند نہیں ہے اور اس لئے ابنائر فطرت کے سامنے کبھی کبھی ایسی صورتیں آ جاتی ہیں کہ جی چاہتا ہے تلوار کھینچ کر سامنے آ جانے کو لیکن کار برآری ہوتی ہے سپر ڈال دینے سے،

اس میں شک نہیں کہ آپ کو جو تکلیف پہونچائی گئی ہے اس کا اقتضا یہی ہے کہ انتقام لیا جائے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی بلندی فطرت سے

ایک انچ پیچھے نہ اتریں۔

آپ کے احساس خودداری کو جو صدمہ پہونچایا گیا ہے اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے وقار نفس کا خون کر دیا جائے لیکن جب اس کا ضمیر ہی مردہ ہو تو کیا حرف جو نی آزار یا صعوبت قید و بند سے تلافی ممکن ہے۔

اگر اس کے بعد بھی آپ کو اصرار ہو تو میں تعمیل فرمان کے لئے تیار ہوں مسودہ بھجوا دیجئے میں کسی ہوشیار وکیل سے مشورہ کر کے استغاثہ دائر کر دوں گا۔

—— ۲۰۲ ——

اللہ اللہ، آپ اپنا شمار بھی ان لوگوں میں کرتے ہیں کہ "نہ آئیں تو بلائے نہ بنے" کیوں پاگل ہوئے ہو۔ کیوں تماشا بننا چاہتے ہو۔ وہ منظر کبھی دیکھا ہے جب کشاں کشاں جانور کو مذبح کی طرف لے جاتے ہیں ـــــ بس سمجھ لو کہ یہی حشر تمہارا ہونا ہے۔

اس لئے اگر خیریت چاہتے ہو تو بے چون و چرا، چپکے کان دبائے ہوئے کل ٹھیک ۷ بجے شام کو یہاں پہونچ جاؤ ورنہ

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری

—— ۲۰۳ ——

خط کیا، "داسوخت،،" ملی۔ تم پر رحم بھی آیا اور غصہ بھی۔ غصہ اس لئے کہ میرا کہنا تم نے نہ مانا، اور وہاں کی آمد و رفت ترک نہ کی۔ رحم اس لئے کہ جن نگاہوں کا یہ عالم ہو۔

کہ اندرون حرم می زنند قافلہ را

ان کے نزدیک تمہاری حقیقت ہی کیا ہے اور جو تباہیاں بھی تم پر نازل کریں کم ہیں۔ میں نے پہلے ہی تم کو سمجھا دیا تھا کہ انسان بعض اوقات خود اپنی صداقت سے بھی دھوکا کھا جاتا ہے اور آخرکار وہی ہوا ـــــ تم کو اپنے خلوص پر اعتماد تھا

نمائش ہے بے تعلقی میں بھی محبت کا رنگ۔ تم کیا کوئی فرشتہ ہوتا تو وہ بھی اپنی جان سلامت نہ لے آتا ـــــ ہاروت وماروت کی مثال سامنے موجود ہی ہے۔ اس لئے اب یہ شور و واویلا کیسا؟

محبت میں دل کی سب سے بڑی قربانی یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہے بلکہ یہ کہ وہ اندمال جراحت بھی نہیں چاہتا۔

نہ خورد زخم دراں کوچہ کہ مرہم باشد

ہوش میں آؤ، اب بچے نہیں ہو نام خدا جوانی آئی ہے اور دیوانہ وار آئی ہے تمہارا دل خون نہ ہوگا تو کیا تمہارے دشمنوں کا ہوگا۔

اب کہ ہاتھ پاؤں کانٹوں سے مجروح ہیں میں بھی یاد آرہا ہوں۔ وطن کی یاد بھی ستا رہی ہے، لیکن جب پھولوں کی سیج پر ہو گئے تو میں کیا خدا بھی یاد نہ آئے گا۔

کیوں گھبراتے ہو، بادل آتے ہیں تو نکل بھی جائیں گے، آج زیادہ نہ رو گے تو کل زیادہ ہنسو گے کیونکر؟

——— ۲۰۴ ———

استغفر اللہ! تم نے عجیب مذاق کیا کل تمہارا خط لے کر وہ تشریف لائے اور اس تکلف وتصنع کے ساتھ کہ اب کیا کہوں۔

آنکھوں میں سرمۂ دنبالہ دار، ہونٹوں پر لاکھے کی بہار، گالوں پر غازہ ابروؤں پر وسمہ، پنڈلیوں میں چھپا ہوا تنگ پاجامہ، پاؤں میں وصلی کا زرکا جوتا، تنزیب کی تنگ اچکن، بیچے جامدانی کے کرتہ کی پھبن، بس یوں سمجھ لو،

برتنش پیراہن گل تنگ بود

بیٹھتے ہی کلام کی فرمائش کی، مدعا یہ تھا کہ میں فرمائش کروں، بس پھر کیا تھا، یوں سمجھ لو کہ ۶ بجے شام سے آدھی رات تک جسمانی و روحانی کون اذیت ایسی نہ تھی جو اٹھا رکھی گئی ہو۔ اخلاقاً پہلے تو دو چار غزلوں کی

دار میں نے دی لیکن اس کے بعد جب زبان نے یارا نہ دیا تو خاموش ہو گیا، لیکن وہاں زیر عالم تھا گویا سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے اور دنیا کی کوئی قوت اس کو روک نہیں سکتی۔

خدا خدا کر کے جب بارہ بجے یہ دورہ ختم ہوا تو فرماتے گئے ہیں، اجازت ہو تو صبح پھر حاضر ہوں۔ میں نے کہا کہ یوں آپ کا گھر ہے جب مزاج میں آئے تشریف لائیے، لیکن کل صبح میں ایک نہایت ضروری کام سے آگرہ جا رہا ہوں فرمانے لگے، خیر کوئی حرج نہیں میں صبح حاضری ضرور دونگا کیونکہ ممکن ہے کسی وجہ سے یہ سفر ملتوی ہو جائے۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں ان کے جانے کے بعد ہی فوراً اسٹیشن چلا آیا اور یہیں سے یہ خط لکھ رہا ہوں دیکھئے کب تک خارج البلد رہنا پڑتا ہے۔ خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ کون ہیں کیا ہیں اور تمہارے پاس کیونکر پہونچ گئے کہ یہ بلا تم نے میرے سر پر مسلط کر دی۔

——— ۲۰۵ ———

مطاعی الاعز!

اس میں شک نہیں کہ آپ سے زیادہ محبت کرنے والا مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا، یہ بھی درست ہے کہ دنیا کی ہر آسائش آپ کے یہاں مہیا تھی اور قولاً و فعلاً ہر قسم کی آزادی مجھے میسر نہیں۔ لیکن اب کیا کہوں کہ مجھے وہاں کیا وحشت تھی اور میرے لئے وہاں ٹھہرنا کیوں دشوار ہو گیا۔ آہ

کس چہ می داند کہ در بزم تو غمنا کم چرا

آقائے محترم! دنیا میں ظلم و ستم کی تباہ کاریاں اتنی شدید نہیں جتنی لطف و کرم کی ہیں اس کے انتقام کے لئے تو آستینیں چڑھائی جا سکتی ہیں لیکن اس کا علاج سوائے سر جھکا کر خاموش رہ جانے کے اور کچھ نہیں۔ پھر غور فرمائیے کہ میں کب تک اپنے دل کا خون کرتا رہتا اور آپ کو کیونکر سمجھا جا سکتا کہ مجھ میں اب تاب تحمل باقی نہیں علاوہ اس کے ایک بات اور بھی تھی جو بالکل میرے ضمیر کے خلاف آپ کا دل

پر مجبور کر رہی تھی اور اگر شاید دو دن اور میں وہاں رہ جاتا۔ تو آج آپ کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتا۔

بہر حال آپ کا ممنون احسان ہوں اور جب تک زندہ ہوں اس کا اعتراف کرتا رہوں گا لیکن اب آپ کے پاس آکر قیام کرنا بالکل ناممکن ہے امید ہے کہ اس سے زیادہ تفصیل پر آپ مجھے مجبور نہ کریں گے کیونکہ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ میں بالکل خاموش ہو جاؤں گا اور پھر آپ کو اور زیادہ شکایت پیدا ہو گی

خدا حافظ،

—— ۲۰۶ ——

میر صاحب قبلہ!

کل اتفاق سے سینما میں اُن سے ملاقات ہو گئی۔ میں تنہا تھا اور وہ اپنے ساتھ پوری رونق انجمن لیے ہوئے تھے پہلے تو دور ہی سے اشاروں اشاروں میں گفتگو ہوئی۔ لیکن درمیانی وقفہ میں وہ میرے پاس آئے اور زبردستی اپنے ساتھ لے گئے شاید اس لیے کہ میں ان کی کامیابی و کامرانی کی داد دوں۔

معاف فرمایئے۔ میں آپ سے متفق نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا انتخاب میں آنا باعث حیرت ہو۔ لیکن خود ان کا انتخاب تو ایسا ہے کہ جلّ وعلیٰ۔ میں اپنے جذبات کا اندازہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں یہ تمام برہمی صرف اس لیے ہو کہ عناصر میں وہ اعتدال باقی نہیں۔

یہ درس اخلاق دینے والے بھی کس قدر ظالم ہوتے ہیں، جب تک خود جوان رہتے ہیں کسی کی سنتے نہیں اور بوڑھے ہونے پر چاہتے ہیں کہ دنیا سے جوانی ناپید ہو جائے۔ آپ کیوں خواہ مخواہ کوفت مول لیتے ہیں۔ وہ آپ کے بھتیجے ہیں اور میرے دوست۔ آپ کی طرح میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اُن کا اخلاق خراب نہ ہو۔ لیکن اس کا بھی یقین ہے کہ اگر ہمیں آپ کو دوبارہ جوانی نصیب ہو جائے تو اسی عورت کے پیچھے ہم دونوں ایک دوسرے کے نہایت

سخت رقیب ہو جائیں اور نہ آپ اس بات کو دیکھیں کہ صورتاً آپ کو مجھ سے کیا نسبت ہے۔ اور نہ میں یہ دیکھوں کہ دولت کے لحاظ سے میں آپ کے مقابلہ میں کتنا حقیر ہوں۔

خیر یہ تو دل لگی کی باتیں ہیں لیکن میرزا صاحب واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بھتیجے نہایت سخت گرفت میں ہیں۔ اور میں کیا اگر موسیٰ بھی ایک بار ان کو سمجھائیں کہ جن زلفوں سے کھیل رہے ہو یہ نہایت زہریلے سانپ ہیں تو شاید انہیں اسوقت بھی یقین نہ آئے گا۔

مجھ میں تو ہمت ہے نہیں کہ اس مسئلہ کو چھیڑ کر صلواتیں سنوں۔ آپ میں جرات ہو تو کہیئے اور اپنا وقار کھو دیجئے۔

———۲۰۷———

من موہن !

تمہارا جانفزا پیام پہونچا، لیکن اسوقت جب میں سکرات میں مبتلا ہوں، سکرات بھی دل کی آرزؤں کا، جب وہ خون ہو کر بہنے پر آمادہ ہو۔ بولو ـــ اب کیا کہتے ہو ؟

میں اگر تمہاری ناردا برہمی کا انتقام لینا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ خود اعتراف جرم کر لیتا اور خاموش رہ جاتا۔ اس لئے حیران ہوں کہ اب جبکہ تم خود اپنی غلط فہمیوں کا اقرار کر رہے ہو۔ میرے پاس کیا ذریعہ اعتراف احسان کا ہو سکتا ہے۔

بہر حال اب یہ خلش بیکار ہے، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اور۔

سر سراغ کہ داری غبار لب یار دست

تمہیں معلوم ہے کہ میری فطرت حد درجہ کینہ واقع ہوئی ہے اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی طرف سے ایک بار دل مکدر ہونے کے بعد صاف ہو گیا ہو۔ پھر کیوں مجھے محجوب کرتے ہو۔ کیوں ستاتے ہو ؟

اک کنارے پڑا ہوا ہے ابتر
کچھ تمہارا غریب لیتا ہے

۲۰۸

میں آج بہت ملول ہوں، اس قدر ملول کہ تم میرے پاس ہوتے تو شاید رو پڑتا۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ پرسوں بیدل کا انتقال ہوگیا اور ایسی بے چارگی کے عالم میں کہ خیال کرکے دل کانپ اٹھتا ہے، ہائے ہائے، ایسا جوہر نایاب اور یوں ناقدری کی زندگی گذار دے۔ وہ جو دل میں جگہ پانے کے قابل ہو اُسے دنیا اتنا ٹھکرائے کہ کہیں سر چھپانے کی جگہ بھی اس کو نہ ملے۔

سنا ہے کہ رات کسی وقت پانی پینے کے لئے اُٹھے اور بستر تک پہونچتے پہونچتے ختم ہو گئے۔ میں ایک ہفتہ سے یہاں نہیں تھا۔ کل آیا تو حال معلوم ہوا۔

عرصہ سے سل کے مریض تھے۔ کلکتہ پہونچ کر بخار میں مبتلا ہوئے۔ وہاں سے وطن واپس آئے تو معلوم ہوا کہ پھیپھڑا خراب ہوچکا ہے۔ یہاں بھوپال میں ان کے ایک ہموطن افسر الاطباء کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ اُن کے پاس علاج کی غرض سے آئے لیکن ان سے بھی نہ بنی۔ بیدل کی نازک مزاجی سے تم واقف ہی، حکیم ضیاء الحسن صاحب کا علاج شروع کیا اور دوسرے مکان میں اُٹھ گئے، اس غریب الوطنی افلاس و کس مپرسی کے عالم میں بھی اس شخص کی شگفتگی کا وہی عالم تھا۔ علاج و لاج تو خیر کیا۔ یوں کہیے کہ مٹی یہاں کھینچ لائی تھی۔

ہائے! وہ بلبل ہزار داستان اس وقت گور غریباں میں ہزاروں من مٹی کے نیچے خاموش پڑا ہوا ہے اور کوئی ایک شخص بھی آنسو بہانے والا نہیں۔ سچ کہتا ہوں دل بہت بیقرار ہے اور ایک لمحہ بھی ان کی یاد سے خالی نہیں گذرتا افسوس۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

***

۲۰۹

میں نے تم کو لکھا کہ جس طرح ممکن ہو چند دن کے لئے یہاں چلے آؤ۔ تم نے جواب تک نہیں دیا۔ پھر یہ درخواست پیش کی کہ اچھا انہیں کو اپنے پاس بلا لو۔ یہ بھی سُنی اَن سُنی کر دی۔ سب سے اخیر میں مجبور ہو کر لکھا کہ بھیج رہا ہوں تو فوراً گھبرا کر بول اُٹھے کہ "میرا تو دہلی جانا ضروری ہے"۔ پھر حیران ہوں، کہ باوجود ان تمام بے رخیوں اور سفاکیوں کے جو میں یہ چاہتا ہوں کہ :-

کاشکے تم مرے لئے ہوتے

سو، کیوں ؟

تمہیں خبر نہیں کال ایک ہفتہ سے اسی فکر میں مبتلا تھا کہ ادھر یا اُدھر فیصلہ کر لینا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ وہ فیصلہ میں کر چکا اور اب اگر تمام کروبیان ملاء اعلیٰ جمع ہو کر مجھے اس عزم سے ہٹانا چاہیں گے تو نہ مانوں گا۔ اچھا تو سنو۔ کہ پرسوں شام کو نکاح ہو رہا ہے تمہاری مرضی ہے آؤ یا نہ آؤ گے تو بھی یہی ہو کر رہے گا اور نہ آؤ گے تو بھی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لو گے سو یہ میں خدا سے چاہتا ہوں تکلیف تو ہو گی مگر بلا سے ——— سکون کے لئے جرّاح کا نشتر کیا۔ جلاد کی تلوار بھی گوارا کرنا پڑتی ہے۔ خدا حافظ،

۲۱۰

عجیب مصیبت ہے۔ تم سے باتیں کرنے کے لئے چاندنی رات اور سبزہ زار کہاں سے لاؤں۔ میں چاہتا ہوں اک "جہانِ مختصر"، جہاں میرے تمہارے سوا کسی اور کی گنجائش ہی نہ ہو۔ اور تم شکوہ و شکایت کو بھی اک "تماشہ"، بنانا چاہتے ہو۔

بیکسی کہو یا نا اہلی۔ صبر و شکر کہو یا خدا کی مار۔ یہاں طبع اندوہگیں کا یہ عالم کہ نسیم و صبا کی منت پذیری بھی گوارا نہیں اور

دل را در آتش افگنم و بوئے او کنم

بر خلاف اس کے تمہارے کھنڈرے پن کا یہ حال کہ

ہر سایہ تمہارے شکن طرف کلاہ است

پھر تمہیں بتاؤ کہ تمہارے اس طلب و تقاضہ کا جواب مجھ ایسے بے برگ وسازانسان کی طرف سے سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہو رہوں۔ بہتر ہے سنائے جائیے اور میرے اس احساس کو برابر نوی کرتے جائیے کہ

داغم ازیں کہ با تو چرا آشنا شدم

—— ۲۱۱ ——

بندہ نواز!

کل ہی شام کو پشاور سے واپس آیا ہوں اور یہ چند گرامی نامہ مجھے وہیں ملے گیا تھا۔ لیکن جواب چونکہ اسی سرزمین سے متعلق تھا اس لئے تعمیل ارشاد میں غیر معمولی تعویق ہوگئی۔ معافی چاہتا ہوں۔

اوّل تو یہاں کوئی قابل ذکر کتب خانہ موجود نہیں اور دوسرے یہ کہ جس کتاب کی آپ کو جستجو ہے وہ ممکن ہے مدرسۃ الواعظین میں مل سکے لیکن وہاں کسی سے میری شناسائی نہیں ہے اور نہ پیدا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایک بار میں نے جناب شہر بانو کے مسئلہ میں خالص شیعی نقطۂ نظر سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی تھیں اور یہاں کے اکابر سے خط و کتابت کی تھی لیکن آپ غالباً یہ سنکر حیران ہوں گے کہ کسی ایک نے بھی مجھے لائق خطاب نہ جانا۔ پھر آپ ہی بتایئے کہ اب وہاں کیا منہ لے کر جاؤں۔

چونکہ آپ بھی "متہم" ہیں اس لئے آپ لکھیئے۔ شاید جواب مل جائے۔ گو میں جانتا ہوں کہ لکھنؤ کے شیعہ حضرات سوائے اپنے کسی دوسری جگہ کے شیعہ کو بھی اچھی قسم کا شیعہ نہیں سمجھتے۔ جیسے عرب کہ ان کے نزدیک مسلمان وہی

ہے جو مکہ میں پیدا ہوا ہو۔
کے وقت اس کے خاندان نے رسول اللہ کی چغلی ہی کیوں نہ کھائی ہو۔

۲۱۲

صدیق محترم!

کل کا حادثہ سنو۔ صبح سے تیاریاں کر رہا تھا کہ شام کو ان سے ملوں گا تو یہ کہوں گا۔ اس اس طرح شرمندہ کروں گا اور جب وہ لاجواب ہو جائیں گے تو فاتحانہ انداز سے واپس آؤں گا۔ اور تمہیں لکھوں گا کہ دیکھی تم نے میری جادو بیانی؟ اس کو کہتے ہیں "مرداں چنیں کنند"، لیکن شام کو کیا ہوا۔ اب تفصیل پوچھ کے کیا کرو گے؟ ہزیمت و شکست کی داستاں دہرانا کون سا دلچسپ مشغلہ ہے مختصراً یوں سمجھ لو کہ۔

نگہے گرد کہ صد ملتمس از یادم رفت

الفاظ زبان تک آ آ کر واپس گئے۔ شکایتیں لب تک آ آ کر رک گئیں اور نگاہیں ڈوب کر رہ گئیں جام لبالب میں،،

میں سمجھتا تھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس میں مبالغہ ہی مبالغہ ہے لیکن کل وہاں پہونچ کر پتہ چلا کہ حقیقت اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ اچھا تو آؤ ہم تم دونوں مل کر کسی دن پھر قسمت آزمائی کریں۔ لیکن کیا ہوگا اگر وہ اس وقت بھی،

خنجر آزما نہ ہوئے

اللہ، اس قوم سے بچائے۔

۲۱۳

جراحت نواز!

تم بھی وہی کہنے لگے جو ساری دنیا کہتی ہے۔ نہیں تو میں اس درجہ نا آشنائے راز نہ سمجھتا تھا۔ لوگ مجھے ہنستا ہوا دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ واقعی میں بہت خوش

ہوں کسی کے پاس غرض سے کر نہیں جاتا تو زمانہ سمجھتا ہے کہ میں بہت فارغ و مطمئن ہوں کسی کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلاتا تو باور کیا جاتا ہے کہ میں بڑا سرمایہ دار بڑا دولت والا ہوں۔ مگر کسی کو کیا خبر۔

چو غنچہ شیشۂ بار اہنر السپیوندست

خود بھی فریب میں مبتلا ہوں اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں کسی کو کیا خبر کہ میرے اس سکون کی تہ میں کیسا عظیم طوفان برپا ہے اور اس ہاتھ پاؤں توڑ کر ایک جگہ بیٹھ جانے میں کتنی گرانجانیاں پوشیدہ ہیں، اگر میری خلوت میں آکر میرے ساتھ راتیں آنسوؤں سے تر نہیں کر سکتے، تو کیوں میری جلوت میں آکر میرے ساتھ ہنسنا چاہتے ہو۔

برد ایں دام بر مرغ دگر نہ

——— ١٤ ———

غالب نے اپنے ایک فارسی شعر میں خدا کو خطاب کرکے کہا ہے کہ

چو ناگفتہ دانی زگفتن چہ سود

آپ خدا نہ سہی۔ میرے خداوند سہی۔ لیکن جب آپ کی روشنضمیری کا یہ عالم ہے کہ بے کہے سب کچھ آپ کو معلوم ہے کہ تو پھر آپ سے حقیقت کیوں چھپاؤں۔

یہ بالکل حقیقت ہے کہ زبیر کو میں نے ہی خط لکھا اور اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں کہ آپ کی شکایت کرنے والا بھی میں ہی تھا، لیکن زبیر سے خط طلب کر دیکھئے کہ میں نے کیا لکھا ہے اور میر صاحب سے خود جاکر دریافت فرمایئے کہ میں نے ان سے کیا کہا؟ مگر یہ آپ کیوں کرنے لگے۔ آپ کے صفاء باطن اور کشف و کرامت کے بھرم کھل جانے کا اندیشہ ہے نا۔

ہاں، وہاں، خدا دشمن ایں چہ بدگمانیہاست

میں تو اب بھی تیار ہوں کہ یہ تمام مظالم برداشت کروں اور کچھ نہ کہوں بشرطِ آنکہ یہ سب کچھ کہنے کے بعد آپ کی تسکین ہو سکے، مجھے اس سے

زیادہ عذر خواہی کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور یہاں سر جھکا ہوا آپ کا وار اوچھا پڑے تو بھی کیا ہے، جاں دینے والے سلامت رہیں، دنیا آپ ہی کے ہاتھ کی صفائی کی داد دے گی، تف ہے مجھ پر کہ میں نے اتنا بھی کیوں کہا۔

—— ۲۱۵ ——

عزیزم!

میں ۲۰ کو یہاں سے ایک ہفتہ کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ کہاں؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ بیوی علیل ہو کر کانپور چلی گئی ہیں۔ صدیقی صاحب رخصت پر ہیں۔ اس لئے اب سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ تم آؤ اور میری غیبت میں کم از کم وہی خدمت انجام دو جو بیوی کے سپرد تھی۔ یعنی گھر کی دیکھ بھال اور ڈاک کی وصولی و روانگی۔ پوچھو کہ ایسے وقت میں سفر کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں کہوں گا کیا تم مر گئے تھے جو مجھے پس و پیش ہوتا۔

خط دیکھتے ہی روانہ ہو جاؤ اور مجھ سے ہدایتیں حاصل کر لو۔ ورنہ اگر میرے جانے کے بعد آئے تو تم سے کچھ نہ ہو سکے گا اور پھر یہ جانتے ہی ہو کہ مسلمان ہوں اور اس خدا کا ماننے والا ہوں جو مجرم کو سزا دیئے بغیر مانتا نہیں۔ اور نافرمان سے انتقام جب تک نہ لے لے اسے چین نہیں۔

—— ۲۱۶ ——

میرے محترم بزرگ!

آپ نے جو مشورہ "نگار" کے باب میں دیا ہے۔ وہ یقیناً بہت مفید ہے اور میں اس پر کاربند ہونے کی کوشش بھی کروں گا۔ لیکن سوچ یہ رہا ہوں کہ اگر صحافت نام صرف ضمیر فروشی کا ہے۔ تو کیوں نہ میں کوئی اور ایسا مشغلہ اختیار کروں جس میں ایمان و صداقت کا سودا زیادہ گراں قیمت پر ہو سکے مگر افسوس ہے کہ آپ اس کی بھی مخالفت کریں گے۔ پھر خدارا۔ آپ ہی

بتلایئے کہ جب ضمیر کی پاسداری و داغداری دونوں آپ کے نزدیک مردود ہیں تو تیسری صورت زندگی کی کیا ہے آخرت کا ذکر نہیں۔ یہیں اسی دنیا کی بات کرتا ہوں اور اسی کی بابت آپ سے پوچھتا ہوں۔

آپ کی محبت میں شک نہیں۔ لیکن اس میں شک ہے کہ میں اس کا اہل ہوں۔ یوں آپ فرمائیں تو میں "نگار" بند کر دوں لیکن اس کو جاری رکھنا اور صرف اس غرض سے کہ "بدرو" کی پیداوار پیش کر کے روپیہ کماؤں میرے بس کی بات نہیں۔

حصول دولت کی تمنا میرے دل میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اور پیدا کیا ہوتی، جانتا ہوں کہ اس کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس لئے یہ لالچ تو مجھ پر کارگر ہونے کی نہیں۔ رہ گیا خدا کا ڈر۔ سو جانتا ہوں کہ اگر ایک گناہ یہ نہ کیا تو کیا۔ اس سے قبل اور ہزاروں لاکھوں گناہ اتنے کر چکا ہوں کہ انہیں کے عذاب سے چھٹکارا ملنا محال ہے۔ محض اس مخصوص معصیت کی وجہ سے وہ کوئی الگ جہنم بنانے سے رہے۔ پھر جب سر سے پانی گذر جائے تو خواہ وہ ایک بالشت ہو یا ایک فرسنخ سب برابر ہے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

— ۲۱۷ —

یوسف صاحب!

یوں تو بظاہر کل الہ آباد سے واپس آ گیا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دل و جان سب وہیں ہیں۔ کیا کہوں آپ کس قدر یاد آئے اور اس تین دن کی صحبت میں آپ کی کمی کس بُری طرح محسوس کی گئی۔

سب سے پہلی مرتبہ وہیں جا کر معلوم ہوا کہ عورت کا تعلق رقص و موسیقی سے کیا ہے اور رقص و موسیقی کا تعلق جس عورت سے ہے وہ وہ نہیں ہے جو تختۂ بازار پر نظر آتی ہے، حیران ہوں کہ یہ قوم کیا کر کے رہے گی اور ہمارے آپ کے کافر نہ ہونے کا انتقام کس کس طرح لینے والی ہے

تمہیں یاد ہوگا۔ میں نے اپنے ایک مضمون میں "زناسہ" کو خطاب کر کے لکھا تھا کہ "تیرے لیئے یہ ضروری نہیں کہ جذبات میں ہیجان پیدا کرے تو اُن کی تسکین کا سامان بھی بہم پہونچائے"، اس کی تعمیل اب کی جا رہی ہے اور اس طبقہ کی طرف سے جو تسکین جذبات کے لئے آمادہ ہو بھی جائے تو یہاں تھر تھر کانپنے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑے۔ پھر اب بولو کیا ارادہ ہے میں تو ہجرت کے لئے تیار ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کعبہ میں جا کر بیٹھ رہوں۔

تا آنکہ وگریت کدہ سا زندہ حرم را

لیکن تم کیوں آمادہ ہونے لگے، جوان ہو اور کافی بدتمیزی کے ساتھ۔ جب تک اچھی طرح ٹھوکریں نہ کھالوگے، ہوش تھوڑا ہی آئے گا۔

—— ۸ | ۲ ——

ناصح مشفق بننے کا تو بڑا شوق ہے۔ لیکن یہ بھی خبر ہے کہ مجمع عشاق میں کتنی اس کی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ اس لئے اگر یہ بارگراں اپنے سر لیا ہے تو پہلے اپنی صورت ویسی بنا دو۔ یہ نہیں کہ عشق تو کریں آپ سب کے برابر اور جب دوسرا بازی لیجائے تو آپ اپنا دفتر تدبیر و مصلحت کھول کر بیٹھ جائیں۔

آغا صاحب کل آئے تھے وہ تمہاری طرف سے بہت بردل ہیں اور اگر یہ صحیح ہے کہ تم نے دوستی کے پردہ میں ان کے ساتھ دشمنی کی تو حقیقتاً تم اس قابل نہیں ہو کہ آئندہ سے تم سے کسی قسم کا تعلق قائم رکھا جائے۔

مانا کہ ان کی دیوانگی کا ساتھ دینا اُن کے ساتھ دوستی کرنا نہیں ہے لیکن یہ میں کہہ سکتا ہوں۔ تم نہیں کہ ان کی جس دیوانگی کو بُرا کہتے ہو۔ اسی کو اپنے لئے اچھا سمجھ کر اختیار کرنا چاہتے ہو۔

حلقہ احباب میں اس نوع کی اندرونی سازشیں کسی طرح مناسب نہیں اور اگر تم نے ایسا ہی غیر شریفانہ دل پایا ہے تو رمضانی رنگ ساز اور شبراتی شربت فروش کی صحبت میں جا کر بیٹھو۔ اُن سے کیوں ملتے ہو جن کی کسوٹی

پر تمہارا کھوٹ عرصہ تک پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ لاحول ولا قوۃ

—— ۲۱۹ ——

صدیقی!

آپ نے جس عہد شاعری کا ذکر کیا ہے وہ اسمیں شک نہیں انتہائی عروج کا دور تھا۔ لیکن انداز بیان کی خوبی کے لحاظ سے آپ سوائے مومن اور غالب کے کسی اور کا ذکر نہ کیجئے۔ غالب اس باب میں زیادہ خوش قسمت تھا کہ اس کو شاگرد بھی اچھے اچھے مل گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت بھی غالب کا تتبع جاری ہے۔ مومن کے سلسلہ میں نسیم، تسلیم، اور حسرت موہانی کا کیا کہنا لیکن مومن کا سا انداز بیان کسی کو نصیب نہ ہوا۔

معمولی سی بات کو طرز ادا کی خصوصیت سے دلچسپ بنا دینا۔ یہی ہے اصل شاعری اور اسی کو کہتے ہیں معنی آفرینی۔ ورنہ کوئی ایسی بات کہنا جو بالکل نئی ہو بہت دشوار ہے۔

دربانِ محبوب کو اکثر شعرا نے رضوان سے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور اس بیان میں حقیقتاً کوئی ندرت نہیں ہے لیکن غالب کو دیکھئے کہ محض انداز بیان سے کتنی تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے
کاش رضواں ہی در یار کا درباں ہوتا

ظاہر کیا ہے۔ لیکن غالب کی انفرادیت اس باب میں ملاحظہ ہو ؎

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچہ سے بہشت   یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہیں

اب مومن کو دیکھئے۔ آپ نے ہزاروں جگہ شاعروں کو یہ شکایت کرتے سنا ہوگا کہ آشیاں کی تباہی لازم ہے۔ خواہ وہ بجلی سے ہو یا صیاد کے ہاتھ سے بالکل یہی بات ہے لیکن مومن نے ندرت بیان سے اُسے کتنا اچھوتا بنا دیا ؎

ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے   صیاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

آئینہ دیکھ کر محبوب کا خود اپنے اوپر فریفتہ ہو جانا۔ نیا مضمون نہیں۔ اکثر آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا۔ لیکن مومن کے اسلوب ادا کو بھی دیکھئے ؎

آئینہ جلدی سے پلنگ دو کہیں   دل ہی نہیں ہاتھ سے دیکھو گیا

رہا یہ امر کہ مومن و غالب میں بہ لحاظ انداز بیان کیا فرق ہے۔ اس کا فیصلہ بہت دشوار ہے۔ غالب کا ایک شعر ہے اور بہت مشہور شعر ہے ؎

بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغ محفل   جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس مضمون کے لیے اس سے بہتر طرز ادا کوئی اور ہو سکتا ہے۔ لیکن مومن کے کمال کو دیکھئے لکھتا ہے ؎

شبنم خراب مہر و کتاں سینہ چاک ماہ   لو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہیں

میں تو دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ لیکن مومن کی شاعری کا ایک رنگ اور بھی ہے۔ جس میں وہ بالکل منفرد نظر آتا ہے۔ مثلاً

ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے   تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی

نارسائی سے دم رکے تو رکے   میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

اے ناصحو آ ہی گیا وہ فتنۂ ایام لو   ہم کو تو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو

جاں نہ کھا، وصل عدو سچ ہی سہی پر کیا کروں

جب گلہ کرتا ہوں ہمدم وہ قسم کھا جائے ہے

غالب کے یہاں شوخی، مومن سے زیادہ ہے لیکن اس کا لطف حاصل کرنا ہو تو اس کا فارسی کلام دیکھو۔

علامہ نیاز فتح پوری
یادگاری لیکچر ۱۹۸۵ء

مورخہ ۱۲ / دسمبر ۱۹۸۵ء

جمعرات

ساڑھے تین بجے سہ پہر

بمقام

تاج محل ہوٹل

کراچی

آپ سے پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت کی درخواست ہے

نیاز مند

فرمان فتحپوری

سرشار صدیقی

انجم اعظمی

امراؤ طارق

ریاض نیازی

گزشتہ اشاعتیں اور تقریبات

بسلسلہ

نیاز و نگار

(۱) نیاز فتح پوری نمبر (۱۹۶۳ء)
دو جلدوں میں نیاز کی زندگی میں شائع ہوا۔

(۲) ۱۹۸۳ء میں دو روزہ مذاکرہ بسلسلہ جشنِ طلائی
"نگار" جس میں پاک و ہند کے مشاہیر نے شرکت کی۔
اور "نگار" کا جشنِ طلائی نمبر شائع کیا گیا۔

(۳) صد سالہ جشنِ ولادت نیاز (۱۹۸۴ء) کی
سہ روزہ تقریب جس میں ہندوستان و پاکستان کے
ممتاز دانشور شریک ہوئے "نگار" کا نیاز صدی
نمبر شائع ہوا، اور "نیاز فتحپوری یادگاری لیکچر"
کے ساتھ ساتھ "نیاز فتحپوری ایوارڈ" کی بنیاد
ڈالی گئی

(۴) پابندیٔ وقت کے ساتھ نگار کی ماہانہ اشاعت ۱۹۲۲ء
سے آج تک مسلسل جاری ہے۔

(۵) پچھتر ۷۵ سے زائد "نگار" کے سالنامے اور خصوصی
شمارے ہیں جنھیں یادگار و تاریخ ساز ادبی صحیفوں
کا منصب حاصل ہے۔